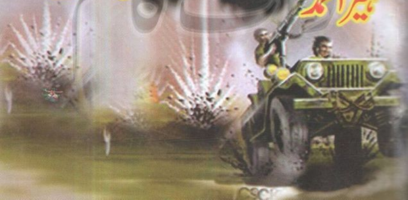
عمران سیریز



اسانگا

ظہیر احمد



محترم قارئین۔

السلام علیکم۔ میرا نیا ناول ''اسانگا'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول ون سائیڈ سٹوری کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ جسے آپ یقیناً میرے سابقہ ون سائیڈ سٹوری ناولوں کی طرح نہ صرف پسند کریں گے بلکہ داد تحسین دینے پر بھی مجبور ہو جائیں گے۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں عام ڈگر سے ہٹ کر نئے اور انوکھے انداز کے ناول تحریر کروں جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہ پڑھے ہوں۔ ماورائی ناولوں کے ساتھ ساتھ میں نے یہ نیا سلسلہ شروع کیا تھا جسے قارئین کے ہر طبقے نے بے حد سراہا تھا اور مجھے زیادہ سے زیادہ ون سائیڈ سٹوری ناول لکھنے کا کہا گیا تھا۔

ون سائیڈ سٹوری لکھنا عام ناولوں سے قدرے مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایسے ناولوں میں صرف عمران اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی کو ہی سامنے لایا جاتا ہے جبکہ عام ناولوں میں مجرم کرداروں کے بھی باب ترتیب دیئے جاتے ہیں جن سے ان کی چالوں کا بھی قارئین کو ساتھ ساتھ علم ہوتا رہتا ہے اور اسی تناظر میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے باب تحریر کئے جاتے ہیں لیکن ون سائیڈ سٹوری میں یہ سلسلہ یکسر مختلف ہوتا ہے۔ ایسے ناولوں میں مجرم کرداروں کے ساتھ ساتھ ان کے عزائم بھی مخفی رکھے جاتے ہیں جس پر سے آخر میں پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ کہانی میں مسلسل

سسپنس قائم رکھنا مہارت کے ساتھ ساتھ ذہانت کا بھی کام ہے۔
مذکورہ ناول پڑھ کر مجھے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں تاکہ مجھے علم ہو سکے کہ میری محنت کہاں تک رنگ لائی ہے۔

میرا سابقہ ماورائی ناول ''اسفل دنیا'' بے حد پسند کیا گیا ہے اور اسے اس صدی کا عجوبہ قرار دیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی آپ کی خدمت میں ایک اور ماورائی ناول پیش کرنے جا رہا ہوں جس کا نام ''کارمارا'' ہے۔ یہ ناول بھی اپنی مثال آپ ہے جسے پڑھ کر آپ میری ماورائی تحریروں کے دلدادہ ہو جائیں گے۔ اب اجازت دیجئے۔

اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

آپ کا مخلص

ظہیر احمد

یہ ایک ہال نما بڑا سا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک بڑی میز پڑی ہوئی تھی۔ میز کے گرد دس کرسیاں لگی ہوئی تھیں جن میں سے نو کرسیوں پر نو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ نو کے نو افراد شکل و صورت اور جسمانی لحاظ سے چھٹے ہوئے بدمعاش اور لڑائی بھڑائی کے ماہر دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے چہروں پر زخموں کے پرانے نشان اس بات کا ثبوت تھے کہ ان کی ساری زندگی لڑائی بھڑائی میں ہی گزری ہے۔

سب کے سب نوجوان اور انتہائی طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی سخت مزاج اور درندہ صفت تھے ان کے چہرے بگڑے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان نو افراد کے سامنے میز پر ان کے ناموں کی تختیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام استاد جیرا تھا۔ دوسرے کا نام جیدی، تیسرے بدمعاش کے سامنے پڑی ہوئی تختی پر اس کا نام

کالا استاد لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح چوتھی تختی پر جیکی دادا کا نام تھا۔ پانچویں تختی پر انوارا کا نام تھا، چھٹی پر منگو دادا کا، ساتویں بدمعاش کے سامنے اس کے نام کی تختی پر اس کا نام کالا ناگ لکھا ہوا تھا اور آٹھویں بدمعاش کا نام شیرا تھا اور سب سے آخری تختی پر بدمعاش کا نام راجو لکھا ہوا تھا۔ وہ سب پاکیشیا کے مختلف شہروں کے بدمعاش تھے جو نہ صرف ایک دوسرے کو جانتے تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے کام بھی کرتے تھے۔

یہ سارے ایسے بدمعاش تھے جن پر بے شمار کرمنل کیس بنے ہوئے تھے پولیس کے ساتھ ساتھ مختلف ایجنسیاں ان کی تلاش میں رہتی تھیں اور وہ پولیس اور ایجنسیوں سے بچنے کے لئے انڈر گراؤنڈ رہتے تھے۔ انڈر گراؤنڈ رہنے کے باوجود دارالحکومت سمیت پورے ملک میں ان کا سکہ چلتا تھا اور وہ ہر خطرے کو بالائے طاق رکھ کر دھڑلے سے اپنے دھندے کرتے تھے۔ کمرے میں مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔ ان سب کے چہروں پر انتہائی بے چینی اور پریشانی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بار بار کمرے کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے جو بند تھا۔

''آخر ہمیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا''...... ان میں سے ایک نے کہا جس کے سامنے منگو دادا کے نام کی تختی تھی۔

''میرے خیال میں کوئی بہت اہم معاملہ ہے جس کے لئے اس

بار ہم سب کو کال کر کے یہاں بلایا گیا ہے''...... کالا استاد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ ایسا بھی کون سا معاملہ ہوسکتا ہے جو اس بار ہم سب کو اکٹھے ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت پر بلایا گیا ہے۔ اگر کسی کو ہماری یہاں موجودگی کا علم ہوگیا اور اس نے ہماری مخبری کر دی تو ہم سب ایک ساتھ جیلوں میں ہوں گے۔ ہم عام انسان نہیں بلکہ نامی گرامی بدمعاش ہیں جن کی تلاش میں پولیس کے ساتھ ساتھ کئی ایجنسیاں بھی کام کررہی ہیں''...... جیکی دادا نے غصیلے لہجے میں کہا اس کے چہرے پر پریشانی ان سب سے زیادہ نمایاں تھی۔

''یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ اس نے ہم سب کو اپنی مٹھی میں جکڑ رکھا ہے۔ ہم دنیا کو ڈراتے ہیں اور ان پر اپنا رعب جماتے ہیں لیکن اس آدمی کے سامنے ہمیں بھیگی بلی بننا پڑ جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس ہمارے خلاف ایسا بلیک میلنگ اسٹف ہے کہ یہ چاہے تو ہمیں کبھی بھی گرفتار کرا دے اور سارے ثبوت پولیس کو دے کر ہمیں سیدھا پھانسی کے تختے تک پہنچا دے۔ ہم کہیں بھی چھپ جائیں لیکن وہ ہم تک پہنچ جاتا ہے اور پھر ہمیں اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہونا ہی پڑتا ہے۔ وہ ہمیں اس قدر ڈراتا اور دھمکاتا ہے کہ ہم بھاگ کر کہیں بھی نہ جاسکیں۔ بس اس کا کام کرتے جائیں''...... جیدی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اور وہ ہم سے اس انداز میں کام لیتا ہے جیسے ہم اس

کے غلام ہوں لیکن اس کے باوجود وہ ہمیں ہر کام کا معاوضہ ادا کرتا ہے اور یہ معاوضہ ہماری توقع سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے"...... انوارا نے کہا۔

"معاوضے کے بدلے وہ جو ہم سے کام لیتا ہے وہ بھی کم خطرناک نہیں ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اس کا کام کرنا پڑتا ہے۔ ہر کام میں پکڑے جانے یا پولیس کی اندھی گولی کا شکار ہونے کا خوف رہتا ہے کہ نجانے کب اور کہاں ہم اپنے انجام تک پہنچ جائیں"...... شیرا نے منہ بنا کر کہا۔

"اس کا یہ دعویٰ بھی تو ہے کہ وہ ہمیں گرفتار نہیں ہونے دے گا اور اگر گرفتار ہو بھی گئے تو فوراً چھڑا لے گا اس کے کہنے کے مطابق اس کی پہنچ بہت اوپر تک ہے شاید پرائم منسٹر یا پھر پریذیڈنٹ تک"...... راجو نے کہا۔

"ان سب باتوں کو چھوڑو۔ وہ ہمیشہ ہم سے الگ الگ کام لیتا ہے۔ ہمیں بہت کم ایک دوسرے سے ملنے کا موقع دیتا ہے اور آج تو اس نے ہم سب کو ایک ہی جگہ بلا لیا اور ہمارے سامنے ہمارے ناموں کی تختیاں بھی رکھ دیں جیسے ہم ایک دوسرے کے لئے انجان ہوں اور ان ناموں سے ہماری پہچان ہو سکے۔ آخر اس بات کا کیا مطلب ہو سکتا ہے"...... کالا ناگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے آج وہ ہم سے جو کام لینا چاہتا ہو وہ کام کسی اکیلے کے بس کا نہ ہو اس لئے اس نے ہم سب کو بلا لیا ہو اور وہ

یہ سمجھتا ہو کہ شاید ہم میں سے کچھ ایسے ہوں جو ایک دوسرے کے بارے میں نہ جانتے ہوں اس لئے اس نے ہمارے ناموں کی تختیاں رکھوا دیں تاکہ ہم ایک دوسرے سے پہچان بنا سکیں"۔ استاد جیرا نے کہا۔

"خیر اب ہم آ گئے ہیں۔ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا"...... راجو نے منہ بنا کر کہا پھر اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ انہوں نے دیکھا ایک بھاری بھرکم آدمی اندر داخل ہو رہا ہے اس کا چہرہ لمبوترا تھا۔ ناک بھی لمبا تھا ماتھے پر زخم کا نشان تھا۔ شکل وصورت سے وہ بھی چھٹا ہوا بدمعاش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سفاکی، درندگی اور غصہ جیسے ثبت تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ تھا جو اس نے ماتھے تک جھکایا ہوا تھا۔ اس آدمی کو اندر آتے دیکھ کر وہ سب فوراً اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سیاہ لباس والا آدمی آگے آیا اور پھر وہ خالی کرسی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ان سب کی طرف دیکھا اور پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے میز پر کوئی نیم پلیٹ موجود نہ تھی۔

"بیٹھ جاؤ"...... سیاہ لباس والے آدمی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو وہ سب اپنی کرسیوں پر بیٹھتے چلے گئے۔

"سب سے پہلے تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں تم سب کے

ناموں سے واقف نہ تھا۔ اسی لئے میرے حکم پر تم سب کے ناموں کی تختیاں بنائی گئی تھیں جو تمہارے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اب ان تختیوں کو دیکھ کر میں تمہارے ناموں سے تمہیں پکار سکتا ہوں اور میری تم سب سے پہچان بھی ہو سکتی ہے۔ ان لئے اس بات پر حیران ہونا چھوڑ دو کہ تم سب کے سامنے تمہارے ناموں کی تختیاں کیوں رکھی گئی ہیں''...... سیاہ لباس والے نے اسی طرح کرخت اور انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

''تم سب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میرا تعلق بھی تمہاری طرح کرمنل ورلڈ سے ہے اور میں انڈر ورلڈ کی سب سے بڑی کرمنل سنڈیکیٹ اسانگا سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں اس سنڈیکیٹ کا سربراہ نہیں ہوں ایک مخصوص گروپ کا باس ہوں اور بس''...... سیاہ لباس والے باس نے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور غراہٹ اور سرد پن تھا۔

''یس باس''...... ان سب نے ایک بار پھر ایک ساتھ کہا۔

''میرے گروپ کے بہت سے افراد مختلف حادثات کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے سنڈیکیٹ کے اصولوں کے خلاف کام کیا اور میرے احکامات کو نظر انداز کر دیا جس کے نتیجے میں اسانگا کے گرانڈ ماسٹر نے انہیں موت کی سزا سنا دی اور گرانڈ ماسٹر جو خود اسانگا ہے ایک بار جس

کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے پھر اسے سوائے قبر کے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ بہرحال میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا سابقہ گروپ جس میں پہلے بھی نو افراد ہی شامل تھے ختم ہو چکا ہے اس لئے اب اپنے گروپ میں تم سب کو میں نے شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے لئے میں نے اسانگا سے اجازت بھی لے لی ہے۔ اسانگا سنڈیکیٹ کے گروپس کے الگ الگ نام ہیں۔ میرے گروپ کا نام ماسٹر گروپ تھا لیکن چونکہ میرے سارے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں اور میرے گروپ کے تم نئے ممبران ہو اس لئے میں نے ممبرز کے ساتھ ساتھ گروپ کا نام بھی بدل دیا ہے۔ اب ہمارا یہ گروپ ریڈ ایرو گروپ کہلائے گا۔ میں تمہارا باس ہوں اور تم سب مجھے باس کہہ کر ہی پکارو گے اس کے علاوہ میرا کوئی نام نہ ہے اور نہ ہو گا۔ سمجھ گئے تم سب''...... باس نے کہا۔

''یس باس''...... ان سب نے پھر ایک ساتھ کہا۔

''تم سب ضرور حیران ہو گے کہ تم یہاں کیوں بلائے گئے ہو۔ میں نے تمہیں یہاں اپنی مرضی سے نہیں بلایا ہے۔ مجھے اسانگا سے حکم ملا ہے۔ اس نے جو مشن ہمارے ذمے لگایا ہے وہ انتہائی اہم اور انتہائی خطرناک ہے اور اسانگا کے حکم کے مطابق اگر ہم اس مشن کو مکمل نہ کر سکے تو ہمیں اس کی بہت کڑی سزا ملے گی''۔ باس نے کہا۔

''آخر ایسا کون سا مشن ہے باس''...... جیدی نے کہا۔

"سب کچھ بتاتا ہوں لیکن اس سے پہلے مجھے چند ضروری کام کرنے ہیں اور سب سے پہلا کام یہ ہے کہ تمہاری تعداد نو ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم سب تین تین افراد کی ٹولیاں بنا لو۔ تم تینوں میں سے ایک ایک لیڈر ہو گا اور دو دو افراد اس لیڈر کے احکامات پر عمل کریں گے اور لیڈر کو احکامات میں خود دوں گا۔ اس کے لئے تم خود آپس میں فیصلہ کر لو کہ تم میں تین تین افراد کون ہوں گے اور تمہارے لیڈر کون ہوں گے۔ میں ان لیڈران کو ایک ایک اسپیشل ٹرانسمیٹر دوں گا تاکہ ان سے میرا ڈائریکٹ رابطہ ہو سکے اور میں تم سب کی باقاعدہ نگرانی کر سکوں۔ اسانگا کی طرف سے ہمارے گروپ کے لئے ایک خصوصی نشان الاٹ کیا گیا ہے اور وہ نشان ریڈ ایرو کا ہے جو تمہارے دونوں ہاتھوں کی پشت پر خصوصی آرٹسٹ کی مدد سے بنایا جائے گا۔ یہ چونکہ عارضی نشان ہے اس لئے اسے گدوایا نہیں جائے گا لیکن اسے تم میں سے کوئی اپنی مرضی سے صاف بھی نہیں کر سکے گا۔ یہ نشان ہمارے گروپ کی پہچان ہو گا۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر تمہارے ساتھ کچھ اور افراد کو بھی شامل کر دیا جائے۔ جن کے ہاتھوں کی پشت پر مخصوص ریڈ ایرو کا نشان ہو سمجھ لینا کہ وہ ہمارے گروپ کے آدمی ہے"...... باس نے کہا اور یہ سب کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"یہ سب تم جانتے ہو کہ ہم اپنا سارا کام سردار گڑھ میں کر رہے ہیں۔ سردار گڑھ پر سردار چنگیز خان کا راج ہے اور کوئی بھی

کام اس کی اجازت اور اس کی منشاء کے بغیر نہیں ہوتا۔ سردار چنگیز خان کا تعلق بھی اسانگا سے ہے اور سردار صاحب نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ وہ سردار گڑھ کی پہاڑیوں میں ایک خاص منصوبے پر کام کر رہا ہے۔ اسانگا کے تمام گروپ وہاں پہنچ رہے ہیں"۔ باس نے کہا اور پھر وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا جیسے مسلسل بولتے بولتے تھک گیا ہو۔

"یہاں تک تو ساری بات سمجھ میں آ گئی ہے باس لیکن ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ہمیں کرنا کیا ہے"...... منگو دادا نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"اسانگا سردار گڑھ میں کیا کر رہا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے اور وہ سردار چنگیز خان سے پہاڑیوں میں کیا کام لے رہا ہے اس کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی ہے۔ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے گروپ کے ساتھ سردار گڑھ پہنچ جاؤں۔ سردار گڑھ میں جو ہو رہا ہے یا جو ہونے جا رہا ہے اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہے لیکن وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ انتہائی سیکرٹ ہے لیکن اسانگا کے کہنے کے مطابق سردار گڑھ کے چند سرکاری آفیسر جن کا تعلق پولیس اور ملٹری سے ہے ضرور شک میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ان کے چند فون کالز ٹیپ کئے گئے ہیں جن کے مطابق وہ سردار گڑھ میں ہونے والی گڑبڑ کے بارے میں اعلیٰ حکام کو مطلع کر رہے ہیں لیکن چونکہ انہیں اصل حقیقت کا علم نہیں ہے اس لئے

وہ اعلیٰ حکام کو اس گڑبڑ کے بارے میں واضح طور پر کچھ نہیں بتا رہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ سردار گڑھ میں ایک ایسی ٹیم کو بھیجا جائے جو نہ صرف سردار گڑھ میں آ کر ہر طرف سرچنگ کرے بلکہ سردار چنگیز خان کو بھی ٹٹولے جن کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ غیر معمولی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اعلیٰ حکام کی جن کالز کو ٹیپ کیا گیا ہے ان سے اسانگا کو یہ بھی پتہ چلا ہے کہ دارالحکومت میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا تھا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سردار گڑھ میں کچھ ایسے افراد کو بھیجا جائے جو نہ صرف سردار گڑھ کی مکمل سرچنگ کر سکیں بلکہ سردار چنگیز خان کو بھی چیک کر سکیں اور اسانگا کی اطلاع کے مطابق جن افراد کو سردار گڑھ بھیجنے کی تیاری کی جا رہی ہے وہ دنیا کے انتہائی خطرناک اور زیرک ترین انسان ہیں جو اسانگا کے کاز کو نہ صرف نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ اسانگا کی ساری سنڈیکیٹ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حکام کی طرف سے ان افراد کو بھیجنے کی مکمل تیاری کی جا چکی ہے اس لئے انہیں سردار گڑھ آنے سے روکنا ناممکن ہے۔ وہ لوگ کسی بھی وقت سردار گڑھ پہنچ سکتے ہیں۔ اب وہ لوگ سردار گڑھ کس روپ میں یا کس طریقے سے پہنچتے ہیں اس کے بارے میں اسانگا کے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اسانگا چاہتا ہے کہ دارالحکومت سے آنے والے افراد کو ہم ہر صورت میں سردار گڑھ داخل ہونے سے روکیں۔ چاہے اس کے لئے ہمیں کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے لیکن

ان افراد کو کسی بھی صورت میں سردار گڑھ میں داخل نہیں ہونا چاہئے''...... باس نے کہا۔

''وہ خطرناک لوگ کون ہیں باس۔ ان کے بارے میں اسانگا نے آپ کو تفصیل بتائی ہے''...... کالا استاد نے کہا۔

''ہاں۔ ان افراد کے بارے میں نہ صرف میں بلکہ تم سب بھی جانتے ہو۔ ان کے بارے میں تمہیں میں بعد میں بتاتا ہوں پہلے یہ سن لو کہ سردار گڑھ سرحدی علاقہ ہے جو تین اطراف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے۔ سردار گڑھ میں نہ تو کوئی ایئر بیس ہے اور نہ ریلوے لائن۔ اس طرف جانے کے لئے ایک ہی راستہ استعمال ہوتا ہے جو پہاڑیوں کو کاٹ کر بنائی گئی ایک سڑک ہے اور سردار گڑھ دارالحکومت سے دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جو بھی سردار گڑھ بھیجا جائے گا وہ اسی سڑک کے ذریعے ہی سردار گڑھ پہنچے گا۔ سردار گڑھ پہنچنے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے اگر ہم اس سڑک کی پکٹنگ کر لیں گے تو آنے والے افراد کو ہم آسانی سے روک سکتے ہیں اور انہیں روکنے کے لئے ہمیں اگر ان پر گولیوں، بموں اور میزائلوں کی بھی بارش کرنی پڑے گی تو ہم کریں گے۔ ان کی موت ہماری فتح ہو گی''۔ باس نے کہا۔

''لیکن وہ لوگ ہیں کون۔ جب تک آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیں گے نہیں ہمیں کیسے علم ہو گا کہ ہمیں کن افراد کو سردار

گڑھ پہنچنے سے روکنا ہے یا ان پر حملہ کرنا ہے“...... جیکی دادا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”وہ لوگ علی عمران اور اس کے ساتھی ہیں“...... باس نے کہا تو پہلے تو وہ سب حیرت سے باس کی شکل دیکھتے رہے پھر وہ سب بری طرح سے اچھل پڑے اور ان کے چہروں پر خوف کے تاثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔

”آ۔ آ۔ آپ کا مطلب ہے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن کا بیٹا علی عمران اور اس کے ساتھی جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہیں“...... منگو دادا نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ان کا نام سنتے ہی تمہارے پسینے کیوں چھوٹ گئے ہیں“...... باس نے منہ بنا کر کہا۔

”وہ واقعی انتہائی خطرناک انسان ہیں باس۔ اگر وہ واقعی سردار گڑھ پہنچ گئے اور انہیں اس بات کا پتہ چل گیا کہ سردار گڑھ میں کیا ہو رہا ہے تو وہ اسانگا اور اس کے کاز کے لئے موت بن سکتے ہیں۔ عمران کے نام سے دنیا کے بڑے بڑے ایجنٹ اور بڑی بڑی فعال اور طاقتور ایجنسیاں بھی لرزہ براندام رہتی ہیں پھر اس کے سامنے بھلا ہماری کیا حیثیت ہوسکتی ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس تو دشمن ایجنٹوں کے ساتھ ساتھ کرمنلز کے لئے موت کا دوسرا نام ہے۔ وہ ایک بار جس کے پیچھے پڑ جائیں تو پھر وہ انہیں ہر صورت

میں قبر تک پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں“...... کالا ناگ نے کہا۔ اس کے چہرے پر بھی خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میں جانتا ہوں کہ وہ سب کس قدر خطرناک ہیں لیکن یہ مت بھولو کہ وہ ہماری طرح سے جیتے جاگتے انسان ہیں۔ ہماری طرح سے کھاتے پیتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ وہ مافوق الفطرت انسان نہیں ہیں جن پر بموں، گولیوں اور میزائلوں کا اثر نہ ہوتا ہو۔ انہیں بھی زخم لگتے ہیں۔ وہ بھی دکھ، کرب اور اذیت محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر ان پر مسلسل اور خوفناک حملے کئے جائیں اور انہیں جوابی کارروائی کا موقع نہ دیا جائے تو ہم بھی انہیں نشانہ بنا سکتے ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ ہمارے سارے نشانے چوک جائیں اور وہ ہر بار ہم سے بچ کر نکل جائیں۔ اگر ہم ہوشیاری، چالاکی اور ذہانت سے کام لیں گے تو ان مٹھی بھر انسانوں کو ہلاک کرنا مشکل ثابت نہ ہو گا۔ ہم ان سب کو ان کے ناموں اور شکلوں سے تو نہیں جانتے لیکن علی عمران ایک ایسا انسان ہے جس کے بارے میں تم سب کو معلوم ہے۔ وہ اپنی مخصوص حرکتوں کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں میں پہچانا جا سکتا ہے۔ ایک بار وہ ہمارا شکار بن گیا تو اس کے ساتھیوں کا شکار کرنا ہمارے لئے مشکل ثابت نہ ہو گا اس لئے ہم اپنی ساری توجہ اس علی عمران پر ہی مبذول رکھیں گے۔ ایک بار اس کا شکار ہو گیا تو سمجھو ہم نے پوری پاکیشیا سیکرٹ سروس کو شکار کر لیا۔ ان الگ آئے یا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی اکلوتے راستے

سے سردار گڑھ پہنچنے کی کوشش کرے گا اور ہم اسے ہر صورت میں سردار گڑھ پہنچنے سے روکیں گے“...... باس نے کہا۔

”ٹھیک ہے باس لیکن وہ کب آئے گا اور ہم عمران اور اس کے ساتھیوں کو پہچانیں گے کیسے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ میک اپ میں آئیں۔ سردار گڑھ ایک پرفضاء اور قدیم کھنڈرات سے بھرا ہوا علاقہ ہے جہاں دنیا بھر کے سیاح آتے رہتے ہیں۔ عمران اور اس کے ساتھی ان سیاحوں کے روپ میں بھی تو وہاں پہنچ سکتے ہیں“...... استاد جیرا نے کہا۔

”عمران ایسی جگہوں پر عموماً بغیر میک اپ کے جاتا ہے۔ اس کے ساتھی البتہ میک اپ میں ہو سکتے ہیں لیکن وہ جس میک اپ میں بھی ہوں وہ عمران کے ارد گرد ہی رہیں گے اس لئے ہم عمران کے ساتھ آسانی سے انہیں بھی نشانہ بنالیں گے“...... باس نے کہا۔

”لیکن عمران بھی میک اپ میں آیا تو“...... انوارا نے کہا۔

”اسانگا نے اس خطرے کے پیش نظر مجھے اسپیشل گاگلز اور کیمرے فراہم کئے ہیں۔ ہم ان کیمروں اور گاگلز کی مدد سے کسی بھی میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کیمروں اور گاگلز کی مدد سے ہمارا کام اور زیادہ آسان ہو جائے گا۔ سمجھ لینا کہ جو آدمی میک اپ میں ہے وہ ہمارا شکار ہے اور اسے ہلاک کرنا ہماری ذمہ داری ہے“...... باس نے کہا۔

”پھر تو ہمیں سڑک کے مختلف حصوں کی پکٹنگ کرنی ہو گی

سردار گڑھ آنے والے ہر شخص کو چیک کرنا ہو گا کہ کون میک اپ میں ہے اور کون نہیں“...... جیدی نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ضروری ہے اسی لئے تو میں نے تم سب کے تین گروپ بنائے ہیں جو سڑک کے مختلف حصوں پر پکٹنگ کریں گے۔ پہلا گروپ سردار گڑھ داخل ہونے والے راستے پر ہو گا۔ جو ہر آنے والے کو مخصوص گاگلز سے چیک کرے گا اور میک اپ میں ہونے والے افراد کی اور ان کی کار یا جیپ کی نشاندہی آگے موجود دوسرے گروپ کو کرے گا دوسرا گروپ مسلح ہو گا جو پہلے گروپ کی نشاندہی پر ان افراد پر حملہ کرے گا۔ ان افراد پر یا تو گولیاں برسائی جائیں گی یا پھر ان کی کار یا جیپ سمیت ہی انہیں بموں اور میزائلوں سے اڑا دیا جائے گا۔ اگر وہ لوگ دوسرے گروپ کے حملے سے بچ گئے تو آگے ان کے لئے تیسرا گروپ تیار ہو گا جو ان کے راستے میں موت کے جال پھیلائے گا اور انہیں ہر صورت ختم کرے گا۔ میں کوشش کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کر رہا کہ اس معاملے میں اسانگا نے ہمیں کوشش کرنے کے لئے نہیں ہر صورت میں کامیابی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسانگا کے حکم کے تحت اگر ہم اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے اور عمران اور اس کے ساتھی سردار گڑھ پہنچ گئے تو اسانگا تم سمیت مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا اور یہ طے ہے“...... باس نے کہا۔

”ایسی صورت میں تو ہمیں ہر صورت میں عمران اور اس کے

ساتھیوں کو ہلاک کرنا پڑے گا ورنہ ہم سب اسانگا کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہیں''...... شیرا نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ مشن ہمارے لئے زندگی اور موت کا مشن ہے۔ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو پھر ہمیں ہر صورت میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنا ہو گا ورنہ دوسری صورت میں موت ہمارا مقدر ہو گی اور ہمیں اپنی زندگیاں بچانے کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے آخری حد تک جانا پڑے گا تب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں''...... باس نے سخت لہجے میں کہا۔

''اوکے باس۔ ہم یہ مشن ضرور پورا کریں گے چاہے اس کے لئے ہمیں کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے اور ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی صورت میں سردار گڑھ نہ پہنچ سکیں گے۔ اگر انہوں نے سردار گڑھ کی طرف آنے کی کوشش کی تو ان کا یہ سفر ان کی زندگی کا آخری سفر بن جائے گا''...... منگوا دادا نے انتہائی ٹھوس لہجے میں کہا۔

''گڈ شو۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں اور یہ بھی سن لو۔ اسانگا نے کہا ہے اگر ہم عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ ہماری زندگیاں بدل کر رکھ دے گا۔ ہم سب کے حصے میں کروڑوں ڈالرز آئیں گے۔ وہ ہمیں مالا مال کر دے گا''۔ باس نے کہا تو ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''کروڑوں ڈالر''...... ان سب کے منہ سے نکلا۔

''ہاں۔ اسانگا کے کہنے کے مطابق عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کے معاوضے کی مد میں وہ ہم سب کو دس دس کروڑ دے گا''...... باس نے کہا تو ان کے چہرے فرط مسرت سے کھلتے چلے گئے۔ ان کی آنکھوں میں مسرت کے جیسے بے شمار دیئے روشن ہو گئے۔

''دس دس کروڑ ڈالر۔ اوہ۔ اگر ایسی بات ہے تو دس دس کروڑ ڈالر حاصل کرنے کے لئے ہم عمران اور اس کے چند گنے چنے ساتھیوں سے تو کیا دارالحکومت کی بڑی بڑی ایجنسیوں سے ٹکر لے سکتے ہیں اور انہیں نیست و نابود کر سکتے ہیں''...... کالا ناگ نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تو پھر تیار ہو جاؤ۔ تم سب کو آج ہی سردار گڑھ کے ملحقہ علاقے میں پہنچنا ہے اور ان سپاٹس کو چیک کرنا ہے جہاں سے تم عمران اور اس کے ساتھیوں کو نہ صرف چیک کر سکتے ہو بلکہ ان پر اٹیک بھی کر سکتے ہو''...... باس نے کہا۔

''ہم تیار ہیں باس''...... ان سب نے بیک وقت کہا۔

''گڈ شو''...... باس نے کہا اور پھر وہ انہیں مزید ہدایات دینے لگا جسے وہ سب بڑی انہماک اور دلچسپی سے سننے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں باس نے میٹنگ برخاست کر دی اور پھر وہ اٹھ کر تیز تیز چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

صفدر اور تنویر، جولیا کے فلیٹ میں تھے۔ جولیا نے فون کر کے ان دونوں کو بلایا تھا۔ سب سے پہلے تنویر پہنچا تھا اور پھر اس کے تھوڑی دیر بعد صفدر بھی آ گیا تھا۔ جولیا نے ان دونوں کو خصوصی طور پر فون کر کے کہا تھا کہ وہ آج اس کے ساتھ ناشتہ کریں گے۔ وہ دونوں ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے جبکہ جولیا کچن میں ان کے لئے چائے بنا رہی تھی۔

”حیرت ہے۔ مس جولیا نے آج صرف ہم دونوں کو ہی ناشتے پر بلایا ہے“...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ حیرت تو مجھے بھی ہو رہی ہے۔ عام طور پر مس جولیا ہم سب کو لنچ یا ڈنر پر بلاتی ہیں لیکن آج انہوں نے صرف مجھے اور تمہیں ہی کال کیا ہے۔ پہلے تو میں سمجھا تھا کہ مس جولیا نے جیسے مجھے کال کر کے بلایا ہے اسی طرح باقی سب کو بھی ناشتہ کرانے کے لئے فون کیا ہو گا لیکن یہاں آیا تو پتہ چلا کہ اس نے صرف مجھے

اور تمہیں ہی مدعو کیا ہے اور کسی کو نہیں“...... تنویر نے کہا۔

”مس جولیا بھی تو اکیلی رہتی ہیں۔ سب آ جائیں تو ان کا بار اکیلی انہیں ہی اٹھانا پڑتا ہے یا ہم سب کے لئے کھانا پکانے میں صالحہ ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہم سب کے کہنے کے باوجود مس جولیا ہمیشہ اپنی جیب سے ہمارے کھانے پینے کا اہتمام کرتی ہیں اور پھر ان کی اور صالحہ کی لذیذ اور پرتکلف کھانے بنانے کی محنت الگ ہوتی ہے۔ ہم بھی آتے ہیں اور کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ یہ تو خواتین ہیں جو ہمارے لئے خود ہی اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا لیتی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی دعوت کرنی ہو تو پھر ہم سب کو ہوٹلوں یا ریسٹورنٹوں میں ہی بلاتے ہیں“...... تنویر نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ اب ہم خواتین کی طرح کھانا پکانے سے تو رہے“۔ صفدر نے مسکرا کر کہا تو تنویر بھی مسکرا دیا۔ اس کا موڈ خاصا خوشگوار تھا کیونکہ جولیا نے تمام ممبران میں سے صرف اسے اور صفدر کو ہی ناشتہ کرنے کے لئے بلایا تھا اور دیگر ممبران سمیت اس نے عمران کو بھی نہ بلایا تھا اور عمران کا وہاں نہ ہونا تنویر کے لئے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کیا جولیا نے واقعی ہم دونوں کو ناشتہ کرانے کے لئے ہی بلایا ہے“...... تنویر نے کہا۔

”کیا مطلب“...... صفدر نے چونک کر کہا۔

"میں نے جولیا کے چہرے پر سنجیدگی اور انتہائی سوچ و بچار کی پرچھائیاں دیکھی ہیں۔ اسے دیکھ کر ایسے لگ رہا ہے جیسے ان کے دل میں کہنے کے لئے بہت کچھ ہے اور وہ ہم دونوں سے شیئر کرنا چاہتی ہیں"...... تنویر نے کہا۔

"تمہارے خیال میں ان کے دل میں کیا ہوسکتا ہے"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن مس جولیا کے چہرے کو دیکھ کر صاف اندازہ لگایا جا سکتا ہے جیسے وہ اکیلی رہ رہ کر بور ہو گئی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کہیں سیر و تفریح کا پروگرام بنانا چاہتی ہوں"...... تنویر نے کہا۔

"صرف ہم دونوں کے ساتھ"...... صفدر نے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ خیر ایسا تو نہیں ہوگا۔ جولیا سیر و تفریح سب کے ساتھ ہی کرنا پسند کرتی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ ہم سے پہلے مشورہ کرنا چاہتی ہوں کہ اگر ہم سیر کرنے جائیں تو کہاں۔ ایسا کون سا پر فضاء مقام ہوسکتا ہے جہاں ہم چین اور سکون کے ساتھ تفریح کر سکیں اور یہ چین اور سکون ہمیں ایک ہی صورت میں میسر آ سکتا ہے"...... تنویر نے کہا۔

"وہ کیا"...... صفدر نے پوچھا۔

"کہ ہم سب ہوں لیکن ہمارے ساتھ وہ احمق نہ ہو۔ اس کی موجودگی میں ساری تفریح غارت ہو جاتی ہے"...... تنویر نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے عمران صاحب۔ کیا وہ ہمارے ساتھ ہوں تو ہماری تفریح غارت ہو جاتی ہے"...... صفدر نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ وہ ہر وقت ہر جگہ مسخریاں کرتا پھرتا ہے اور ایک بار اس کے سر پر حماقتوں کا بھوت سوار ہو جائے تو پھر سیر و تفریح کا نام ہی باقی رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں"...... تنویر نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایسا نہیں ہے۔ عمران صاحب کی موجودگی میں تو سیر و تفریح کا لطف اور زیادہ دوبالا ہو جاتا ہے اور وہ ہمیں کسی صورت میں بور نہیں ہونے دیتے۔ ان کی موجودگی میں ہماری محفل زعفران زار بن جاتی ہے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری محفل بنتی ہوگی زعفران زار۔ میں تو اسے ببول کا کانٹا سمجھتا ہوں جو ہر وقت چبھتا ہی رہتا ہے وہ بھی دل میں"...... تنویر نے منہ بنا کر کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔ اسی لمحے جولیا ایک ٹرے اٹھا کر لے آئی جس پر چائے کے تین کپ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کپ صفدر کے سامنے، دوسرا تنویر کے سامنے اور تیسرا کپ اپنی کرسی کے سامنے میز پر رکھا اور پھر وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تنویر کا خیال ہے کہ آپ نے ہمیں صلاح مشورے کے لئے بلایا ہے کہ اس بار ہم تفریح کرنے کے لئے کہاں جائیں"۔ صفدر

نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تنویر کا اندازہ درست ہے۔ میں نے واقعی تم دونوں کو اسی مقصد کے لئے بلایا ہے''...... جولیا نے مسکرا کر کہا تو تنویر کا چہرہ فرط جذبات سے سرخ ہو گیا اور وہ صفدر کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھا میرا اندازہ درست ہے نا۔

''بہت دن ہو گئے۔ کوئی کیس ہاتھ نہیں لگا''...... جولیا نے کہا۔

''آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے کیس بھی کوئی قیمتی خزانہ ہے جو ہاتھ نہیں لگا''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ درست ہے۔ میرے نزدیک ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کیس کسی خزانے سے کم نہیں ہوتا''...... جولیا نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہ ایسا خزانہ ہے جس سے ہم اپنی جیبیں نہیں بھر سکتے اور نہ ہی بنک میں اکاؤنٹ کھلوا سکتے ہیں''...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا تم لالچی ہو۔ آخر جیبیں بھرنے اور بنک میں رقم جمع کرانے کی ضرورت ہی کیا ہے''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''اوہ نہیں۔ میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی۔ یہ بات آپ اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ میں نہ لالچی ہوں اور نہ دولت جمع کرنے کا شوقین۔ آپ نے کیس کو ایک خزانہ کہا تھا تو مزاح میں، میں نے بھی ایک بات کر دی کہ خزانہ تو وہ ہوتا ہے جس سے جیبیں

بھری جا سکیں یا اکاؤنٹ کھلوایا جا سکے۔ اس سے میرا لالچی ہونا ثابت نہیں ہوتا''...... تنویر نے ہنس کر کہا۔

''تنویر ٹھیک کہتا ہے مس جولیا۔ یہ لالچی نہیں ہے''...... صفدر نے تنویر کی حمایت کی۔

''اچھا تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا آپ صفدر کی گواہی پر یقین کر رہی ہیں۔ میری بات پر نہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے لالچی سمجھتی ہیں''...... تنویر نے حیرت سے اور تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں۔ بھلا میری ایسی جرأت کہاں''...... جولیا نے مسکرا کر کہا۔ اس کا موڈ بھی خاصا خوشگوار تھا اس لئے وہ بھی مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔

''تو پھر۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے''...... صفدر نے ہنس کر کہا۔

''آج کل ضرورت سے زیادہ ہی سست سی ہے''...... جولیا نے اسی انداز میں کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔

''پھر میری دعا ہے کہ اللہ اسے چست کرے''...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔

''اچھا۔ تو کیس نہ ہونے کی وجہ سے آپ کا پھر سے سیر و تفریح کا موڈ بن رہا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ سارا سارا دن فلیٹ میں پڑے رہ رہ کر میں واقعی بور

ہو جاتی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی صالحہ یہاں آ جاتی ہے اور کبھی تم سب اور کبھی میں تم سب کی طرف پہنچ جاتی ہوں لیکن یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے۔ ہم ایک شہر ایک جگہ رہ رہ کر بور ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کبھی کبھار ہی چین نصیب ہوتا ہے۔ سیر و تفریح کے مواقع کم ہی دستیاب ہوتے ہیں اور جب ہوتے ہیں تو ہم کسی نہ کسی کیس میں الجھ جاتے ہیں یا کیس خود ہی ہمیں الجھا دیتا ہے اور ہماری سیر اور تفریح مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ مجھے نہیں یاد کہ ہم نے کبھی سیر و تفریح کا یا کہیں جانے کا پروگرام بنایا ہو اور وہاں ہم نے واقعی سیر و تفریح کی ہو۔ ہر سیر و تفریح میں کہیں نہ کہیں سے کوئی کیس نکل آتا ہے اور ہم اس میں بری طرح سے الجھ کر رہ جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں سب کچھ بھول کر کیس پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس بار میں چاہتی ہوں کہ ہم واقعی خالص ترین سیر و تفریح کا پلان بنائیں۔ ایسا پلان جو مکمل اور جامع ہو اور ہم بھرپور انداز میں تفریح کر سکیں۔ ہم کسی ایسی جگہ جائیں جہاں دور دور تک کسی کیس کے درمیان میں ٹپکنے کا امکان نہ ہو اور ہم بھرپور انداز میں انجوائے کریں''...... جولیا نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''آپ کے خیال میں ایسی کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ہم صرف سیر و تفریح کریں اور اس تفریح میں کوئی کیس نہ ٹپک سکے''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اسی لئے میں نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم تینوں مل کر پلان بنائیں۔ کسی خاص جگہ جانے کے لئے مکمل تیاری کریں اور پھر ہم باقی ساتھیوں کو بھی اس میں شامل کر لیں''...... جولیا نے کہا۔

''یہ سب تو ہو جائے گا لیکن اس کے لئے چیف نے اجازت نہ دی تو''...... تنویر نے کہا۔

''جب ہمارے پاس کوئی کیس نہیں ہوتا تو چیف ہمیں سیر و تفریح کرنے سے نہیں روکتا۔ اس سے اجازت لینا میری ذمہ داری ہے۔ میں لوں گی چیف سے اجازت اور مجھے یقین ہے کہ چیف انکار نہیں کرے گا''...... جولیا نے کہا۔

''اگر آپ چیف سے اجازت لے سکتی ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر آپ نے چیف سے اجازت لینے کے لئے عمران کو درمیان میں الا تو پھر میں آپ کو ابھی اور اسی وقت بتا دیتا ہوں کہ اس پلان ں نہ تو میں آپ کا ساتھ دوں گا اور نہ ہی عمران کے ساتھ میں ی تفریحی مقام پر جاؤں گا''...... تنویر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ عمران سے تمہاری کیا دشمنی ہے جو تم ایسی بات کر ہے ہو''...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''دشمنی نہیں ہے لیکن ہر بار اسی کی موجودگی کی وجہ سے ہماری فریح غارت ہوتی ہے۔ آپ کہیں بھی جانے کا پلان بنا لیں۔ لیشیا تو کیا دنیا کے کسی کونے میں اسے ساتھ لے جائیں وہ اپنے

ساتھ کیس ضرور لاتا ہے اور پھر ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ کیس میں الجھتے چلے جاتے ہیں''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ بات تو خیر تنویر درست کہہ رہا ہے کہ عمران صاحب جب بھی ہمارے ساتھ جاتے ہیں تو ان کے پیچھے کیس خود بخود چلا بلکہ دوڑا چلا آتا ہے''...... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

''تو کیا تم دونوں چاہتے ہو کہ ہم اپنے اس پلان میں عمران کو شامل نہ کریں''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''میں تو ایسا نہیں چاہتا۔ البتہ تنویر سے آپ پوچھ لیں''۔ صفدر نے کہا۔

''کیوں تنویر۔ تم کیا کہتے ہو''...... جولیا نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں اپنی بات کہہ چکا ہوں۔ اگر آپ واقعی سیر و تفریح کرنا چاہتی ہیں تو پھر میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ یہی ہو گا کہ اس بار آپ عمران کو شامل نہ کریں۔ ایک بار ایسا کر کے دیکھ لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم واقعی اس مرتبہ بھرپور انداز میں تفریح کریں گے اور کوئی کیس کسی صورت میں ہمارے قریب نہ پھٹکے گا لیکن اگر آپ نے عمران کو ساتھ لیا تو پھر سمجھ لیں کہ ہماری تفریح ختم اور کیس شروع''...... تنویر نے کہا۔

''میرا خیال ہے اس بات کا فیصلہ باقی ساتھیوں سے مشاورت کے بعد ہی کیا جائے کہ ہم تفریح کے لئے جائیں اور عمران کو اپنے

ساتھ لے جائیں یا نہ لے جائیں۔ پہلے تو ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ہم تفریح کرنے جائیں گے کہاں''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ عمران کا فیصلہ دوسرے ساتھیوں کی مشاورت سے ہی کیا جائے گا صرف تمہارے کہنے پر ایسا نہیں کیا جا سکتا''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا تو تنویر نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''اس کی زبان ایک بار چل پڑے پھر رکنے کا نام ہی نہیں لیتی ہے''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''زبان کا کام ہی چلنا ہے وہ چلاتا ہے تو کیا ہوا''...... جولیا نے کہا۔

''اور بھی بہت سی چیزوں کا کام چلنا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ تمہارا دماغ بھی چل سکتا ہے''...... تنویر نے جھلا کر کہا۔

''نہیں میرا ذہن چلتا رہتا ہے لیکن اچھی سوچ کے لئے''۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو کیا میرا دماغ بری سوچ کے لئے چلتا ہے''...... تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

''میں نے تو ایسا نہیں کہا اگر عمران صاحب ہوتے تو شاید وہ یہی سمجھتے''...... صفدر نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا تو تنویر اسے گھور کر رہ گیا۔ عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی زور دار انداز میں بجی اٹھی۔

''یہ کون آ گیا''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''گھنٹی بجانے کا انداز ایسا ہے جیسے کسی بوکھلائے ہوئے آدمی نے بجائی ہو اور ہمارے ساتھیوں میں سے تو کوئی اس انداز سے گھنٹی نہیں بجاتا''...... صفدر نے کہا۔

''تو کسی انجان کا جولیا کے فلیٹ کی گھنٹی بجانے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے''...... تنویر نے کہا۔

''کوئی ہمسایہ بھی ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی ضرورت کے لئے مس جولیا سے کچھ لینے آیا ہو''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ ہوسکتا ہے۔ ہمسائے اکثر چائے کے لئے دودھ چینی اور پتی مانگنے آتے ہیں خاص طور پر ان کی ملازمائیں''...... جولیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''تو پھر آپ ہی دیکھیں کون ہے''...... صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... جولیا نے کہا اور پھر وہ اٹھی اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت گھنٹی پھر بج اٹھی اور اس مرتبہ بجتی ہی چلی گئی۔ جولیا نے گھبرا کر جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ دروازے میں ایک اجنبی نوجوان کھڑا تھا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ رنگ ہلدی کی مانند زرد نظر آ رہا تھا۔ پھر وہ کھلے دروازے میں دھڑام سے گر پڑا۔ اس طرح کہ اس کا دھڑ اندر کی طرف تھا اور ٹانگیں دروازے سے باہر تھیں۔ وہ گرتے ہی یوں

حالت ہو گیا جیسے اس کے جسم سے یکلخت روح قبض کر لی گئی ہو۔

''ارے ارے۔ کیا مطلب۔ ارے۔ صفدر، تنویر جلدی یہاں آؤ''...... جولیا نے بوکھلا کر اونچی آواز میں صفدر اور تنویر کو پکارا۔ اس کی تیز آواز سن کر صفدر اور تنویر بھی دوڑتے ہوئے وہاں آ گئے۔

''اوہ۔ کون ہے یہ اور کیا ہوا ہے اسے''...... صفدر نے دروازے کے درمیان میں گرے ہوئے آدمی کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''پتہ نہیں۔ میں اسے نہیں جانتی۔ میں نے دروازہ کھولا تو یہ اچانک گر پڑا۔ یہ بہت پریشان اور ڈرا ہوا دکھائی دے رہا تھا''۔ جولیا نے کہا۔ صفدر فوراً اس آدمی پر جھکا اور اس کی نبض اور اس کے دل کی دھڑکن چیک کرنے لگا۔ اس کی نبض ڈوب رہی تھی اور اس کے دل کے دھڑکنے کی رفتار بہت سست تھی۔

''اوہ۔ اس کی حالت تو بہت خراب ہے۔ یہ تو مر رہا ہے''۔ صفدر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب۔ یہ مر رہا ہے۔ مگر کیسے۔ کیوں''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اس کی نبض ڈوب رہی ہے اور اس کے دل کی دھڑکن بھی ڈوب رہی ہے اور دیکھیں اس کا سانس بھی اکھڑ رہا ہے''...... صفدر نے کہا۔ جولیا اور تنویر بھی اس آدمی پر جھکے اور پھر انہوں نے اس

آدمی کی نبض اور دل کی دھڑکن چیک کی تو ان کے بھی ہوش اُڑ گئے۔ وہ آدمی واقعی مرنے والا تھا۔ اس کی حالت انتہائی مخدوش تھی۔

"اسے اٹھا کر اندر لے چلتے ہیں۔ اٹھاؤ تنویر"...... صفدر نے کہا اور اس نے آدمی کو کاندھوں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ تنویر نے دوسری طرف جا کر اس کے پیر پکڑے اور پھر وہ دونوں اسے اٹھا کر سٹنگ روم میں لے آئے۔

"ادھر صوفے پر ڈال دو اسے"...... جولیا نے کہا تو انہوں نے اس آدمی کو صوفے پر لٹا دیا۔

"صفدر تم فوراً ڈاکٹر کو فون کرو۔ میں کچن سے پانی لا کر اس کے منہ میں پانی ٹپکاتی ہوں"...... جولیا نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑی اور کچن کی جانب بھاگتی چلی گئی۔ صفدر نے جیب سے سیل فون نکالا اور اپنے جاننے والے ایک دوست ڈاکٹر کو کال کرنے کے لئے نمبر پریس کرنے ہی لگا تھا کہ اسی لمحے اس آدمی کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی اور اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ صفدر اور تنویر اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"مم۔ مم۔ میں۔ میں کہاں ہوں"...... اس آدمی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ محفوظ جگہ تک پہنچ چکے ہیں۔ فکر نہ کریں"...... تنویر نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن میں مرنے کے قریب ہوں۔ مجھے زہر دیا گیا ہے"...... اس آدمی نے کہا تو وہ دونوں بری طرح سے چونک پڑے۔

"زہر"...... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں۔ زہر میرے سارے جسم میں سرایت کر چکا ہے۔ میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ مجھے جیسے ہی پتہ چلا کہ مجھے زہر دیا گیا ہے تو میں فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ شاید زہر فوری اثر کرنے والا نہیں تھا۔ لیکن اب میری حالت بہت خراب ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کہاں جاؤں۔ میں بے خیالی میں اس پلازہ میں گھس آیا اور پھر لفٹ میں سوار ہو کر اس فلور پر آ گیا۔ میں گرتا پڑتا آگے آیا تو آپ کے فلیٹ کے دروازے کے پاس رک گیا اور میں نے بیل بجا دی"...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کو زہر کس نے دیا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں"...... صفدر نے پوچھا۔ اسی لمحے جولیا پانی کا گلاس لے کر آ گئی۔ اس آدمی کو ہوش میں دیکھ کر اس کے چہرے پر سکون آ گیا۔

"اسے پانی پلاؤ"...... جولیا نے پانی کا گلاس تنویر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لیں پانی پئیں آپ"...... تنویر نے کہا اور پھر اس نے گلاس اس آدمی کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ وہ غٹاغٹ پانی پینے لگا اور اس نے ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر دیا۔

"شکریہ۔ بہت بہت شکریہ"...... اس آدمی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے"...... صفدر نے اس آدمی کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"میرے نام کو چھوڑیں۔ ابھی شاید میرے پاس کچھ مہلت باقی ہے۔ کیا آپ میرا ایک کام کر سکتے ہیں"...... اس آدمی نے کہا۔

"کون سا کام۔ بتائیں"...... صفدر نے کہا۔

"کام کو چھوڑو پہلے اس آدمی کو اٹھا کر کسی ہسپتال میں لے جاتے ہیں۔ اگر اس کے جسم سے زہر نہ نکالا گیا تو یہ مر جائے گا"...... جولیا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"نہیں نہیں۔ مجھے کسی ہسپتال میں نہیں جانا۔ میں جانتا ہوں اس علاقے میں قریب کوئی ہسپتال نہیں ہے۔ دور جاتے ہوئے میرا دم نکل جائے گا اور میں مرنے سے پہلے ایک فرض ادا کرنا چاہتا ہوں"...... اس آدمی نے بری طرح سے سر مارتے ہوئے کہا۔

"کون سا فرض"...... جولیا نے کہا۔

"اگر اس علاقے میں پولیس کا کوئی بڑا افسر یا اعلیٰ حکام کا کوئی عہدے دار موجود ہے تو اسے بلا کر یہاں لے آئیں۔ میں اسے ایک بہت ضروری بات بتانا چاہتا ہوں"...... اس آدمی نے کہا۔

"پولیس آفیسر یا اعلیٰ عہدے دار"...... تنویر نے کہا۔

"ہاں۔ کوئی بھی مل جائے جو محب وطن ہو بس"...... اس آدمی

نے کہا۔

"تو پھر ہمیں کسی کو یہاں بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خوش قسمتی سے اسپیشل سروس کے ایک آفیسر کے گھر میں ہیں۔ ان سے ملیں یہ اسپیشل کرائم برانچ کے چیف آفیسر مسٹر صفدر سعید ہیں اور یہ ان کے اسسٹنٹ تنویر بیگ"...... جولیا نے سپاٹ لہجے میں کہا تو صفدر اور تنویر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا۔ کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں"...... اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ کہیں تو یہ آپ کو اپنے ڈیپارٹمنٹ کے کارڈز دکھا سکتے ہیں"...... جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے کہہ دیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بول رہی ہیں"...... اس آدمی نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا جیسے اسے واقعی جولیا کی بات پر یقین آ گیا ہو۔

"اب بتائیں۔ کیا معاملہ ہے۔ کس نے زہر دیا ہے آپ کو اور آپ ہمیں کون سی اہم بات بتانا چاہتے ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"تو سنیں۔ پاکیشیا ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ اگر آپ کو اپنا ملک بچانا ہے تو فوراً سردار"...... اس آدمی نے کہا اور ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک اس نے ایک ہچکی لی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"ارے ارے۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا"...... اسے ہچکی لے کر خاموش ہوتے دیکھ کر صفدر اور تنویر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور انہوں نے تیزی سے اس کی نبض اور اس کے دل کی دھڑکن چیک کی لیکن دوسرے لمحے وہ ساکت رہ گئے۔ اس آدمی کی سانس کی ڈور ٹوٹ چکی تھی۔ دل کی دھڑکن اور نبض رک گئی تھی۔ وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ موت نے اسے انہیں کچھ بتانے کا موقع ہی نہ دیا تھا۔ وہ پتھر کے بتوں کی مانند کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد عمران اخبارات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ کال بیل بج اٹھی تو وہ چونک پڑا۔

"اتنی صبح کون آ گیا۔ سلیمان۔ سلیمان۔ بھائی سلیمان۔ دیکھنا صبح صبح ان کے ہاتھوں بلکہ انگلیوں میں خارش ہوئی ہے جو اس نے ہمارے کال بیل پر انگلی رکھ دی ہے"...... عمران نے پہلے بڑبڑا کر پھر اونچی آواز میں چیختے ہوئے سلیمان کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"کبھی مجھے بھی اطمینان سے ناشتہ کر لینے دیا کریں۔ خود تو ناشتہ کرنے کے بعد آرام سے صوفے پر بیٹھ کر اخبارات کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں"...... کچن سے سلیمان کی آواز سنائی دی اور پھر وہ ویسے بڑبڑاتا ہوا کچن سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے صاحب آپ۔ جی ہاں صاحب وہ اندر ہی موجود ہیں"...... چند لمحوں بعد دور سے سلیمان کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات

نمایاں ہو گئے۔

"لگتا ہے آنے والی کوئی معزز شخصیت ہے جو سلیمان اس طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دے رہا ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ یہ شخصیت اس کے ڈیڈی سر عبدالرحمٰن کی ہو سکتی ہے کیونکہ سلیمان ان کے سامنے ہی اس طرح گھگھیا کر بات کرتا ہے۔ سر عبدالرحمٰن کا خیال آتے ہی عمران کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ گیا اور اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے ابھی تک گاؤن پہنا ہوا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر آنے والے سر عبدالرحمٰن ہوئے اور انہوں نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا تو اس کے دیر سے جاگنے اور ابھی تک سونے کے لباس میں ہونے پر ان کا پارہ چڑھ جانا ہے اور انہوں نے اپنا سرکاری ریوالور نکال لینا ہے اور اس پر شوٹنگ شروع کر دینی ہے۔

"ارے باپ رے۔ میں نے تو لباس بھی نہیں بدلا۔ کیا کروں۔ اپنے کمرے میں جانے کے لئے مجھے بیرونی دروازے کی طرف جانا پڑے گا۔ اس طرف گیا تو ڈیڈی نے مجھے دیکھ لینا ہے۔ ایسا کرتا ہوں میں اس صوفے کے پیچھے چھپ جاتا ہوں۔ ڈیڈی پوچھیں گے کہ میں کہاں ہوں تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ میں فلیٹ میں نہیں ہوں"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے واقعی چھلانگ لگائی اور صوفے کے عقب میں آ گیا۔ اس سے

پہلے کہ وہ صوفے کے پیچھے چھپ جاتا اسی لمحے کمرے کے دروازے پر سلیمان کے ساتھ سر سلطان کھڑے دکھائی دیئے۔

"آپ۔ آپ یہاں اور اس وقت۔ مم مم میرا مطلب ہے نہ سلام نہ دعا نہ کوئی اطلاع نہ فون"...... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاۃ۔ مجھے معاف کرنا میں بغیر فون کئے اور بغیر اطلاع دیئے یہاں آ گیا"...... سر سلطان نے اندر داخل ہوتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ارے ارے۔ وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاۃ، ایک منٹ رکیں۔ وہیں رکیں۔ میں اس وقت لباس ممنوعہ کی حالت میں ہوں۔ ایسے لباس میں مجھے آپ کے سامنے آتے ہوئے شرمندگی ہو رہی ہے۔ براہ کرم یا تو آپ آنکھیں بند کر لیں یا پھر اباؤ ٹرن ہو جائیں۔ اوہ آپ تو سویلین ہیں آپ اباؤ ٹرن کو کیا سمجھیں گے۔ آپ اپنا منہ دوسری طرف کر لیں تاکہ میں چپکے سے اس کمرے سے نکل جاؤں اور جا کر فوراً ڈھنگ کا لباس پہن آؤں ورنہ آپ نے بات بات پر منہ بنانا ہے"...... عمران نے اسی انداز میں کہا تو سر سلطان ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔

"مجھے تمہارے اس لباس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بیٹھو۔ مجھے تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں"...... سر سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

"ضروری اور غیر ضروری باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ جب

تک میں سلیقے کے جامے میں نہیں آ جاتا اس وقت تک مس سلیقہ اور مس سنجیدہ میرے قریب بھی نہیں پھٹکیں گیں۔ بہتر ہوتا آپ مجھے کال کر لیتے میں آپ کے پاس سر کے بل چلتا ہوا پہنچ جاتا بہرحال بیٹھ جائیں بلکہ تشریف رکھیں۔ آپ جس طرح سے اچانک یہاں آئے ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہو گا۔ سلیمان جاؤ۔ جلدی سے سر سلطان صاحب کے لئے ناشتہ تیار کرو۔ ناشتہ تیار کرنے کی جلدی مت کرنا اس دوران میں ڈھنگ کے لباس میں آ جاتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''جی صاحب''...... سلیمان نے جواب دیا۔

''رکو سلیمان۔ میں یہاں ناشتہ کرنے نہیں آیا ہوں''...... سر سلطان نے سلیمان کو روکتے ہوئے کہا۔

''تو کیا آپ مجھے اس حالت میں دیکھنے آئے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''بکواس مت کرو اور بیٹھ جاؤ۔ مجھے فوری واپس جانا ہے''۔ سر سلطان نے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ عمران بدستور صوفے کے پیچھے کھڑا تھا۔

''صوفے کے پیچھے ہی بیٹھ جاؤں''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو سر سلطان اسے گھور کر رہ گئے۔

''نہیں میرے سامنے آ کر بیٹھو اور سنو۔ میں کہہ رہا ہوں معاملہ انتہائی سیریس ہے اس لئے حماقتیں چھوڑو اور انسانیت کے جامے

میں آ جاؤ''...... سر سلطان نے کہا۔

''میں انسانیت کے جامے میں تو ہوں لیکن یہ جامہ رات کے سونے کا ہے جسے گاؤن کہتے ہیں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا تو سر سلطان نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''سلیمان جاؤ سر سلطان کے لئے چائے بنا لاؤ۔ کوشش کرنا کہ ایک کپ چائے میں سے دو کپ بن جائیں تاکہ ان کے ساتھ ساتھ میں بھی پی لوں''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں سلیمان سے کہا جو بدستور دروازے کے پاس کھڑا تھا۔

''جی صاحب''...... سلیمان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ وہ سر سلطان، سر عبدالرحمن اور اماں بی کے سامنے ہمیشہ اسی طرح مؤدب ہی رہتا تھا۔ سر سلطان کو اس قدر سنجیدہ دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب کوئی بہت اہم اور خاص معاملہ ہو تو ہی سر سلطان اس قدر سنجیدہ ہوتے تھے اور اس وقت تو وہ بذات خود اس کے فلیٹ میں آئے تھے جس کا مطلب تھا کہ معاملہ ضرورت سے زیادہ اہم تھا۔ عمران خاموشی سے ان کے سامنے آ کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''آپ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ بات ہی کچھ ایسی ہے''...... سر سلطان نے کہا۔

''کیا بات ہے۔ بتائیں''...... عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے

کہا۔

"سردار گڑھ کا نام سنا ہے تم نے"...... سر سلطان نے اسی طرح سنجیدگی سے کہا۔

"سردار گڑھ۔ یہ تو شاید سرحدی علاقہ ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ میں اسی سردار گڑھ کی بات کر رہا ہوں جو یہاں سے دو سو کلو میٹر دور ہے۔ وہاں کا ایک بہت ہی اہم اور فکر میں مبتلا کر دینے والا معاملہ میرے یہاں آنے کا سبب بنا ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے وہاں"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سردار گڑھ آج کل عجیب و غریب سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہاں کے حکام حیران ہیں۔ معاملہ ان کی سمجھ سے باہر ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"عجیب و غریب سرگرمیوں سے آپ کی کیا مراد ہے"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"سردار گڑھ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ وہاں ٹیڑھے میڑھے عجیب سے راستے ہیں جو پہاڑیوں کے درمیان موجود کھائیوں کے گرد سانپوں کی طرح بل کھاتے ہوئے گزرتے ہیں۔ وہاں آثار قدیمہ کے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں اور وہاں عموماً سیاح آتے

جاتے رہتے ہیں۔ ان پہاڑیوں میں ہماری فوج کے جوان بھی دن رات پہرہ دیتے ہیں کیونکہ پہاڑیوں کے دوسری طرف دشمن ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اگرچہ دشمن کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ان پہاڑیوں پر چڑھ کر ہم پر حملہ کر سکے۔ پھر بھی احتیاطاً فوج کا پہرہ رہتا ہے۔ ان پہاڑیوں میں کچھ دن پہلے چند عجیب سے افراد کو دیکھا گیا جن کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی لیکن انہوں نے عجیب سے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے لباس نیلے رنگ کے تھے اور ایسے لگتے جیسے وہ لباس بلٹ اور بم پروف ہوں۔ وہ پہاڑی علاقوں میں ہر طرف گھوم پھر رہے تھے۔ ہمارے فوجی جوانوں نے جب ان لوگوں کو پہاڑیوں کے درمیان گھومتے پھرتے دیکھا تو انہوں نے کوئی نوٹس نہ لیا کیونکہ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ یا تو اردگرد کے کسی گاؤں یا قصبے کے ہیں یا پھر سیاح۔ ویسے بھی فوجی جوانوں کا کام تو صرف اتنا ہے کہ دشمن ملک کی فوج کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ سیاحوں یا پھر اپنے ہم وطنوں کو گھومنے پھرنے سے روکنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن ان آدمیوں میں ایک فوجی جوان کو ایک عجیب بات نظر آئی۔ جس نے اسے حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کسی سے کچھ نہ کہا اور انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ نیلے لباسوں والے افراد گھومتے پھرتے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے"...... سر سلطان نے کہا اور ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

"وہ عجیب بات کیا تھی جو اس فوجی جوان نے دیکھی تھی"۔

عمران نے پوچھا۔

''بتاتا ہوں۔ دوسرے دن اسے پھر اسی قسم کے نیلے لباس والے افراد نظر آئے تو وہ فوجی جسے ان افراد میں ایک عجیب چیز نظر آئی تھی ان نیلے لباس والے افراد کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ جس جگہ وہ نیلے لباس والے افراد دکھائی دیئے تھے وہاں اس فوجی جوان کے ساتھ ایک اور جوان تعینات تھا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی کو ان نیلے لباس والوں کے بارے میں بتایا اور پھر وہ دونوں چوکس ہو گئے اور ان افراد پر نظر رکھنے لگے۔ کافی دیر ادھر ادھر گھوم پھر کر نیلے لباس والے جب پہاڑیوں کے مخصوص راستوں کی بجائے دوسری جانب جانے والے راستوں کی طرف جانے لگے تو ان میں سے وہ فوجی جسے ان نیلے لباس والوں میں عجیب چیز دکھائی دی تھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ اپنے ساتھی سے کہہ کر گیا تھا کہ وہ ان کے پیچھے جا کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ اس طرف کہاں جا رہے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی کو وہیں چھوڑ کر ان کے تعاقب میں چلا گیا۔ کافی دیر گزرنے پر بھی جب وہ واپس نہ آیا تو اس کا ساتھی بہت پریشان ہوا۔ اس نے دو تین اور ساتھیوں کو بلا لیا اور وہ اس کی تلاش میں نکلے تو تین فرلانگ دور جا کر انہیں اس فوجی کی لاش ملی''...... سر سلطان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''لاش''...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں لاش اور تمہیں یہ سن کر اور زیادہ حیرت ہو گی کہ اس کے جسم پر کوئی زخم کا نشان تک نہ تھا۔ مطلب یہ کہ اسے نہ تو کسی ہتھیار سے ہلاک کیا گیا تھا اور نہ اسے گولی ماری گئی تھی اور نہ ہی اس کا گلا گھونٹا گیا تھا''...... سر سلطان نے کہا۔

''تو پھر وہ فوجی کیسے ہلاک ہو گیا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سب نے اس کا چیک اپ کیا لیکن کسی کو اس کی ہلاکت کی وجہ سمجھ نہ آئی تو وہ سب پریشان ہو گئے۔ پھر انہوں نے ملٹری ہسپتال فون کیا۔ ہسپتال سے ایمبولینس آئی اور اسے لے گئی اور پھر اس فوجی جوان کا باقاعدہ پوسٹ مارٹم کیا گیا تو یہ رپورٹ سامنے آئی کہ اس کا ہارٹ فیل ہو گیا تھا''...... سر سلطان نے جواب دیا۔

''ہارٹ فیل۔ اوہ۔ تو وہ فوجی ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوا تھا''...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت کا عنصر تھا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا۔ ٹرالی میں دو کپ چائے اور اسنیکس کی دو پلیٹیں تھیں۔ اس نے ایک پلیٹ اور چائے کا کپ سر سلطان کے سامنے اور دوسرا کپ اور اسنیکس کی پلیٹ عمران کے سامنے رکھی اور پھر وہ مڑا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

''ہاں۔ حالانکہ وہ کسرتی جسم کا مالک اور تندرست انسان تھا اور اس کے ہارٹ فیل ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس دن کے بعد

وہاں ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا گیا"...... سر سلطان نے جواب دیا۔

"لیکن اس فوجی جوان نے ان نیلے لباسوں میں کون سی عجیب چیز دیکھی تھی"...... عمران نے کہا۔

"ان سب کے لباسوں کے کالروں پر ایک سرخ بچھو بنا ہوا تھا"...... سر سلطان نے جواب دیا تو عمران چونک پڑا۔

"سرخ بچھو۔ کیا مطلب"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"بہرحال سردار گڑھ کے فوجی حکام اس دن سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور پہاڑیوں پر پہرے داروں کی تعداد میں کئی گناہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن حکام ابھی تک یہ نہیں جان سکے کہ اس فوجی کا ہارٹ فیل کیوں ہو گیا تھا اور وہ لوگ کون تھے جن کے کالروں پر ریڈ اسکارپین بنے ہوئے تھے"...... سر سلطان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ جرائم پیشہ ہوں اور ریڈ اسکارپین ان کی پہچان کا مخصوص نشان ہو اور فوجی جوان کو دیکھ کر گھبرا گئے ہوں۔ انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہو اور خود فرار ہو گئے ہوں اور پھر جب پوسٹ مارٹم سے ثابت ہوا ہے کہ اس فوجی جوان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس پر اٹیک کیا گیا ہے اور اسے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے"...... عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہی بات الجھائے ہوئے ہے کہ جب سے وہ فوجی ہلاک ہوا ہے اس کے بعد وہاں کہیں بھی وہ نیلے لباس اور سرخ بچھو کے

نشان والے افراد دکھائی نہیں دیئے البتہ پہاڑی علاقے میں سرچ کے دوران ملٹری کو ایک کارڈ ملا ہے"...... سر سلطان نے کہا اور پھر انہوں نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارڈ نکال لیا۔ یہ عام سا وزیٹنگ کارڈ تھا جس کا رنگ سرخ تھا۔ کارڈ پر کوئی تحریر نہ تھی البتہ ایک کونے پر ایک چھوٹا سا دائرہ بنا ہوا تھا جو سرخ رنگ کا ہی تھا اور غور سے دیکھنے پر نظر آتا تھا۔ اس سرخ دائرے میں ایک سرخ رنگ کا ہی بچھو دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے غور سے دیکھا تو جو دائرہ بنا ہوا تھا وہ انگریزی کے چند الفاظ تھے۔ عمران نے وہ الفاظ پڑھے تو چونک پڑا۔ دائرے میں اسانگا لکھا ہوا واضح دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ تو اسانگا کا کارڈ ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ایک بین الاقوامی سنڈیکیٹ ہے جو شر پسند ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی درندہ صفت سنڈیکیٹوں میں شمار ہوتی ہے جس کے نزدیک انسان کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ اس سنڈیکیٹ کی دہشت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ کب یہ سنڈیکیٹ کس ملک میں وارد ہو جائے کوئی نہیں جانتا لیکن جس ملک میں اس سنڈیکیٹ کا نام سنا جاتا ہے وہاں ہر طرف خوف اور دہشت کے بادل چھا جاتے ہیں اور پھر اس ملک میں لاتعداد لاشیں گرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اس کارڈ نے ہی سب کو ہلا دیا ہے کیونکہ یہ کارڈ اسانگا

کی مخصوص پہچان ہے اور جس ملک میں اس سنڈیکیٹ کو وارد ہونا ہوتا ہے وہاں ان کے ایسے ہی کارڈز ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر تو ایسا ہوتا ہے کہ یہ سنڈیکیٹ جسے بھی ٹارگٹ کرتی ہے وہاں یہ کارڈ پھینک کر اپنی پہچان بتا دیتی ہے۔ ہر لاش کے پاس اسانگا کا مخصوص کارڈ پھینکا جاتا ہے جبکہ پہاڑیوں میں ہلاک ہونے والے فوجی کے پاس ایسا کوئی کارڈ نہیں ملا تھا جس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ اس فوجی کی ہلاکت اس اسانگا نامی سنڈیکیٹ کے ہاتھوں ہوئی ہے لیکن یہ کارڈ پہاڑیوں میں اسی راستے پر گرا ہوا تھا جہاں ان نیلے لباس والے اور سرخ بچھو کے نشان والے افراد کو گھومتے پھرتے دیکھا گیا تھا اور پھر وہ بڑے پراسرار انداز میں پہاڑیوں میں جا کر غائب ہو جاتے تھے''...... سر سلطان نے کہا۔ عمران نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ غور سے کارڈ دیکھ رہا تھا۔ کارڈ دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی پر واقعی لاتعداد شکنیں پھیل گئی تھیں۔

''ہو سکتا ہے کہ ان نیلے لباس والوں میں سے کسی سے یہ کارڈ گر گیا ہو''...... عمران نے کہا۔

''ہاں اگر ایسا ہے تو پھر اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے ان افراد کا تعلق اسانگا سے ہے لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اسانگا کا پاکیشیا میں کیا کام اور اس سنڈیکیٹ کے آدمی ان پہاڑیوں میں کیا کرتے پھر رہے ہیں''...... سر سلطان نے کہا۔

''ہاں۔ یہ واقعی سوچنے کی بات ہے۔ بہرحال آپ کیا چاہتے

ہیں''...... عمران نے کہا۔

''میرے لئے اسانگا کا نام ہی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس نام کے سامنے آتے ہی میری تو نیند حرام ہو گئی ہے۔ اگر واقعی یہ اسانگا کا کارڈ ہے تو پھر ان کا سردار گڑھ کی پہاڑیوں میں گھومنا پھرنا کسی بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ شاید یہ لوگ ان پہاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں اور پاکیشیا کے خلاف کسی بڑی سازش کا اعادہ کر رہے ہیں۔ فوجیوں نے گو تمام پہاڑیوں کا جائزہ لیا ہے اور تمام سرحدی علاقوں کی سرچنگ بھی کی ہے لیکن اس کارڈ کے علاوہ انہیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ وہاں اسانگا یا کوئی عام انسان بھی چھپا ہوا ہو اور تم جانتے ہو کہ یہ اسانگا کا ہی خاصہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوتے ہیں سامنے ہونے کے باوجود وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتے اور نہ ہی اپنے پیچھے کوئی نشان چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اس لئے سرچنگ ٹیم بھلا انہیں کیسے ٹریس کر سکتی ہے لیکن اسانگا کا کارڈ ملنا ہی میرے نزدیک پاکیشیا کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس صورتحال کو نظر انداز کرنا حماقت ہوگی اسی لئے میں خاص طور پر تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لو اور اس پہاڑی علاقے میں جا کر خود چھان بین کرو کہ معاملہ کیا ہے۔ کیا واقعی وہاں نیلے لباس اور سرخ بچھو کے نشان والے افراد موجود تھے۔ اگر موجود تھے تو وہ پراسرار انداز میں پہاڑیوں میں کہاں غائب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے اس کارڈ کے ملنے کا کیا

مقصد ہوسکتا ہے۔ میرے خیال میں تو احتیاط کا تقاضا یہی تقاضہ ہے کہ چھان بین کر لی جائے"...... سر سلطان نے کہا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن آپ کو ان سب باتوں کا کیسے علم ہوا ہے"...... عمران نے کہا۔

"سردار گڑھ سے یہ رپورٹ ملٹری ہیڈ کوارٹر بھیجی گئی تھی چونکہ معاملہ مشکوک تھا اور اس میں اسانگا کا نام سامنے آ رہا تھا اس لئے یہ رپورٹ ملٹری ہیڈ کوارٹر سے ڈائریکٹ وزرات داخلہ کو بھیجی گئی۔ مجھے ذاتی طور پر وزیر داخلہ نے اپنے آفس میں بلایا تھا اور انہوں نے مجھے اس سارے معاملے پر بریف کرتے ہوئے سفارش کی ہے کہ میں اس سلسلے میں چیف سے بات کروں تاکہ چیف اس معاملے میں ٹیم سردار گڑھ بھجوا کر اس بات کی تصدیق کرائے کہ آیا وہاں واقعی اسانگا موجود ہے یا جان بوجھ کر ہماری کسی اور معاملے سے توجہ ہٹانے کے لئے یہ کارڈ وہاں پھینکا گیا ہے"۔ سر سلطان نے کہا۔

"نہیں۔ یہ اصل کارڈ ہے۔ یہ جان بوجھ کر نہیں پھینکا گیا ہے بلکہ کسی رکن سے غلطی سے گرا ہے۔ اسانگا انتہائی پراسرار اور کائیاں سنڈیکیٹ ہے جو واقعی اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑتی ہے سوائے ایک کارڈ کے۔ وہ کرمنل سنڈیکیٹ ہے اور اپنی طاقت اور اپنے نام کی دہشت طاری کرنے کے لئے بڑے بڑے جرم کر کے انہیں قبول بھی لیتی ہے تاکہ اس کا نام پوری دنیا میں پھیل جائے لیکن دنیا

میں چند ایسے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں جن کے پیچھے اسانگا کا ہاتھ تھا لیکن وہاں نہ ان کا کوئی کارڈ ملا ہے اور نہ ان کا کوئی نشان البتہ ان کے کام کرنے کا انداز ایک جیسا پایا گیا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اسانگا اپنی طاقت اور اپنی دہشت ظاہر کرنے کے لئے اپنا نام سامنے لاتی ہے لیکن ہر معاملے میں نہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کچھ ایسے کام کریں جن کے بارے میں کسی کو علم نہ ہو سکے کہ اس معاملے میں اسانگا ملوث ہے اور ایسے معاملات عموماً ملکوں کے تختے الٹنے کے ہوتے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"اسانگا کا نام جتنا عجیب ہے ان کے کارنامے بھی اتنے ہی عجیب ہیں۔ یہ سنڈیکیٹ چھوٹے چھوٹے جرائم بھی کرتی ہے اور بڑے سے بڑے جرائم بھی۔ ان کا ٹارگٹ عام انسان بھی ہوتا ہے اور خاص بھی۔ اس کے علاوہ اس سنڈیکیٹ کا کسی ملک میں مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ جس ملک میں اس سنڈیکیٹ نے کام کرنا ہوتا ہے اس ملک میں یہ اپنے کارکن جمع کرتی ہے اور پھر ان کے گروپس بنا کر ان سے کام لیتی ہے۔ صرف گروپس کی حد تک یہ مخصوص نشانات کا استعمال کرتی ہے جیسا کہ سرخ بچھو کا نشان، کالے ناگ کا نشان، کالے گلاب کا نشان وغیرہ"...... سر سلطان نے کہا۔

"جی ہاں۔ یہی اس سنڈیکیٹ کی پہچان ہے کہ یہ ہر بار نئے گروپ بناتی ہے اور جس ملک کے خلاف انہیں کام کرنا ہوتا ہے وہاں گروپوں کے ساتھ اسانگا کا نام جوڑ دیا جاتا ہے۔ ان میں

سے کچھ گروپس اسانگا کے نام سے ہی کام کرتے ہیں اور اپنا مخصوص نشان چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ ایسے گروپس ہوتے ہیں جو اسانگا کے لئے کام تو کرتے ہیں لیکن یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ان کا تعلق اسانگا سنڈیکیٹ سے ہے''...... عمران نے کہا۔

''بہرحال میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم اپنے ساتھیوں کی ٹیم کو معائنہ کے لئے سردار گڑھ بھیجو اور اگر ہو سکے تو خود بھی چلے جاؤ تاکہ اصل بات سامنے آ سکے کہ آخر سردار گڑھ میں ہو کیا رہا ہے''...... سرسلطان نے کہا۔

''اگر یہ آپ کا حکم ہے تو پھر میں حکم حاکم مرگ مفاجات کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں''...... عمران نے مسکرا کر کہا تو اس بار سر سلطان بھی ہنس پڑے۔

''حکم حاکم مرگ مفاجات والی بات ہے تو پھر اس پر تو ابھی عمل ہو جانا چاہئے۔ چیف کے سامنے تو اس ملک کا پرائم منسٹر اور پریذیڈنٹ بھی دم نہیں مار سکتا''...... سرسلطان نے خاص انداز میں ہنستے ہوئے کہا تو عمران بھی ہنس پڑا۔ وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ سرسلطان نے سامنے اصل چیف موجود ہے اس لئے حاکم کے سامنے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

''یہ چیف کا راز بھی ایک بڑا راز ہے جسے نہ آپ اوپن کر سکتے ہیں اور نہ میں۔ آپ چیف کا راز جانتے ہیں اس لئے سب سے زیادہ ڈرنے کی ضرورت مجھے ہونی چاہئے کہ آپ کسی بھی وقت

مجھے راز اوپن کرنے کی دھمکی نہ دے دیں''...... عمران نے کہا تو سرسلطان ایک بار پھر ہنس دیئے۔

''اگر کبھی ایسا ہوا تو''...... سرسلطان نے کہا۔ عمران سے ساری باتیں کرنے کے بعد وہ اب فریش ہو گئے تھے۔ عمران نے سردار گڑھ جانے کی ابھی ان کے سامنے حامی تو نہ بھری تھی لیکن اس نے انکار بھی نہیں کیا تھا اس لئے سرسلطان کو یقین تھا کہ عمران ان کی بات پر ضرور عمل کرے گا اس لئے وہ اب پرسکون اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔

''پھر میں تو آپ کے بڑھاپے کا لحاظ کر جاؤں گا لیکن چیف۔ وہ تو اسانگا سے زیادہ خوفناک اور بے رحم ہے۔ باقی انجام سے آپ مجھ سے زیادہ باخبر ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس راز کو بچانے کے لئے میری زبان بھی ہمیشہ کے لئے بند کی جا سکتی ہے''...... سرسلطان نے ہنس کر کہا۔

''ہاں۔ چیف کے سامنے صرف اس کا سیٹ اپ اور ملک کے مفادات ہیں''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''ارے باپ رے پھر تو مجھے چیف کے عتاب سے بچنے کے لئے ہمیشہ کے لئے ہی چپ سادھنی پڑے گی''...... سرسلطان نے جان بوجھ کر خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''یہی بہتر ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ ایک چپ سو سکھ''...... عمران

نے کہا۔

"ہاں۔ شاید یہ مثال میرے لئے ہی بنی ہے"...... سر سلطان نے کہا اور ان کی حاضر جوابی پر عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"یہ ایک چپ سوکھ والی مثال آپ کے لئے آنٹی کے سامنے مؤدب رہنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسی لئے آنٹی جب بولتی ہیں تو پھر مجال ہے جو آپ کے منہ سے ایک بھی بات نکل سکے"...... عمران نے کہا تو سر سلطان بھی ہنس پڑے۔

"خیر ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔ تمہاری آنٹی آج تک مجھ سے کسی بات پر نہیں جھگڑی"...... سر سلطان نے کہا۔

"نہیں جھگڑیں یہ الگ بات ہے آئندہ بھی نہ جھگڑیں یہ کہنا مشکل ہے"...... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم جیسی چنگاری سے کوئی بعید نہیں کہ کب اور کہاں آگ لگا دے اس لئے مجھے اس سے دور ہی رکھو"...... سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اچھا بتاؤ کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے"...... سر سلطان نے ایک بار پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"وہی پہلے منگنی، پھر شادی اور پھر ولیمہ"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو سر سلطان ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ ابھی عمران کے ذہن میں بھی کوئی لائحہ عمل نہیں ہے اس لئے وہ اسے جواب دینے میں ٹال مٹول کر رہا ہے۔

"اوکے۔ پھر تم سوچ لو میں چلتا ہوں"...... سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے اتنی جلدی کہاں چل دیئے"...... عمران نے انہیں اٹھتے دیکھ کر کہا۔

"مجھے آفس جانا ہے۔ یہ سب بتانے کے لئے میں خصوصی طور پر تمہارے پاس آیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے تمہیں فون کیا یا اپنے آفس میں بلانے کی کوشش کی تو تم نے الٹی سیدھی ہانکنا شروع کر دینا ہے اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ فلیٹ میں ہی آ کر تم سے بات کی جائے"...... سر سلطان نے کہا۔ اسی لمحے عمران اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے یکلخت سر سلطان کا کالر پکڑ لیا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تم کیا کر رہے ہو"...... سر سلطان نے عمران کی اس حرکت پر بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔ عمران نے ان کے کالر سے ہاتھ ہٹایا تو اس کی چٹکی میں سیاہ رنگ کی ایک بڑی مکھی دکھائی دی۔

"یہ مکھی۔ کیا۔ کیا مطلب"۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے سر سلطان کی بات کا جواب دینے کی بجائے مکھی نما آلے کی باریک ٹانگوں کو ناخنوں کی مدد سے توڑنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے مکھی کے اندر سے شعلہ سا نکلا اور پھر اس میں سے دھواں نکلنے لگا۔ عمران نے بٹن سامنے میز پر رکھ دیا۔

"یہ بلیک فلائی ہے جسے فلائی بگ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی

مدد سے ہماری باتیں یہاں سے دور کسی رسیور میں سنی جا رہی تھیں"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"فلائی بگ۔ لیکن یہ میرے کالر پر کہاں سے آ گیا۔ میں تو کوٹھی سے نکل کر سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں۔ راستے میں نہ مجھ سے کوئی ملا اور نہ ٹکرایا تھا پھر یہ فلائی بگ"...... سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے ریموٹ کنٹرول سے کسی عام مکھی کی طرح ہوا میں اُڑایا جا سکتا ہے جس کی باتیں سنی مقصود ہوں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے یہ فلائی بگ اس تک پہنچا کر اس کے لباس سے چپکا دیا جاتا ہے۔ شاید آپ کا تعاقب کیا گیا تھا اور آپ کا تعاقب کرنے والے نے اس فلائی بگ کو ہوا میں اُڑا کر آپ تک پہنچایا اور آپ کے کالر کے پیچھے چپکا دیا تاکہ آپ جہاں بھی جائیں آپ کی نگرانی کی جائے اور آپ کی باتیں سنی جائیں"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ کام کون کر سکتا ہے"...... سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ اسپیشل فلائی بگ ہے جن کا استعمال زیادہ تر اسانگا سنڈیکیٹ ہی کرتی ہے۔ اس فلائی بگ کے آپ کے کوٹ کے کالر سے ملنے کا مطلب ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے اور اسانگا واقعی پاکیشیا میں موجود ہے اور کسی اہم سازش یا کارروائی میں

مصروف ہے"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر سر سلطان نے بھی ہونٹ بھینچ لئے۔

"تو کیا اسانگا پاکیشیا کے خلاف کوئی سازش کر رہی ہے"۔ سر سلطان نے رک رک کر کہا۔

"اس کی موجودگی سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ پاکیشیا میں یقیناً کسی نہ کسی شر پسندی کے لئے پہنچ چکی ہے اور یہ معاملہ چونکہ سردار گڑھ سے شروع ہوا ہے اس لئے اسانگا کے گروپ یقیناً وہیں ہوں گے اور اب مجھے اس معاملے کو انتہائی سنجیدگی سے لینا ہو گا اور سردار گڑھ کا سفر کرنا ہی پڑے گا"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

اسی لمحے کال بیل بج اٹھی تو عمران اور سر سلطان چونک پڑے۔

"اب کون آ گیا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اسی لمحے اسے سلیمان کچن سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف جاتا دکھائی دی۔

"اس وقت کون آیا ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"معلوم نہیں"...... عمران نے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلنے اور پھر اچانک ایک دھماکہ ہونے اور اس کے ساتھ ہی سلیمان کے چیخنے کی تیز آواز سنائی دی تو عمران اور سر سلطان بری طرح سے اچھل پڑے۔ عمران تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ باہر سے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا اور انتہائی مضبوط جسم کا مالک نوجوان تیزی سے کمرے میں داخل ہوتا دکھائی

دیا۔ اس آدمی کا سر گنجا تھا اور اس نے جینز اور سیاہ شرٹ پہن رکھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی عمران ٹھٹھک گیا کیونکہ اس آدمی کے ہاتھ میں ایک بھاری ریوالور تھا۔

"خبردار۔ جہاں ہو وہیں رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا"۔ اس آدمی نے چیختے ہوئے کہا تو سر سلطان سہم کر رہ گئے۔

"کون ہو تم"...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تمہاری موت"...... اس آدمی نے غرا کر کہا۔

"سلیمان کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے"...... عمران نے جواباً غراتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہارا باورچی۔ میں نے اسے گولی مار دی ہے۔ اس کی لاش دروازے کے پاس پڑی ہے"...... اس آدمی نے سفاکی سے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ تیزی سے اس آدمی کی طرف بڑھا تو اس آدمی نے یکلخت ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گولی عمران کے عین کان کے قریب سے گزرتی ہوئی عقبی دیوار میں گھس گئی۔

"کہا ہے نا۔ جہاں ہو وہیں رکے رہو ورنہ گولی مار دوں گا"۔ اس آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک نظر سلیمان کو دیکھنے دو۔ اگر اسے کچھ ہوا تو میں تمہاری بوٹیاں اُڑا دوں گا"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اس کا سرد لہجہ سن کر سر سلطان کانپ کر رہ گئے۔ عمران کے چہرے

پر انتہائی سختی اور درندگی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے اگر ریوالور بردار نے اس کی بات نہ مانی تو وہ واقعی کسی شیر کی طرح اس پر چھلانگ لگا کر اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

"سوری۔ میں تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پیچھے ہٹو اور اس بوڑھے آدمی کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ۔ چلو جلدی کرو"...... اس آدمی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہارا تعلق اسانگا سے ہے"...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی پشت پر سرخ رنگ کا ایک تیر بنا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"ہاں۔ میرا تعلق اسانگا سے ہے اور میں اسانگا کے گروپ ریڈ ایرو سے ہوں اور ریڈ ایرو گروپ کو اسانگا نے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی موت کا ٹاسک دیا ہے اور میں یہاں وہی ٹاسک پورا کرنے پہنچا ہوں"...... اس آدمی نے کہا۔

"تو وہ تم ہی تھے جس نے سر سلطان کے کالر کے پیچھے فلائی بگ لگایا تھا اور یہاں ہونے والی ہماری باتیں سن رہے تھے"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ جب تمہیں اس فلائی بگ کا علم ہوا اور تم نے اسے توڑ دیا تو میں نے فوراً تمہیں اور اس بوڑھے سر سلطان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہاں چلا آیا۔ تمہارا ملازم تو میرے ہاتھوں ہلاک

ہو چکا ہے اب تمہاری اور اس بوڑھے کی باری ہے۔ اسانگا اور اس کے گروپس کے بارے میں جاننے والوں کو کسی بھی صورت میں زندہ نہیں چھوڑا جاتا۔ تمہاری اور سر سلطان کی باتوں سے ہمیں ان افراد کا بھی پتہ چل گیا ہے جنہیں اسانگا کا کارڈ ملا تھا اور وہ سردار گڑھ میں اسانگا کی موجودگی کا شک کر رہے ہیں۔ تمہارے بعد ان سب کو بھی ایک ایک کر کے ختم کر دیا جائے گا اور پھر یہ راز ہمیشہ کے لئے راز ہی رہ جائے گا کہ اسانگا سنڈیکیٹ پاکیشیا میں موجود ہے اور پاکیشیا پر ایسی تباہی مسلط ہونے والی ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"...... اس آدمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا کرنا چاہتی ہے اسانگا سنڈیکیٹ پاکیشیا میں"۔ سر سلطان نے اس کی بات سن کر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر یکلخت جلال اور غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ محب وطن ہونے کی وجہ سے پاکیشیا کی تباہی کا سن کر ان کا خوف زائل ہو گیا تھا اور اس کی جگہ غصے اور نفرت نے لے لی تھی۔ یہ اسی غصے اور نفرت کا نتیجہ تھا کہ بوڑھا ہونے اور خاص طور پر اپنے سامنے ریوالور بردار آدمی کے کھڑے ہونے کے باوجود وہ غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"جو بھی ہو گا وہ نہ تم دیکھ سکو گے نہ عمران اور نہ ہی اس کے ساتھی۔ چونکہ تم دونوں کی ہلاکت کا وقت آ گیا ہے اس لئے میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اسانگا نے اس ملک کی تباہی کی پوری منصو

بندی کر لی ہے۔ جلد ہی اس ملک پر اسانگا کی حکومت ہو گی۔ ہم چونکہ اسانگا کے لئے کام کر رہے ہیں اس لئے جب اس ملک پر اسانگا کا راج ہو گا تو اس راج میں ہم بھی حصہ دار ہوں گے۔ اب تم چھٹی کرو"...... اس آدمی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کی طرف فائر جھونک مارا۔ عمران نے فوراً الٹی قلابازی لگائی اور ٹھیک سر سلطان کے قریب جا گرا۔ اس سے پہلے کہ وہ آدمی دوسری گولی چلاتا عمران نے سر سلطان کو یکلخت دبوچا اور انہیں اٹھا کر مخصوص انداز میں صوفے پر اچھال دیا۔ سر سلطان کے منہ سے چیخ نکلی، وہ صوفے پر گرے اور صوفے سمیت دوسری طرف الٹتے چلے گئے۔ سر سلطان کو صوفے پر اچھالتے ہی عمران نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ نوجوان اس پر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا لیکن شاید وہ اس بات سے انجان تھا کہ عمران سنگ آرٹ کا بہترین ماسٹر ہے۔ اس لئے وہ بھلا اس آدمی کے ریوالور سے نکلنے والی گولیوں کو کیسے خاطر میں لا سکتا تھا۔ نوجوان عمران پر فائرنگ کرتا رہا اور عمران سنگ آرٹ کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا بچاؤ کرتا رہا یہاں تک کہ نوجوان کے ریوالور کی ساری گولیاں ختم ہو گئیں۔ جب ریوالور سے ٹرچ ٹرچ کی آوازیں نکلیں تو عمران نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور قلابازی کھا کر اس نوجوان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ نوجوان حیرت سے آنکھیں پھاڑے کبھی عمران اور کبھی اپنے ہاتھ میں موجود ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے شاید اس بات پر حیرت تھی کہ اس نے

پورا ریوالور خالی کر دیا تھا لیکن عمران کو ایک گولی چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔

"یہ۔ یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میرا نشانہ تو بے داغ ہے۔ میں تو اُڑتی چڑیا کے پر تک اڑا سکتا ہوں پھر تم۔ تم میرے گولیوں سے کیسے بچ گئے۔ تم انسان ہو یا بھوت"...... اس آدمی نے عمران کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"انسانوں کے لئے میں انسان ہوں اور تم جیسی بدروحوں کے لئے بھوت"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"بدروح۔ تم نے مجھے بدروح کہا۔ میں بدروح نہیں انسان ہوں اور میرا نام آسو دادا ہے"...... اس آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آنسو دادا۔ یہ کیسا نام ہے۔ آنسو تو آنکھوں سے ٹپکتے ہیں اور تم نے اپنا نام ہی آنسو دادا رکھ لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مار کھا کھا کر آنسو بہانے کے شوقین ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آنسو نہیں۔ آسو دادا"...... آسو دادا نے غرا کر کہا۔

"تو میں کب کچھ اور کہا ہے میں بھی تو آنسو دادا ہی کہہ رہا ہوں"...... عمران نے کہا تو آسو دادا غرا کر رہ گیا اس نے غصے میں خالی ریوالور عمران پر کھینچ مارا۔ عمران نے اسے ہوا میں ہی دبوچ لیا اور حیرت سے ریوالور دیکھنے لگا۔

"نیا اور جدید ریوالور ہے۔ خاصا قیمتی لگتا ہے۔ چاز میں اسے اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ اپنے باورچی کو دے کر کہوں گا کہ وہ اسے کسی کباڑیئے کو بیچ کر ایک ہفتے کے لئے دودھ پتی اور چینی کا انتظام کر لے تاکہ ہم اطمینان سے صبح شام چائے پی سکیں"۔ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور اچانک وہ چونک پڑا۔ یہ بات کہتے ہوئے اسے اچانک سلیمان کا خیال آ گیا تھا جسے اس آدمی نے دروازے پر ہی گولی مار دی تھی۔ وہ نجانے کس حال میں تھا۔ عمران نے سر گھما کر اس صوفے کی طرف دیکھا جس پر اس نے سر سلطان کو پھینک کر صوفے سمیت دوسری طرف الٹا دیا تھا تاکہ وہ آسو دادا کی چلائی ہوئی کسی اندھی گولی کا نشانہ نہ بن جائے۔ سر سلطان دیوار کے پاس کھڑے تھے۔ ان کے چہرے پر اب بھی خوف کے تاثرات تھے۔

"سر سلطان۔ آپ باہر جا کر سلیمان کو دیکھیں۔ تب تک میں اسے سنبھالتا ہوں"...... عمران نے کہا ساتھ ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہو گیا کیونکہ وہ جیسے ہی سر سلطان کی طرف پلٹا اسی لمحے آسو دادا نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر زور دار مکا مارنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران پہلے سے ہی اس سے ہوشیار تھا۔ جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا آسو دادا کا مکا اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ آسو دادا، عمران پر پھر کوئی وار کرتا عمران کی ٹانگ چلی اور آسو دادا کے منہ سے ایک زور دار چیخ نکلی اور وہ

اچھل کر پیچھے جا گرا۔

آسو دادا کو گرتے دیکھ کر سر سلطان تیزی سے حرکت میں آئے اور بیرونی دروازے کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ زمین پر گرتے ہی آسو دادا ماہر جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''تم نے آسو دادا پر ہاتھ اٹھایا۔ تم۔ تم......'' آسو دادا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا

''ہاتھ نہیں۔ میں نے تم پر پیر چلایا ہے پیارے''...... عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر آسو دادا کے حلق سے غراہٹ نما آواز نکلی اور وہ بڑے جارحانہ انداز میں تیز تیز چلتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔ اس نے قریب آتے ہی جھپٹ کر عمران کی گردن دبوچنی چاہی لیکن عمران ایڑی کے بل گھوما اور اس نے ایک بار پھر ٹانگ چلائی جو آسو دادا کے پہلو پر پڑی۔

آسو دادا چیختا ہوا دوہرا ہوا ہی تھا کہ عمران کی دوسری ٹانگ حرکت میں آئی اور اس بار آسو دادا ہوا میں اچھل کر رول ہوتا ہوا عقب میں موجود دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکلی اور وہ دیوار سے ٹکرا کر دھب سے نیچے گرا۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا عمران نے چھلانگ لگائی اور اس کے سر کے قریب آ گیا۔ آسو دادا نے سر اٹھایا ہی تھا کہ عمران کی ٹانگ پھر حرکت میں آئی اور اس بار آسو دادا کے سر پر زور دار دھماکہ ہوا۔ اسے اپنا سر ناریل کی طرح پھٹتا ہوا محسوس ہوا وہ چیختا

لیکن عمران کی دوسری ٹانگ سے نہ صرف وہ خاموش ہو گیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے پڑتے چلے گئے۔ اسی لمحے سر سلطان چیختے ہوئے اندر آ گئے۔

''عمران عمران۔ سلیمان کی حالت بہت خراب ہے۔ اس کے سینے میں گولی لگی ہے۔ اس کا بہت خون بہہ گیا ہے''...... سر سلطان نے اندر آتے ہی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

''وہ زندہ تو ہے''...... عمران نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں اس کا سانس چل رہا ہے لیکن وہ بے ہوش ہے''...... سر سلطان نے جواب دیا تو عمران تیزی سے باہر کی جانب دوڑا۔ بیرونی دروازے کے پاس جا کر وہ رک گیا۔ سامنے سلیمان اوندھا پڑا ہوا تھا۔ وہ ساکت تھا اس کے گرد خون کا تالاب سا بنا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

''سلیمان سلیمان''...... عمران نے بے تابی سے کہا اور پھر وہ اس کے دل کی دھڑکن اور نبض چیک کرنے لگا۔ دل کی دھڑکن اور نبض چلتے دیکھ کر اس کے چہرے پر سکون آ گیا۔ اسی لمحے سر سلطان بھی تیز تیز چلتے ہوئے وہاں آ گئے۔

''میں نے اسپیشل ہسپتال فون کر کے ایمبولینس منگوا لی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ کچھ نہیں ہو گا اسے''...... سر سلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اس کا کافی خون بہہ گیا ہے۔ ایمبولینس کے آنے میں دیر

لگ جائے گی۔ اس کا جلد سے جلد ہسپتال پہنچنا ضروری ہے۔ میں اسے لے جاتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ تم اس آدمی کو دیکھو۔ وہ کون ہے۔ سلیمان کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ اسے میں اپنی گاڑی میں اسپیشل ہسپتال پہنچا دیتا ہوں''...... سر سلطان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اسے آپ کے ساتھ آپ کی گاڑی تک چھوڑ آتا ہوں۔ آپ جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ہسپتال پہنچا دیں۔ میں ڈاکٹر صدیقی سے بات کر لیتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس کی زندگی مقصود ہوئی تو ڈاکٹر صدیقی یقیناً اس کی جان بچا لیں گے''۔ عمران نے کہا تو سر سلطان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے فوراً سلیمان کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور دروازے سے باہر آ گیا۔

''وہ آدمی۔ کیا اسے ایسے ہی چھوڑ کر جاؤ گے''...... سر سلطان نے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

''میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ وہ اگلے دو گھنٹوں تک اسی حالت میں رہے گا''...... عمران نے کہا تو سر سلطان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران، سلیمان کو اٹھائے تیز تیز چلتا ہوا پارکنگ میں آیا جہاں سر سلطان کی کار موجود تھی۔ اس نے سلیمان کو سر سلطان کی کار کی عقبی سیٹ پر ڈال دیا۔ سر سلطان چونکہ خود کار چلا کر لائے تھے اس لئے وہ فوراً ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے اور پھر وہ سلیمان کو

لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

''تم فکر نہ کرو سلیمان۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے یقین ہے جب تک مجھ سے تم اپنی سابقہ تنخواہیں وصول نہیں کر لو گے تم ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کرو گے اور میں تمہیں تنخواہیں دینے والا نہیں ہوں اس لئے ہم ساتھ ساتھ رہیں گے''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا اور پھر وہ تیزی سے واپس اپنے فلیٹ کی طرف بڑھا۔ فلیٹ میں داخل ہو کر وہ سٹنگ روم میں آیا تو یہ دیکھ کر اچھل پڑا کہ آسو دادا کو وہ جس جگہ بے ہوش چھوڑ کر گیا تھا اب وہ وہاں پر موجود نہ تھا۔

''کیا مطلب۔ یہ آسو دادا کہاں غائب ہو گیا۔ میں نے تو اس کے سر پر ایسا وار کیا تھا کہ اسے اگلے دو سے تین گھنٹوں تک ہوش نہ آ سکتا تھا پھر اسے اتنی جلدی ہوش کیسے آ گیا اور وہ کہاں چلا گیا''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے پورا فلیٹ چھان مارا لیکن آسو دادا وہاں موجود نہ تھا۔ سلیمان کو لے جاتے ہوئے چونکہ اس نے فلیٹ کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا اور اس دوران شاید آسو دادا کو ہوش آ گیا تھا۔ کھلا دروازہ دیکھ کر اسے وہاں سے نکل بھاگنے میں کوئی مسئلہ نہ ہوا تھا۔

عمران ابھی آسو داد کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ تیزی سے سامنے والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا

کر کان سے لگا لیا۔

"عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب"...... دوسری جانب سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب ایک اہم بات ہے۔ کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے مس جولیا کے فلیٹ میں آ سکتے ہیں"...... دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"کیوں۔ کیا بات ہے"...... عمران نے کہا۔

"یہاں ایک لاش موجود ہے"...... صفدر نے کہا۔

"لاش۔ کیا مطلب"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ آپ پلیز جلد آ جائیں"...... دوسری طرف سے صفدر نے کہا۔

"لیکن لاش کس کی ہے یہ تو بتاؤ کہیں میرا رقیب روسفید تو منہ نہیں موڑ گیا"...... عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک اجنبی کی لاش ہے۔ آپ آ کر خود دیکھ لیں"...... دوسری طرف سے صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

"میں نے عمران صاحب کو فون کر دیا ہے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے"...... صفدر نے کہا۔

"کیوں۔ اسے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ یہاں آ کر کیا کرے گا"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ضرورت تھی۔ صفدر نے عمران کو کال کر کے اچھا کیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس آدمی کا اس طرح میرے فلیٹ میں آنا میرے دروازہ کھولنے پر اس کا گر جانا۔ اس کا یہ کہنا کہ اسے زہر دیا گیا ہے اور پھر اس کے آخری الفاظ کہ پاکیشیا ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ اگر آپ کو اپنا ملک بچانا ہے تو فوراً سردار۔ اس سردار کے بعد یہ کیا کہنا چاہتا تھا اور اسے کس نے زہر دیا ہے اور ملک کو کیا خطرہ لاحق ہے"...... جولیا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ سوچنے کی بات نہیں باتیں ہیں"...... تنویر نے مسکرا کر کہا۔

''اس وقت ہم گرائمر نہیں پڑھ رہے۔ ہمارے گھر میں ایک آدمی کی لاش موجود ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے''...... جولیا نے تلملا کر کہا۔

''اوہ ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ خیر آپ نے سوچنے کی ان باتوں میں ایک بات کا ذکر نہیں کیا''...... تنویر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

''کون سی بات''...... صفدر نے چونک کر کہا۔

''پاکیشیا ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ اگر آپ کو اپنا ملک بچانا ہے تو فوراً سردار۔ آخر وہ کیا کہنا چاہتا تھا''...... تنویر نے انہیں یاد دلایا۔

''کاش وہ سردار سے آگے بھی کچھ کہنے میں کامیاب ہو جاتا''...... جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''یہ بات بہت اہم ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہو گا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا''...... صفدر نے کہا۔

''سردار سے کسی جگہ یا کسی علاقے کا نام تو شروع نہیں ہوتا یا پھر کسی بہت بڑی شخصیت کے نام کا پہلا حصہ بھی ہو سکتا ہے''۔ تنویر نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس لاش کی موجودگی میں میرا ذہن شاید اس وقت ماؤف ہو چکا ہے۔ اب عمران ہی آ کر اس پر کچھ روشنی ڈال سکے گا''...... جولیا نے کہا۔

''کیوں۔ کیا ان کے پاس بہت بڑی ٹارچ ہے جو اس پر وہی روشنی ڈال سکتا ہے''...... تنویر نے حسب معمول منہ بنا کر کہا۔

''تمہیں تو واقعی عمران سے خدا واسطے کا بیر ہے جب بھی اس کا نام لو تم الٹی سیدھی ہانکنا شروع کر دیتے ہو''...... جولیا نے جواباً منہ بنا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب میں اپنی زبان پر قابو رکھوں گا''...... تنویر نے فوراً کہا۔

''بس رکھ چکے تم''...... جولیا نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

''سچ کہتا ہوں۔ سوچے سمجھے بغیر جملہ منہ سے نکل گیا تھا''۔ تنویر نے کہا۔

''پہلے کبھی سوچ سمجھ کر بھی جملہ منہ سے نکالا ہے تم نے''۔ جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''اچھا اب معاف کر دیں''...... تنویر نے کہا۔

''جانے دیں مس جولیا''...... صفدر نے کہا۔

''اچھا۔ جاؤ''...... جولیا نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے ناک پر بیٹھی مکھی اڑائی ہو۔

''اب آپ میرا مذاق اُڑا رہی ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم غلط سمجھے۔ ہاں تو ہم کیا بات کر رہے تھے''...... جولیا نے جلدی سے کہا۔

"ہمیں عمران صاحب کے آنے سے پہلے ہی کسی نتیجے پر پہنچ جانا چاہئے"...... صفدر نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے کیسے"...... جولیا نے کہا۔

"اس اجنبی کے الفاظ پر غور کر کے...... صفدر نے کہا۔ اس وقت گھنٹی بج اٹھی تو وہ چونک پڑے۔ گھنٹی بجانے کا مخصوص انداز عمران کا ہی تھا۔ جولیا فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے واہ۔ میرا رقیب روسفید بھی یہاں موجود ہے۔ کہیں اس نے یہاں آ کر میرے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان تو نہیں کر دیا اور یہ لاش۔ ارے باپ رے۔ یہاں تو واقعی لاش موجود ہے"۔ عمران نے اندر آتے ہی چہکتے ہوئے کہا اور پھر اس کی نظریں صوفے پر پڑے ہوئے آدمی کی لاش پر پڑیں تو وہ چونک پڑا۔

"ہاں۔ یہی لاش دکھانے کے لئے ہم نے آپ کو بلایا ہے"۔ صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

"لاش دکھانے کے لئے۔ کیوں۔ کہیں یہ تنویر کی شرارت تو نہیں کہ یہ مجھے لاش دکھا کر ڈرانا چاہتا ہو کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں ورنہ میرا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران پلیز۔ فضول باتیں مت کرو۔ ہمیں اس آدمی نے بری طرح سے الجھا دیا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"آدمی نے الجھا دیا ہے لیکن کیسے۔ یہ تو لاش ہے اسے آدمی کی

لاش تو کہا جا سکتا ہے آدمی نہیں۔ اگر یہ زندہ لاش ہے تو پھر دوسری بات ہے"...... عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والوں میں سے تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر لاش کا معائنہ کیا۔

"یہ زندہ لاش نہیں ہے یہ واقعی مر چکا ہے لیکن اس کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس نے بتایا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے"...... جولیا نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"اوہ۔ کیا یہ یہاں زندہ آیا تھا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

"اور مرنے سے پہلے اس نے یہ بھی کہا تھا پاکیشیا ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ اگر آپ کو اپنا ملک بچانا ہے تو فوراً سردار۔ سردار کہتے ہی اس نے ہچکی لی اور پھر ہلاک ہو گیا"...... صفدر نے کہا۔

"کیا مطلب"...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

"اس نے یہی سب کہا تھا اور سردار کا لفظ منہ سے نکالنے کے بعد اس سے آگے یہ کچھ نہ کہہ سکا۔ ایک ہچکی لی اور مر گیا"۔ جولیا نے صفدر کی تائید میں بولتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا ایک بہت بڑے خطرے کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ اگر آپ کو اپنا ملک بچانا ہے تو فوراً سردار۔ سردار"...... عمران نے سردار کے الفاظ بار بار دوہراتے ہوئے کہا اور پھر وہ یکلخت بری

طرح سے اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیل گئے۔

"کیا ہوا"...... اسے اچھلتے اور حیران ہوتے دیکھ کر جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس نے ہمیں پیغام دیا ہے۔ ملک کو بچانے کے لئے فوراً سردار گڑھ پہنچو"...... عمران نے جواب دیا تو اس بار وہ تینوں اچھل پڑے۔

"سردار گڑھ۔ کیا مطلب"...... صفدر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا تو عمران نے بھی انہیں سر سلطان کی آمد اور پھر ان کی بتائی ہوئی تفصیل بتا دی اور پھر اس نے انہیں آسو دادا کی آمد کا بھی بتا دیا جس نے سلیمان کو گولی مار دی تھی۔ اور پھر وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں تفریح کا ارادہ ترک کرنا پڑے گا۔ کیس شروع ہو گیا ہے اور اب ہمیں اس نئے اور حیرت انگیز کیس پر کام کرنا پڑے گا۔ اگر واقعی اسانگا نامی سنڈیکیٹ پاکیشیا میں موجود ہے تو پھر ان سے کوئی بعید نہیں۔ وہ پاکیشیا میں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ پاکیشیا کو اس جیسی دہشت گرد، بے رحم اور سفاک سنڈیکیٹ سے بچانے کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی ہو گی۔ اسانگا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سنڈیکیٹ ہمیشہ ہی کامیابیاں سمیٹتی آئی ہے لیکن اس بار ایسا نہیں ہو گا۔ ہم اسانگا کو

پاکیشیا میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس سنڈیکیٹ کی پاکیشیا کے خلاف جو بھی سازش ہے ہم اسے سبوتاژ کریں گے اور اس بار اسانگا کو یہاں سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ملے گا"...... صفدر نے کہا۔

"اسانگا کو یہاں ناکامی کے ساتھ ساتھ اپنی تباہی کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کی تباہی ہمارے ہاتھوں ہو گی۔ ہمارے آہنی ہاتھوں سے ٹکرا کر اسانگا پاش پاش ہو جائے گی اور اس کا نام ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا"...... تنویر نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہی ہو گا۔ وہ کہتے ہیں نا کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے۔ یہی حال اسانگا سنڈیکیٹ کا ہے اس کا بھی برا وقت آ گیا ہے جو اس نے پاکیشیا کا رخ کیا ہے"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"اگر اسانگا کے رکن سردار گڑھ میں ہیں تو پھر ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں وہاں جا کر اس سنڈیکیٹ کو تلاش کرنا چاہئے اور اسے پاکیشیا کے خلاف کی جانے والی سازش سمیت ختم کرنا ہو گا"۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں عمران صاحب۔ مس جولیا ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اس معاملے کو ہمیں ایزی نہیں لینا چاہئے۔ ابھی ہمارے سامنے صرف اسانگا کا نام آیا ہے۔ ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ آخر اسانگا سنڈیکیٹ پاکیشیا میں کرنے کیا آئی ہے یا اس کے عزائم کیا

ہیں۔ اسانگا سنڈیکیٹ کے عزائم ہمیشہ ملک کی تباہی اور بربادی کے ہوتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں ہر صورت انہیں پاکیشیا میں تباہی اور بربادی پھیلانے سے روکنا ہو گا اور ایسا تب ممکن ہو سکتا ہے جب ہم اس سنڈیکیٹ تک پہنچ جائیں اور اس سنڈیکیٹ کا خاتمہ کر دیں"۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں چیف سے بات کرتا ہوں۔ آخری فیصلہ ظاہر ہے چیف کو ہی کرنا ہے کہ ہمیں سردار گڑھ جانا چاہئے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کام کے لئے کسی اور ٹیم کا انتخاب کریں اور ہم یہاں بیٹھے بغلیں ہی بجاتے رہ جائیں"...... عمران نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔

عمران کو اس آدمی کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار تھا جو زہر خورونی کا شکار ہوا تھا اور جولیا کے فلیٹ میں آ کر ہلاک ہوا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے کون سا زہر دیا گیا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو سردار گڑھ جانے کے لئے تیار رہنے کا بھی کہہ دیا تھا۔

جن افراد کو عمران نے سردار گڑھ ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا تھا ان میں جولیا، صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر شامل تھے۔ معاملہ چونکہ پراسرار تھا اور انہیں پورے سردار گڑھ کو چیک کرنا تھا اس لئے عمران نے کچھ سوچ کر ان میں صدیقی اور چوہان کو بھی شامل کر لیا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ سردار گڑھ جائیں گے۔ عمران نے اب ان سب کو اپنے فلیٹ میں ہی بلا لیا تھا اور وہ سردار گڑھ جانے کے لئے آپس میں ڈسکس کر رہے تھے۔ ٹائیگر اس آدمی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ لینے گیا ہوا تھا۔

سر سلطان نے سلیمان کو بروقت ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر

صدیقی نے سلیمان کا آپریشن کر کے اس کے سینے میں سے گولی نکال دی تھی۔ اسے دو خون کی بوتلیں لگی تھیں۔ ایک روز بے ہوش رہنے کے بعد اسے ہوش آ گیا تھا اور ڈاکٹر صدیقی نے بتا دیا تھا کہ اب سلیمان کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس کا چند روز ہسپتال میں رہنا ضروری تھا۔ اس لئے عمران، سلیمان کی جانب سے بے فکر ہو گیا تھا۔

"اگر وہاں واقعی اسانگا سنڈیکیٹ کے افراد موجود ہیں تو پھر وہ صرف پہاڑیوں تک ہی محدود نہ ہوں گے۔ پہاڑیوں کی سرچنگ کرنے والے گروپ اور ہوں گے اور سردار گڑھ کی نگرانی کرنے والے گروپ اور۔ سردار گڑھ میں میرا ایک دوست موجود ہے۔ میں نے اس سے فون پر بات کی ہے۔ اس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ سردار گڑھ جانے والے راستوں کی چیکنگ کی گئی ہے اور اب تو ایسی صورت حال دیکھنے میں آ رہی ہے کہ سردار گڑھ میں جانے والے عام افراد اور سیاحوں کو بھی چیکنگ کے سخت مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ اقدام سردار گڑھ کے سردار چنگیز خان نے کرایا ہے۔ وہ اس علاقے کا کرتا دھرتا ہے۔ اس علاقے میں اس کی سب سے زیادہ زرعی اراضی ہے اس لئے وہ خود کو اس علاقے کا بے تاج بادشاہ سمجھتا ہے۔ اس کے سامنے مقامی حکام بھی بے بس ہوتے ہیں اور اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ صوبائی اور وفاقی اعلیٰ حکام اس کے علاقے میں داخل نہ ہوں اور نہ ہی وہاں کوئی

کارروائی کریں۔ چونکہ وہ ایک سرحدی علاقہ ہے اس لئے وہاں ایک چیک پوسٹ موجود ہے اور پہاڑیوں پر دشمن ملک کی نگرانی کے لئے رینجرز تعینات ہیں۔ ان رینجرز کو بھی محض پہاڑیوں تک محدود رکھا گیا ہے اور وہ مقامی سطح پر کوئی مداخلت نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس علاقے میں چند تھانے ہیں لیکن وہ تھانے بھی اس سردار چنگیز خان کے اشاروں پر چلتے ہیں"۔ عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ بتا رہے ہیں کہ سردار چنگیز خان سردار گڑھ کا بے تاج بادشاہ ہے تو ظاہر ہے وہاں اسی کا حکم چلتا ہوگا پھر تھانے تو کیا اعلیٰ حکام بھی اس کے زیر اثر ہوں گے"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ صرف یہی نہیں۔ سردار چنگیز خان کے بارے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اس نے سردار گڑھ کی حفاظت کے لئے ذاتی ملازموں کی ایک مسلح فورس بھی بنائی ہوئی ہے۔ جسے اس نے فرسٹ فورس کا نام دیا ہوا ہے اور پورے علاقے میں فرسٹ فورس کا ہی کنٹرول رہتا ہے۔ پرانے زمانے کے بادشاہوں کے مخبروں کی طرح یہ فورس مقامی افراد کے ساتھ ساتھ غیر مقامی افراد کو بھی [illegible] کرتی ہے اور جو بھی سردار چنگیز خان کے خلاف بولتا ہے۔ ان کے افراد اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور سردار چنگیز خان کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس آدمی کے

بارے میں کبھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور وہ کہاں گیا۔ سردار چنگیز خان کی وہاں بہت بڑی حویلی ہے جہاں اس نے بڑے بڑے تہہ خانے بنائے ہوئے ہیں اور ان تہہ خانوں میں نہ صرف قیدیوں کے لئے جیلیں بنائی گئی ہیں بلکہ وہاں دشمنوں کو اذیت دینے کے لئے بڑے بڑے ٹارچر سیل بھی بنے ہوئے ہیں۔ ایک بار ان ٹارچر سیلوں میں جو پہنچ جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''تب تو یہ سردار چنگیز خان بے حد سفاک اور درندہ صفت انسان ہے جو اس نے اپنی جیلیں اور ٹارچر سیلز بنا رکھے ہیں''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ جیسا اس کا نام ہے وہ اپنے نام کے عین مطابق کام کرتا ہے۔ اس جیسے سفاک، ظالم اور درندہ صفت انسان کا نام سن کر وہاں کے لوگ کانپ اٹھتے ہیں اور اس کے ہر حکم کی پابندی کرتے ہیں۔ جو اس کے خلاف جاتا ہے اس کے خلاف سردار چنگیز خان کی فرسٹ فورس حرکت میں آتی ہے اور پھر اس کا انجام ظاہر ہے خوفناک ہی ہوتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ سردار گڑھ میں ہمیں اسانگا سنڈیکیٹ کے افراد کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ اس سردار چنگیز خان اور اس کی فرسٹ فورس کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے''...... صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ سردار چنگیز خان اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اس کے اور سردار گڑھ کے معاملات میں مداخلت کی جائے''...... عمران نے کہا۔

''تو پھر ہم وہاں کھل کر تحقیقات کیسے کریں گے۔ ہمارے راستے میں فرسٹ فورس آئی تو''...... چوہان نے کہا۔

''ہمیں فرسٹ فورس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہمارے آڑے آنے کی کوشش نہیں کرے گی لیکن جس طرح اسانگا کے بارے میں ہم سب تفصیل سے جانتے ہیں کہ وہ کس طرح کی سنڈیکیٹ ہے اور وہ کیا کر سکتی ہے اسی طرح اس سنڈیکیٹ کو بھی ہمارے بارے میں مکمل معلومات ہوں گی اور اگر وہ سردار گڑھ میں پاکیشیا کے خلاف کسی سازش کے سلسلے میں موجود ہیں تو وہ ہمیں کسی بھی صورت میں سردار گڑھ میں داخل نہ ہونے دیں گے بلکہ جو رپورٹس مجھے ملی ہیں کہ ان علاقوں کی سخت چیکنگ کی گئی ہے اور سردار گڑھ میں کسی کو آسانی سے داخل نہیں ہونے دیا جا رہا اس سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ اقدام صرف اور صرف ہمارے لئے کیا جا رہا ہے کہ ہم کسی بھی طریقے سے سردار گڑھ نہ پہنچ سکیں''۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو کیا وہ ہمیں روکنے کی کوشش کریں گے''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں۔ نہ صرف روکنے کی بلکہ ان کی یہ کوشش بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ہمیں ٹارگٹ کر سکیں''...... عمران نے جواب دیا تو وہ سب

چونک پڑے۔

"اوہ۔ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ ہمیں ٹارگٹ کرنے کی بھی کوشش کر سکتے ہیں"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسانگا سنڈیکیٹ کے ریڈ ایرو گروپ کے جس آدمی نے اچانک میرے فلیٹ میں آ کر سلیمان کو گولی ماری تھی اور وہ مجھے اور سر سلطان کو بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاص طور پر میری نگرانی کر رہے تھے اور وہ اسی تاک میں ہیں کہ اگر میں نے سردار گڑھ کا رخ کروں تو وہ مجھے اور میرے ساتھ جانے والے میرے ساتھیوں کو ٹارگٹ کر سکیں"...... عمران نے کہا۔

"تو کیا انہوں نے سردار گڑھ کے تمام راستوں کی پکٹنگ کر رکھی ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"سردار گڑھ تین کے اطراف میں اونچی نیچی اور انتہائی دشوار گزار پہاڑیاں موجود ہیں۔ سردار گڑھ جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ بھی زمینی۔ پہاڑیوں سے سرحد پر نظر رکھنے کے لئے جو فوجی جاتے ہیں وہ بھی زمینی راستے استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو جانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس طرف جانے والے ہیلی کاپٹرز اور طیارے سرحد پار سے آسانی سے نشانہ بنائے جا سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کال بیل بج اٹھی تو وہ خاموش ہو گئے۔

"جاؤ دیکھو۔ یہ ضرور ٹائیگر ہو گا"...... عمران نے کہا تو صفدر اٹھ کر دروازے کی طرف چلا گیا۔ باہر واقعی ٹائیگر تھا۔ وہ اسے لے کر اندر آ گیا۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے باس"...... ٹائیگر نے آتے ہی کہا۔

"مجھے دکھاؤ"...... عمران نے کہا۔ ٹائیگر نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا پیپر نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے پیپر کھولا اور رپورٹ دیکھنے لگا اور پھر اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

"کیا ہوا"...... اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات دیکھ کر جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے بتایا تھا کہ اس آدمی نے کہا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے"...... عمران نے جواب دینے کی بجائے الٹا اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا"...... جولیا کی بجائے تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے خون میں کسی قسم کے زہر کے اثرات نہیں پائے گئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر وہ ہلاک کیسے ہو گیا"...... جولیا نے چونک کر کہا۔

"پوسٹ مارٹم کی اس رپورٹ کے مطابق اس آدمی کی موت ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے"...... عمران نے کہا تو وہ

تینوں حیران رہ گئے۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس نے خود کہا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے اور وہ مر رہا تھا اور مرنے والے انسان کو بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ اسی بات پر تو میں بھی حیران ہو رہا ہوں کہ مرتے وقت کوئی آدمی جھوٹ نہیں بول سکتا"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ وہ گہری سوچ میں کھو گیا۔

"اوہ"...... اچانک عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ یکلخت اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئیں۔

"اب کیا ہوا"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تو واقعی کوئی بہت لمبا چکر معلوم ہوتا ہے"...... عمران نے اسی طرح حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب"...... ان کے منہ سے نکلا۔

"سنو۔ وہ فوجی بھی ہارٹ فیل سے ہلاک ہوا تھا لیکن اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسے بھی زہر دیا گیا ہوگا اور یہ ضرور کوئی ایسا زہر ہے جو ہارٹ فیل ہونے کا سبب بنتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ پہاڑیوں میں ہلاک ہونے والے فوجی کو بھی شاید ایسا ہی زہر دیا گیا تھا لیکن یہ کیسا زہر ہے کہ پوسٹ مارٹم ہونے کے باوجود اس کے ٹریسز تک نہیں ملتے اور

مرنے والے کی موت ہارٹ فیل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے"...... صدیقی نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ کسلاٹائی زہر ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔

"کسلاٹائی زہر۔ اوہ اوہ۔ کہیں تم اس وائٹ پوائزن کی بات تو نہیں کر رہے جو پرانی دلدلوں کے کناروں پر قدرتی طور پر سفید رنگ کی پیدا ہونے والی کائی کے بیجوں میں پایا جاتا ہے اور جسے عام طور پر فائی سڈ کہا جاتا ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں۔ اگر کوئی غلطی سے سفید کائی کے بیجوں کو کھا لے تو اس کا زہر فوری طور پر اثر نہیں کرتا۔ اس زہر سے خون آہستہ آہستہ گاڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جو کلوٹ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ کلوٹ گوشت کے لوتھڑوں جیسے ہوتے ہیں جو دل کی شریانوں میں جا کر پھنس جاتے ہیں اور پھر دل کی شریانیں بند ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں ہارٹ اٹیک ہوتا ہے جو انسان کی موت کا باعث بنتا ہے۔ ہلاکت کے فوری بعد فائی سڈ زہر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور پھر کسی بھی ٹیسٹ میں اس کے ٹریسز تک نہیں پائے جاتے اس لئے یہ اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ ہلاک ہونے والے کی موت کا باعث وہ زہریلے بیج ہو سکتے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم فائی سڈ کے بارے میں یہ سب کیسے جانتے ہو"۔

صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چونکہ ان دنوں ہمارے پاس کوئی کیس نہ تھا تو میں نے بھی عمران صاحب کی طرح مسلسل معلوماتی کتابیں پڑھنا شروع کر رکھی ہیں۔ چند روز قبل میرے ہاتھ مختلف زہروں کے متعلق ایک کتاب لگی تھی۔ اس کتاب میں ایسے ہی زہروں کے بارے میں لکھا گیا تھا جو بظاہر بے ضرر ہوتے ہیں لیکن ان کے اثرات آہستہ آہستہ جانداروں کے جسموں پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر یا تو وہ خوفناک اور حیرت انگیز بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا پھر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسے زہروں کو عام طور پر ڈینجر وائرس بھی کہا جاتا ہے جو ہر جاندار کے جسموں میں جا کر اندر سے جسمانی نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پہاڑیوں میں جس فوجی کی ہلاکت ہوئی تھی اور مس جولیا کے فلیٹ میں آ کر جو آدمی ہلاک ہوا تھا اسے فائی سڈ زہر ہی دیا گیا تھا“...... چوہان نے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو اس رپورٹ میں اس آدمی کی ہلاکت کی وجہ ہارٹ فیل ہونا بتائی گئی ہے جبکہ صفدر، مس جولیا اور تنویر کے سامنے اس آدمی نے خود اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”لیکن وہ آدمی تھا کون اور آیا کہاں سے تھا“...... صدیقی نے کہا۔

”ہم نے اس کی تلاشی لی تھی لیکن اس کی ساری جیبیں خالی تھیں۔ اس کے پاس کوئی شناخت نامہ نہ تھا۔ ہم نے اس سے اس کا نام بھی پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے اپنا نام تک نہ بتایا تھا“...... جولیا نے کہا۔

”ٹائیگر۔ کیا تم بھی معلوم نہیں کر سکے کہ یہ آدمی کون تھا اور کہاں سے آیا تھا“...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نو باس۔ میں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن نہ تو اس آدمی کا نام معلوم ہو سکا ہے اور نہ یہ پتہ چل سکا ہے کہ یہ کہاں سے آیا تھا“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس نے سردار کہا تھا اور پھر ہلاک ہو گیا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ سردار گڑھ کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا تھا اور وہ بھی پولیس یا حکومت کے کسی اہم آدمی کو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق سردار گڑھ سے ہی ہو اور یہ وہیں سے آیا ہو اور اس نے بھی سردار گڑھ میں اس فوجی کی طرح کوئی خاص بات دیکھی ہو یا پھر اسے اسانگا کے وہاں موجود ہونے کا کچھ پتہ چلا ہو“...... عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ جس قدر خوفزدہ تھا اس سے تو یہی لگ رہا ہے جیسے یہ کوئی بہت اہم بات جانتا ہو“...... صفدر نے کہا۔

”تمہارے پاس اس آدمی کی تصویر ہے“...... عمران نے ٹائیگر

سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو تم سردار گڑھ کے اردگرد کے علاقوں کا سرچ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ اردگرد کے علاقے میں کوئی اسے جانتا ہو۔ ہمارے لئے یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ آخر یہ آدمی تھا کون اور اس کے پاس ایسا کیا راز تھا جو یہ اعلیٰ حکام تک پہنچانے کے لئے زہر خوردنی کے باوجود یہاں تک پہنچ گیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"اوکے باس۔ میں معلوم کرتا ہوں"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا لیکن پھر وہ واپس آ گیا۔

"کیا ہوا۔ کچھ یاد آیا ہے کیا"...... اسے واپس آتے دیکھ کر عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا"...... عمران نے پوچھا۔ باقی سب بھی اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں دو دنوں سے یہاں آ رہا ہوں اور ایک بات محسوس کر رہا ہوں کل تو میں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی لیکن آج آپ سے ذکر کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا بات ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ کے فلیٹ کی نگرانی ہو رہی ہے"۔ ٹائیگر

نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔

"تم یہ بات کس بنا پر کہہ رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے دو آدمیوں کو اس عمارت کے اردگرد منڈلاتے دیکھا ہے اور ان کی نظریں آپ کے فلیٹ پر ہی ہوتی ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال ٹھیک ہو حالات بھی یہی کہتے ہیں کہ ہماری نگرانی ضرور ہو رہی ہے۔ اسانگا سنڈیکیٹ بہت منظم سنڈیکیٹ ہے اس کے آدمی یہاں سے لے کر سردار گڑھ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اسانگا سینڈیکیٹ کا چیف ہرمنٹ کا حال جاننا چاہتا ہے اس لئے اس نے اپنے آدمیوں کو میری نگرانی پر لگا رکھا ہے۔ اور شاید اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ہم سردار گڑھ جانے کے لئے کب روانہ ہوتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آپ کے فلیٹ میں داخل ہونے کی کوشش کریں اور آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں"...... صفدر نے کہا۔

"نہیں میرا اندازہ ہے کہ دوبارہ ایسا نہیں ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"آخر یہ سب چکر کیا ہے"...... جولیا نے پوچھا۔

"یہی معلوم کرنے کے لئے ہم سردار گڑھ جا رہے ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"اگر یہ لوگ ہوشیار ہیں تو ہمیں ضرور راستے میں روکنے کی کوشش کریں گے"...... صفدر نے کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا"...... عمران نے کہا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کال بیل بج اٹھی تو وہ چونک پڑے۔

"یہ تو کسی انجان آدمی کے کال بیل بجانے کا انداز ہے۔ ٹائیگر جاؤ اور احتیاط سے دروازہ کھولو۔ ہوسکتا ہے کہ صفدر کی بات درست ہو اور وہ پھر یہاں حملہ کرنے کی نیت سے آئے ہوں"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ مین دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رکا اور اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے احتیاط سے لاک کھولا اور ہینڈل پکڑ کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے باہر جھانکا تو یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ باہر ایک دس بارہ سال کا لڑکا کھڑا تھا۔ جس نے عام سا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے پیروں میں پرانی سی جوتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ٹائیگر نے مشین پسٹل جیب میں رکھا اور اس لڑکے کے لئے پورا دروازہ کھول دیا۔

"کون ہو تم"...... ٹائیگر نے لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا عمران صاحب یہاں رہتے ہیں"...... اس لڑکے نے پوچھا۔

"ہاں کیوں کیا بات ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میں ابھی ابھی اس طرف سے گزر رہا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے یہ خط دیتے ہوئے کہا کہ اس فلیٹ میں عمران صاحب رہتے ہیں۔ یہ خط انہیں پہنچا دو۔ خط کے ساتھ اس نے مجھے سو روپے بھی دیئے تھے اس لئے میں یہ خط لے کر آ گیا"...... لڑکے نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ لاؤ خط مجھے دے دو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی بہت اچھا"...... یہ کہہ کر اس نے خط ٹائیگر کو دے دیا۔ سادہ سا لفافہ تھا جو سیلڈ تھا اور اس پر کوئی نام و پتہ نہ لکھا ہوا تھا۔ خط دے کر وہ لڑکا جانے کے لئے مڑا لیکن ٹائیگر نے اسے روک لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... ٹائیگر نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"محمد جعفر۔ میرا نام محمد جعفر ہے جناب"...... اس لڑکے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کام کرتے ہو"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"محنت مزدوری کرتا ہوں۔ میرے ماں باپ بوڑھے ہیں۔ وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں ہی کماتا ہے"...... لڑکے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دن بھر میں کتنا کما لیتے ہو"...... صفدر نے پوچھا۔

"کبھی تین سو روپے۔ کبھی چار سو روپے"...... لڑکے نے کہا۔

"بہت خوب۔ تم یہ خط یہاں تک لائے ہو۔ اس کام میں بھی تمہیں محنت کرنی پڑی ہے۔ یہ لو یہ پانچ سو روپے میری طرف سے بھی رکھ لو"...... ٹائیگر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"شش۔ شش۔ شکریہ جناب"...... اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹ لے لیا۔

"اس آدمی کی شکل و صورت کیسی تھی جس نے تمہیں یہ خط دیا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اس کا قد لمبا تھا۔ چہرہ بھی بہت لمبوترا سا تھا ناک بھی لمبا سی تھا ماتھے پر زخم کا ایک نشان تھا"...... لڑکے نے سوچ کر بتایا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور دروازہ بند کر کے خط لے کر اندر آ گیا۔

"یہ خط کسی نے ایک لڑکے کے ذریعے بھجوایا ہے۔ میں نے لڑکے سے اس کا حلیہ پوچھا تھا۔ جواب میں اس نے بتایا کہ اس کا قد لمبا تھا۔ چہرہ بھی لمبوترا سا تھا اور پیشانی پر زخم کا نشان تھا"...... ٹائیگر نے خط لا کر عمران کو دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ"...... عمران نے چونک کر کہا۔ اس نے لفافہ کھولا اور لفافے میں انگلیاں ڈال کر ایک تہہ شدہ پیپر نکال لیا۔ اس نے لفافہ سامنے میز پر رکھا اور پھر پیپر کھول لیا۔ پیپر پر کمپیوٹر پرنٹڈ

تھی جس پر واضح لفظوں میں لکھا تھا۔

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ سردار گڑھ نہ آؤ اور اگر آئے بغیر نہیں رہ سکتے تو اپنا اور اپنے ساتھیوں کے کفن ساتھ لے کر روانہ ہونا"...... نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ عمران کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے تحریر کو غور سے دیکھا اور پھر اس نے اسے صفدر کو دے دیا۔

"اس لڑکے کے نقش و نگار تو مجرموں جیسے نہیں تھے"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نو باس۔ وہ بے چارہ تو کوئی مزدور تھا البتہ اس نے جس آدمی کا حلیہ بتایا ہے اسے میں جانتا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا تو وہ سب چونک پڑے

"اوہ۔ کون ہے وہ"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کا نام جیکی دادا ہے۔ وہ ایک کلب کا مالک اور مینیجر تھا۔ کلب کا نام بلیک روز کلب ہے اور یہ جیکی دادا خود کو بڑا تیس مار خان سمجھتا ہے۔ میری اس سے کئی بار جھڑپ ہو چکی ہے اور وہ میرے ہاتھوں متعدد بار پٹ بھی چکا ہے۔ وہ بڑے بڑے غیر قانونی دھندوں میں ملوث رہتا تھا۔ اس نے کئی قتل بھی کئے تھے اور ایک قتل کرتے ہوئے وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ اس پر باقاعدہ مقدمہ چلا تھا اور عدالت نے اسے عمر قید کی سزا سنائی تھی۔ میرے خیال کے مطابق اسے جیل میں ہونا چاہئے لیکن اس کا یہاں ہونا

اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو وہ جیل سے ضمانت پر رہا ہو چکا ہے یا پھر وہ جیل سے فرار ہو چکا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو کیا اب بھی وہ اسی بلیک روز کلب میں ملے گا''...... عمران نے پوچھا۔

''اگر تو وہ ضمانت پر رہا ہوا ہے پھر تو اسے اسی کلب میں ہونا چاہئے اور اگر وہ جیل سے فرار ہو کر آیا ہے تو پھر وہ کلب میں نہیں ہو گا بلکہ اپنے دوسرے ٹھکانے پر ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا تم اس کے دوسرے ٹھکانے کے بارے میں بھی جانتے ہو''۔ عمران نے پوچھا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تو پھر سردار گڑھ جانے سے پہلے میں اس سے ایک بار ضرور ملنا چاہتا ہوں۔ اس سے یہ پوچھنا بہت ضروری ہے کہ وہ ہمیں سردار گڑھ جانے سے کیوں روکنا چاہتا ہے۔ بہرحال تم بلیک روز کلب فون کر کے معلوم کرو اگر وہ کلب میں مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم اس کے دوسرے ٹھکانے پر جائیں گے جہاں اس کی تمہارے کہنے کے مطابق موجودگی یقینی ہو سکتی ہے''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے کہا پھر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

''لینڈ لائن نمبر سے کال کرو''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے

اثبات میں سر ہلا کر سیل فون جیب میں رکھا اور سامنے رکھے ہوئے فون کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔ نمبر پریس کرتے ہی اس نے فون کا لاؤڈر آن کر دیا۔

''بلیک روز کلب''...... رابطہ ملتے ہی ایک تیز اور کرخت آواز سنائی دی۔

''رونی۔ میں کوبرا بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

''کون کوبرا۔ میں کسی کوبرا کو نہیں جانتا''...... دوسری طرف سے اسی طرح سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی زور سے رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔ ٹائیگر کا چہرہ یکلخت سرخ ہو گیا۔ اس نے کریڈل پر ہاتھ مار کر ٹون کلیئر کی اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے لگا۔

''بلیک روز کلب''...... دوسری جانب سے اسی رونی کی کرخت آواز سنائی دی۔

''میں بلیک کوبرا ہوں نانسنس۔ اب اگر تم نے میری بات سنے بغیر فون بند کیا تو میں کلب میں آ کر تمہارے کلب سمیت میزائلوں سے پرخچے اڑا دوں گا۔ نانسنس''...... ٹائیگر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''اوہ اوہ۔ بلیک کوبرا۔ تم بلیک کوبرا ہو۔ سوری تم نے صرف

کوبرا کہا تھا اور پھر تم نے کافی عرصہ سے مجھ سے بات نہیں کی تھی اس لئے میں نے تمہاری آواز نہیں پہچانی تھی۔ سوری۔ رئیلی ویری سوری بلیک کوبرا''...... ٹائیگر کی دھمکی آمیز بات سن کر دوسری طرف سے رونی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دوبارہ ایسی غلطی کی تو اس کا انجام برا ہوگا اور تم جانتے ہو کہ بلیک کوبرا صرف دھمکی نہیں دیتا''...... ٹائیگر نے اسی انداز میں کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ اسی لئے تو میں نے تم سے سوری کی ہے۔ بولو کیسے فون کیا ہے''...... رونی نے کہا۔

''تم سے ایک بات معلوم کرنی تھی''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

''کون سی بات''...... رونی نے کہا

''جیکی دادا کو عمر قید کی سزا ہوئی تھی نا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ ہوئی تھی''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''وہ ان دنوں کون سی جیل میں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم اور نہ میں نے اس کے بارے میں کبھی کوئی خبر رکھی ہے۔ اس نے یہ کلب مجھے فروخت کر دیا تھا اس کے بعد سے میرا اس سے رابطہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا''...... رونی نے جواب دیا۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو رونی۔ میرے علم میں آیا ہے کہ تم نے اسے جیل سے اپنی ضمانت پر رہا کرایا ہے اور اسے اپنے پاس

پناہ بھی دی ہوئی ہے۔ جو سچ ہے بتا دو ورنہ......'' ٹائیگر نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''ورنہ۔ ورنہ کیا۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ رونی کو۔ اس رونی کو جس کا نام سن کر بڑے بڑے بدمعاشوں کا خون خشک ہو جاتا ہے''...... ٹائیگر کی دھمکی سن کر دوسری طرف سے رونی نے یکلخت بھڑکتے ہوئے کہا۔

''اور بلیک کوبرا کا نام سن کر بدمعاش سانس لینا بھول جاتے ہیں۔ یہ مت بھولو''...... ٹائیگر نے اسی طرح غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''میں ان میں سے نہیں ہوں جو تمہارا نام سن کر ڈر جائے۔ تم سے دو چار بار میری مڈبھیڑ ضرور ہوئی تھی لیکن اس وقت میں اس کلب کا ایک معمولی بدمعاش تھا لیکن اب یہ کلب میرا ہے۔ یہاں میری حکومت ہے۔ میرے حکم کے بغیر اس کلب میں ایک چیونٹی تک نہیں رینگ سکتی پھر بھلا میرے سامنے تمہاری کیا اوقات ہو سکتی ہے اس لئے مجھ سے نرم لہجے میں بات کرو اور اگر میرے سامنے آؤ تو بھیگی بلی بن کر آنا ورنہ تم کلب میں آ تو جاؤ گے تمہارا یہاں سے زندہ بچ کر جانا ناممکن ہوگا سمجھے تم۔ گڈ بائی''...... دوسری طرف سے رونی نے تیز تیز اور انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کچھ کہتا رونی نے ایک بار پھر فون بند کر دیا۔

''یہ رونی تو ضرورت سے زیادہ اچھل رہا ہے''...... عمران نے

منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ میرا کافی عرصے سے اس سے سامنا نہیں ہوا ہے اور اس دوران اس نے اپنی طاقت میں اضافہ کر لیا ہے اس لئے اس کے پر پرزے ضرورت سے زیادہ نکل آئے ہیں۔ آپ اجازت دیں تو میں ابھی جا کر اس کے سارے پر کتر دیتا ہوں۔ وہ مجھے بھیگی بلی بنانا چاہتا ہے میں جا کر اسے خارش زدہ کتا نہ بنا دوں تو میرا نام ٹائیگر نہیں"...... ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ تمہیں اتنا غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیکی دادا کا نام سن کر وہ جس طرح تم پر بھڑک رہا تھا اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اور تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہ بتانے کے لئے اس قدر بھڑک رہا تھا"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہمیں اس وقت رونی کی نہیں بلکہ جیکی دادا کی ضرورت ہے۔ یہ خط جیکی دادا نے بھیجا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ سردار گڑھ میں کیا ہو رہا ہے اور وہ یا اس کے بڑے نہیں چاہتے ہیں کہ ہم سردار گڑھ جائیں اس لئے اس کی گردن ناپی جائے گی تب ہی اصل بات کا پتہ چل سکتا ہے اور تم نے کہا تھا کہ تم اس کے دوسرے ٹھکانے کے بارے میں بھی جانتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اس کا دوسرا ٹھکانہ القاسم ہوٹل ہے۔ وہ اس ہوٹل کے تھرڈ فلور کے روم نمبر تین سو دس کا مستقل رہائشی ہے۔ یہ ہوٹل بھی اسی کا ہے لیکن اس نے بظاہر ہوٹل کے مینجر کو مالک ظاہر کر رکھا ہے اور وہ اس ہوٹل کو اپنے چھپنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اس ہوٹل میں وہ نئے نام اور نئے میک اپ میں رہتا ہے۔ اس کا دوسرا نام سیٹھ اقرار ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"سیٹھ اقرار اور جیکی دادا۔ دونوں ناموں میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں خود جا کر اس سے ملتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے سیٹھ اقرار بن کر ملتا ہے یا پھر جیکی دادا بن کر۔ دونوں صورتوں میں اسے بتانا ہو گا کہ اس نے یہ خط مجھے کیوں اور کس کے کہنے پر بھیجا ہے اور سردار گڑھ میں ایسا کیا ہے کہ مجھے وہاں جانے سے روکنے کے لئے اس نے دھمکی بھرا خط بھیجا ہے"...... عمران نے کہا۔

"میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ میں وہاں اکیلا جاؤں گا"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ تمہیں وہاں اکیلا جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک بار پہلے بھی تم پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے ہم بھی وہاں تمہارے ساتھ جائیں گے"...... جولیا نے کہا۔

''سب''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''میں نے سب کا نہیں کہا لیکن کم از کم میں صفدر اور تنویر تو تمہارے ساتھ ضرور چلیں گے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے''۔ جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

''کاش ایسا ہی آخری اور اٹل فیصلہ تم میرے اور میرے رقیب روسفید کے لئے بھی کر دو تو زندگی میں بہار آ جائے گی''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

''فضول باتیں نہ کرو اور چلو اٹھو''...... جولیا نے کہا۔

''لیکن تم وہاں جا کر کرو گی کیا''...... عمران نے کہا۔

''میں بھی اس لمبوترے چہرے والے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ مدت ہو گئی ہے کوئی لمبوترا چہرہ دیکھے ہوئے''...... جولیا نے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔ عمران بھی مسکرا دیا۔

''سوچ لو۔ بہت خوفناک آدمی ہے وہ''...... عمران نے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں اسے عینک لگا کر دیکھوں گی''...... جولیا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے۔ جب تم نے سر منڈوانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمہیں اولے پڑنے کا بھی ڈر نہیں ہونا چاہئے پھر''...... عمران نے کہا تو وہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''تو پھر چلو''...... جولیا نے کہا۔

''ہم سب جا کر سردار گڑھ جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ جب آپ کال کریں گے تو ہم آپ کے بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائیں گے اور پھر ایک ساتھ سردار گڑھ جانے کے لئے روانہ ہو جائیں گے''...... کیپٹن شکیل نے اٹھتے ہوئے کہا تو باقی سب بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر سوائے جولیا، تنویر اور صفدر کے باقی سب ایک ایک کر کے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ چاروں بھی باہر آ گئے اور پھر عمران نے سڑک پر آ کر ایک ٹیکسی روک لی۔

''یہ کیا۔ ہم سب کے پاس کاریں ہیں پھر آپ نے ٹیکسی کیوں رکوائی ہے''...... صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم القاسم ہوٹل ٹیکسی میں ہی جائیں گے''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن کیوں۔ اس کی کوئی وجہ تو بتاؤ''...... جولیا نے کہا اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ضروری نہیں ہے کہ ہر بات کی کوئی وجہ ہو۔ بس ہم اپنی کاروں میں نہیں جائیں گے۔ اگر تم کاروں میں آنا چاہو تو آ جاؤ۔ میں تو ٹیکسی میں ہی جاؤں گا''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ٹیکسی کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے ٹیکسی میں بیٹھتے دیکھ کر وہ تینوں بھی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ انہیں عمران کی یہ منطق واقعی سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ اپنی کار میں جانے کی بجائے

ٹیکسی میں القاسم ہوٹل کیوں جا رہا ہے لیکن عمران عمران تھا وہ کب کیا کرے اسے کون روک سکتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹیکسی تیزی سے دارالحکومت کی فراخ سڑکوں پر اڑی جا رہی تھی۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور سوچ کے تاثرات واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے جیسے وہ اس بدمعاش کے بارے میں سوچ رہا ہو جس نے اسے سردار گڑھ جانے سے روکنے کے لئے دھمکی آمیز خط بھیجا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس بدمعاش کا سردار گڑھ سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

ٹیکسی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ عمران سائیڈ سیٹ پر بیٹھا بدستور گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

''آپ جیکی دادا سے مل کر کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں''...... کافی دیر خاموش رہنے کے بعد آخر صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھ ہی لیا۔

''یہ کہ وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے اور وہ مجھے سردار گڑھ جانے سے کیوں روکنا چاہتا ہے''...... عمران نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ یہ باتیں آسانی سے تمہیں بتا دے گا''...... جولیا نے پوچھا۔

''کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ کلیو اسی طرح بھاگ دوڑ اور معلومات اکٹھی کرنے سے ہی ہاتھ لگا کرتے ہیں۔ اگر ہم کسی کے پاس جا کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے تو تفتیش کی

ٹرین آگے کیسے بڑھے گی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹرین نہیں گاڑی''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''عام فہم میں ٹرین کو گاڑی اور گاڑی کو ہی ٹرین کہتے ہیں''۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اس زمانے میں ایک تم ہی عقلمند رہ گئے ہو جسے ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ ہم تو جیسے جاہل ہیں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہم سے اگر مراد تم اکیلے ہو تو ٹھیک ہے''...... عمران نے بڑی معصومیت سے کہا تو جولیا اور صفدر مسکرا دیئے جبکہ تنویر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے مزید کوئی بات کی تو عمران نے اسے ہی زچ کر کے رکھ دینا ہے۔

''ارے یہ کیا''...... اچانک عمران نے چونک کر کہا تو وہ تینوں بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''کیا ہوا''...... جولیا نے کہا۔

''ڈرائیور یہ تم ہمیں کس طرف لئے جا رہے ہو''...... عمران نے جولیا کو جواب دینے کی بجائے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''القاسم ہوٹل کو جانے والی سڑک زیر مرمت ہے جناب چکر لگا کر جانا پڑے گا''...... ڈرائیور نے بتایا۔

''اوہ''...... عمران نے کہا لیکن پھر دوسرے لمحے اس کے چہرے

پر درشتی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''ٹیکسی روک لو''...... اچانک عمران نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا تو وہ تینوں بری طرح سے چونک پڑے۔

''کیوں جناب۔ کیا ہوا۔ کیا آپ القاسم ہوٹل نہیں جائیں گے''...... ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ضرور جائیں گے لیکن اس سے پہلے میں تمہاری تلاشی لوں گا۔ جہاں تک میری معلومات ہیں۔ سڑک زیر مرمت نہیں ہے۔ میں کل بھی اس سڑک پر سے گزرا تھا''...... عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

''مرمت آج ہی شروع ہوئی ہے''...... ڈرائیور نے بدستور گاڑی چلاتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر بھی سختی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

''میں کہتا ہوں گاڑی روک لو۔ ورنہ پچھتاؤ گے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''نہیں روکوں گا اور نہ مجھے پچھتانا آتا ہے''...... ڈرائیور نے بھی سرد لہجے میں کہا۔

''اوہ تو یہ بات ہے''...... عمران نے کہا اور دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ریوالور تھا۔ اس نے ریوالور کی نالی ڈرائیور کی گردن سے لگا دی۔

''ٹیکسی روک دو ورنہ گولی تمہاری گردن کے پار ہو جائے

گی"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ گولی چلاؤ۔ اسے میری گردن کے پار ہو جانے دو"...... ڈرائیور نے بے فکری سے کہا۔

"میں کہتا ہوں گاڑی روکو"...... عمران نے گرج کر کہا۔

"نہیں روکوں گا۔ تم گولی کیوں نہیں چلاتے۔ ڈرتے ہو نا کہ کہیں ٹیکسی الٹ نہ جائے اور تم سب میرے ساتھ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ سن لو۔ مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہو اگر تم میں سے کسی نے گڑبڑ کی تو میں ٹیکسی کسی دوسری کار سے ٹکرا دوں گا تمہارے ساتھ ساتھ دوسرے بے گناہ لوگ بھی مارے جائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنی موت تو قبول کر سکتے ہو لیکن بے گناہ اور معصوم لوگوں کی موت تم برداشت نہ کر سکو گے"...... ڈرائیور نے کہا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے ٹیکسی کی رفتار میں اضافہ کر دیا تھا۔ ٹیکسی سڑک پر توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح دوڑ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔ لیکن ایسا کر کے تم نے اپنی موت کو ہی للکارا ہے"...... عمران کا لہجہ اس قدر سرد تھا کہ پیچھے بیٹھے ہوئے اس کے ساتھی کانپ کر رہ گئے لیکن ڈرائیور نجانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس پر عمران کے سرد لہجے کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ بدستور ٹیکسی کو کسی جیٹ جہاز کی طرح اڑائے لئے جا رہا تھا۔

"تم کون ہو۔ کس کے لئے کام کر رہے ہو"...... عمران نے

پوچھا۔

"جس سے تم ملنے جا رہے ہو۔ میں اسی کے لئے کام کر رہا ہوں"...... ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ تو تم جیکی دادا کے ساتھی ہو"...... عمران نے کہا۔

"یہی سمجھ لو"...... ڈرائیور نے کہا۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"ہم جو چاہتے ہیں وہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ جیکی دادا تمہیں سب کچھ بتا دے یا پھر......" ڈرائیور نے کہا اور پھر کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"یا پھر کیا"...... عمران نے کہا۔

"یا پھر تم میں سے شاید کوئی بھی یہ نہ جان پائے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا مقصد کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سب کچھ جاننے کے لئے شاید تم زندہ ہی نہ بچ سکو"...... ڈرائیور نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب تمام تر ذمہ داری تم پر ہو گی"...... عمران نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ہنوز غصہ اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

"ریوالور جیب میں رکھ لو کیونکہ اس وقت ریوالور تمہارے کسی کام نہیں آئے گا"...... ڈرائیور نے کہا۔

"جیب میں نہ رکھنے کی صورت میں تمہیں کیا فرق پڑ جائے گا"...... عمران نے بھی مسکرا کر کہا۔

"اس وقت تمہاری زندگیاں میرے ہاتھ میں ہے میں جو چاہوں تم سے منوا سکتا ہوں لہٰذا ریوالور جیب میں رکھ لو۔ ڈرائیور نے کہا۔

"بہت اچھا"...... عمران نے کہا اور ریوالور جیب میں رکھ لیا۔

صفدر، تنویر اور جولیا خاموش بیٹھے ہوئے تھے مگر وہ سوچ رہے تھے کیا کریں۔ ڈرائیور کو زخمی یا بے ہوش تو وہ آسانی سے کر سکتے تھے لیکن اس وقت ٹیکسی کا اسٹیرنگ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس طرح ٹیکسی الٹ جانے یا کسی درخت وغیرہ سے ٹکرا جانے کا خدشہ تھا۔

"سردار گڑھ میں کیا ہو رہا ہے"...... چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اچانک عمران نے پوچھا۔

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں"...... ڈرائیور نے جواب دیا۔

"تو پھر کسے معلوم ہے۔ کیا تمہارا استاد جانتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"شاید وہ بھی نہیں جانتا"...... ڈرائیور نے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم خود ہی سردار گڑھ جا کر معلوم کر لیں گے"...... تنویر نے کہا۔

"تم القاسم ہوٹل تو جا نہیں سکتے۔ سردار گڑھ تو بہت دور کی بات ہے"...... ڈرائیور نے کہا۔

"سردار گڑھ صرف دو سو کلو میٹر ہی تو دور ہے"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن یہ دو سو کلو میٹر کا فاصلہ تم لوگ کبھی طے نہ کر سکو گے البتہ تمہارا یہ سفر موت کا سفر ثابت ہوگا"...... ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"تمہارے ارادے تو ضرورت سے زیادہ نیک معلوم ہو رہے ہیں"...... صفدر نے مسکرا کر کہا۔ ٹیکسی اب شہری حدود سے نکل کر مضافات کی طرف جانے والی سڑک پر آ گئی تھی جہاں ٹریفک برائے نام تھی اور کھلی سڑک دیکھ کر ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھا دی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور اب دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا تھا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی درختوں کے جھنڈ کی طرف موڑی اور پھر وہ ایک کچے راستے پر آ گیا۔

ٹیکسی اچھلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ درختوں کے جھنڈ سے نکل کر ٹیکسی ایک قدرے صاف سڑک پر آئی لیکن سڑک کے دونوں اطراف جھاڑیاں تھیں اور یہ جھاڑیاں اتنی بڑی اور اونچی تھیں کہ وہ ان کے پار کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ ٹیکسی ان جھاڑیوں میں بنے ہوئے سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے راستے پر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ٹیکسی کی رفتار میں کمی آ گئی اور پھر اچانک ایک جگہ ٹیکسی رک گئی۔ جیسے ہی ٹیکسی رکی اسی لمحے جھاڑیوں میں سے چار مسلح افراد نکل کر باہر آ گئے۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ وہ جھاڑیوں سے نکلتے ہی ٹیکسی کے گرد

پھیل گئے۔

"چلو۔ ٹیکسی سے باہر نکلو"...... ڈرائیور نے کہا اور پھر وہ ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ٹیکسی سے باہر نکلتے ہی ڈرائیور نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا اور اس کا رخ عمران کی جانب کر دیا۔ عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اس نے انہیں مخصوص اشارہ کیا اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ عمران کے ٹیکسی سے اترتے ہی صفدر، تنویر اور جولیا بھی باہر آ گئے۔

"تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"تم سب کو بھون کر کھا جائیں گے"...... ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم آدم خور ہو"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ ہمارے باپ دادا بھی آدم خور تھے"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ وہ شاید ان چاروں مسلح افراد کا سربراہ تھا کیونکہ وہی مسلسل ان سے باتیں کر رہا تھا جبکہ باقی سب خاموش کھڑے تھے۔

"تمہارا مطلب ہے آدم خوری کا یہ سلسلہ تمہارے آباؤ اجداد سے جاری ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ اپنے منہ دوسری طرف کر لو اور اپنے بازو پیچھے کی طرف لے آؤ۔ ہم صرف تمہیں ریشم کی ڈوری سے باندھیں گے اور پھر استاد کو اطلاع دیں گے"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ اس کے

لہجے میں ایک بار پھر سختی عود کر آئی تھی۔

"چلو بھائی۔ مان لو ان کی بات۔ منہ ان کی طرف سے پھیر لو اور خود کو ان سے بندھوا لو۔ آخر ان کی خواہش پوری کرنا بھی تو ہمارا اخلاقی فرض ہے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ ورنہ یہ ایڑی چوٹی کا زور بھی لگا لیتے تو بھی ہمیں نہیں باندھ سکتے تھے"...... صفدر نے کہا۔ اسی لمحے فائر کی تیز آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی جولیا کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ الٹ کر گرتی چلی گئی۔ فائر کی آواز کے ساتھ جولیا کی چیخ اور اسے گرتے دیکھ کر وہ چاروں حملہ آور بوکھلا گئے کیونکہ ان میں سے کسی نے فائر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور اسی وقت عمران نے ان دو پر چھلانگ لگا دی جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ تیسرے پر صفدر اور تنویر بجلی کی سی تیزی سے جھپٹے تھے۔

جولیا جو دھڑام سے گری تھی وہ یکلخت تیزی سے اچھل کر اٹھی اور اس نے ان مشین گنوں پر قبضہ کر لیا جو عمران کے چھلانگ لگانے کی وجہ سے دو افراد کے ہاتھوں سے نکل کر گر گئے تھے اور اب صورتحال یہ تھی کہ عمران دونوں بدمعاشوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ اس کے ہاتھ اور پیر بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے۔ دوسری طرف صفدر اور تنویر نے ٹیکسی ڈرائیور کو تگنی کا ناچ نچا رکھا تھا۔ وہ ان پر بھرپور حملے کر رہے تھے اور ڈرائیور ادھر سے

ادھر اچھل کر اس کے واروں سے بچ رہا تھا۔

"بری بات ہے صفدر، تنویر۔ تم اس غریب آدمی کو بلا وجہ تگنی کا ناچ نچا رہے ہو"...... جولیا نے عمران کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسے کوئی اور ناچ آتا ہی نہیں ہے۔ اس لئے اب یہی ہوسکتا ہے کہ ہم اس سے کوئی غزل سن لیں"...... صفدر نے ہنس کر جواب دیا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا لیکن اس نے تو ہمیں ٹیکسی کی سیر کرائی ہے اس لئے اس کا کچھ تو خیال کرو"...... جولیا نے اسی انداز میں کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔

"اس نے ہمیں ٹیکسی کی سیر کرائی ہے اس کے بدلے میں اب ہم اسے جیل کی سیر کرائیں گے"...... صفدر نے جواب دیا تو اس بار جولیا بھی ہنس پڑے۔

"ہاں۔ یہ سیر اس کی طبیعت ہشاش بشاش کر دے گی"۔ جولیا نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔ اسی وقت ان دو میں سے ایک بے دم ہو کر گرا جو عمران سے بھڑے ہوئے تھے۔ عمران نے چھلانگ لگا کر دوسرے آدمی کی ناک پر مکا مار دیا تھا۔ وہ آدمی چیختا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور عقب میں موجود ایک درخت سے ٹکرایا اور پھر وہ اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ دوسرے میں ابھی دم خم باقی تھا۔ اس نے جھلا کر اپنے سر کی ٹکر عمران کے چہرے پر مارنا چاہی لیکن سیدھا

سڑک پر آ رہا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے اس کی کمر پر چھلانگ لگا دی اور اس آدمی کے منہ سے زور دار چیخ نکل گئی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران کی ٹانگ چلی تو اس آدمی کے منہ سے ایک اور چیخ نکلی۔ عمران کے جوتے کی دوسری ضرب اس کی کنپٹی پر پڑی تو اس آدمی کے ہوش جاتے رہے اور وہ بے سدھ ہو گیا۔

"یہ دونوں تو گئے کام سے"...... عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور صفدر اور تنویر کی طرف دیکھا جو ابھی تک دو افراد سے پرسرپیکار دکھائی دے رہے تھے۔

"یہ تم دونوں کیا کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"چوکھی کھیل رہے ہیں"...... صفدر نے ہنس کر کہا

"بری بات ہے۔ اپنے ہاتھوں کو چوکھی مت بناؤ۔ یہ لڑ لڑ کر تھک جائیں گے۔ انہیں آرام کا کچھ موقع دے دو اب"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی بہت بہتر"...... صفدر نے بڑی فرمانبرداری سے کہا اور اچھل کر اپنے سر کی ٹکر ایک آدمی کے منہ پر ماری۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسری طرف سے تنویر نے اپنے مقابل کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیں۔ وہ منہ کے بل سڑک پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

"ارے یہ کیا۔ تم نے تو سب کو ہی بے ہوشی کی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ اب ہم باتیں کس سے کریں گے"...... عمران نے شوخ انداز میں کہا۔

"ان کے استاد سے"...... جولیا نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اب ہم کیا کریں"...... صفدر نے کہا۔

"ریشم کی جس ڈوری سے یہ ہمیں باندھنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ اب اس سے انہیں باندھ دو۔ ہم انہیں ٹیکسی میں ٹھونس ٹھانس کر لے جائیں گے"...... عمران نے کہا

"لیکن کہاں لے جائیں گے۔ کیا ان کے استاد کے پاس"۔ جولیا نے کہا۔

"نہیں پولیس کے حوالے کریں گے۔ البتہ ان کے استاد کو ان کے بارے میں بتا ضرور دیں گے تاکہ وہ پریشان نہ ہو۔ ویسے اس وقت آپ نے بھی کمال کر دکھایا تھا۔ مس جولیا کو اشارہ کر کے آپ نے منہ سے ایسی آواز نکالی جیسے سچ مچ فائر ہوا ہو اور مس جولیا نے آپ کا اشارہ سمجھ کر ایسی اداکاری کی جیسے انہیں سچ مچ گولی لگ گئی ہو۔ یہ چیخ کر نیچے گری تھیں اور یہ چاروں آپ کے داؤ میں آ گئے"...... صفدر نے عمران کی طرف تحسین بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے ان کے ارادے نیک معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور ان کا باس معلوم ہو رہا تھا وہ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے خود بھی پیچھے ہٹ رہا تھا جیسے یہ پیچھے ہٹ کر یکلخت ہم پر فائرنگ کرنے کا ارادہ کر رہے ہوں اس لئے میں نے اس سچوئیشن کو فوراً کنٹرول کرنے کا سوچا تھا"...... عمران نے کہا۔

"یہ چاروں خاصے جاندار تھے۔ انہوں نے ہمارا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بھی مار کھا گئے"...... تنویر نے کہا۔

"یہ کرمنلز ہیں مگر خاصے تربیت یافتہ ہیں لیکن ان کا واسطہ شاید پہلے ہم جیسے افراد سے نہیں پڑا تھا اس لئے یہ ہم پر وہ داؤ پیچ نہ آزما سکے جو سیکرٹ ایجنٹ آزماتے ہیں۔ اسی لئے یہ جلد ہی مات کھا گئے"...... عمران نے کہا۔

"اب انہیں باندھنا بھی شروع کرو"...... جولیا نے کہا۔

"انہیں باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کرمنل ہیں۔ تین کو گولیاں مار دیتے ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور ان کا سرغنہ ہے اسے زندہ رکھتے ہیں تم اس سے پوچھ گچھ کر لو تو اس سے ساری سچائی کا پتہ چل جائے گا"...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں۔ ابھی کسی کو گولی مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ٹیکسی ڈرائیور کو باندھ کر ہوش میں لاؤ پھر میں اس سے پوچھ گچھ کرتا ہوں"...... عمران نے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہوٹل القاسم میں داخل ہو کر انہوں نے ایک نظر ہال پر ڈالی اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹرمین عمران پر نظر پڑتے ہی چونک اٹھا۔ کاؤنٹرمین ایک بھاری بھرکم اور انتہائی بھیانک شکل بدمعاش تھا جس کے چہرے پر جا بجا زخموں کے گہرے نشان تھے۔ ان نشانوں کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے اس کی ساری زندگی لڑائی بھڑائی میں ہی گزری ہو۔

''میرا نام مائیکل ہے اور میں ایکریمیا سے آیا ہوں''...... عمران نے آگے بڑھ کر اس بدمعاش سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تو میں کیا کروں''...... بدمعاش نے بڑے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے جیکی دادا سے ملنا ہے''...... عمران نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو وہ بری طرح سے چونک پڑا۔

''جیکی دادا۔ کون جیکی دادا۔ میں کسی جیکی دادا کو نہیں جانتا۔ جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ گولی مار دوں گا''...... بدمعاش نے منہ بناتے ہوئے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بکواس مت کرو۔ میں جانتا ہوں۔ وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین سو دس میں رہتا ہے۔ یہ کمرہ مستقل طور پر اس کے لئے بک ہے۔ چاہے وہ اس میں رہے یا نہ رہے۔ میں نے اس کے ایک روز کلب میں فون کیا تھا جس کا مالک اب رونی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا ہے کہ جیکی دادا اس ہوٹل میں اور اپنے کمرے میں موجود ہے''...... عمران نے غرا کر کہا

''نہیں۔ رونی نے جھوٹ بولا ہے۔ تم جاؤ یہاں سے میں نے ایک بار کہہ دیا کہ میں کسی جیکی دادا کو نہیں جانتا تو نہیں جانتا''۔ اس نے غرا کر کہا۔ اسی لمحے ہال زوردار تھپڑ اور اس بدمعاش کی تیز چیخ سے گونج اٹھا اور وہ الٹ کر کاؤنٹر کے عقب میں جا گرا۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اچانک تنویر نے اونچی چھلانگ لگائی اور وہ ہوا میں اُڑتا ہوا کاؤنٹر کے عقب میں پہنچ گیا جہاں وہ بدمعاش گرا تھا۔ دوسرے لمحے تنویر جھکا اور پھر جب وہ سیدھا ہوا تو اس کے ایک ہاتھ میں بدمعاش کی گردن تھی اور دوسرے ہاتھ میں اس نے مشین پسٹل پکڑ رکھا تھا۔ اس نے بدمعاش کی گردن کاؤنٹر سے لگائی اور مشین پسٹل اس کے سر کے عقبی حصے سے لگا دیا۔

''بتاؤ۔ ورنہ تمہاری کھوپڑی اُڑا دوں گا''...... تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا تھا کہ ہال میں بیٹھے

ہوئے افراد اور انتظامیہ ساکت سے ہو کر رہ گئے تھے۔

"بولو۔ کہاں ہے جیکی دادا ورنہ....." تنویر نے مشین پسٹل کے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مم مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں جیکی دادا کو نہیں جانتا"۔ صورتحال بدلتے اور اپنے سر پر موت کو سوار دیکھ کر اس بدمعاش نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ ہاں۔ تم جیکی دادا کو نہیں جانتے ہو گے کیونکہ وہ یہاں نئے نام اور نئے میک اپ میں رہتا ہے۔ اس کا نام سیٹھ اقرار ہے"...... عمران نے کہا۔

"سیٹھ اقرار۔ ہاں یہاں سیٹھ اقرار ضرور رہتا ہے اور ۳۱۰ کا وہی کمرہ ہے جس کے بارے میں آپ نے بتایا ہے لیکن وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔ کئی روز سے اس کا کمرہ خالی پڑا ہوا ہے"۔ بدمعاش نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے اس کے کمرے کی چابی دے دو۔ میں خود ہی جا کر دیکھ لیتا ہوں اور خبردار اس کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔ اگر تم نے اپنے منیجر یا جیکی دادا کو یہ خبر دی کہ میں چابی لے کر اوپر گیا ہوں تو تمہاری خیر نہیں۔ میرا ایک ساتھی یہیں رہے گا۔ تم نے گڑبڑ کی تو یہ تمہیں گولی مار دے گا"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جج۔ جی۔ آپ بے فکر رہیں"...... یہ کہتے ہوئے اس نے

تھرتھر کانپتے ہوئے کاؤنٹر کی ایک دراز کھولی اور پھر اس نے ایک چابی نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے جولیا اور صفدر کو اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں تیزی سے کاؤنٹر سے ہٹ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ تینوں سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ہوٹل میں ابھی تک لفٹ نہیں لگی تھی۔ تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین سو دس کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے چابی سے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اس میں ایک بیڈ رکھا ہوا تھا اور آٹھ دس کرسیاں ایک میز کے گرد رکھی تھیں۔ میز پر خالی گلاس اور ایک بوتل بھی موجود تھی۔ الماری میں کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ نچلے خانے میں ایک سوٹ کیس بھی موجود تھا۔

"تو میرا خیال ٹھیک ہی ہے۔ وہ اس وقت یہیں ٹھہرا ہوا ہے"...... عمران نے کہا

"تو کیا کاؤنٹر مین نے جھوٹ بولا تھا"...... صفدر نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہو سکتا ہے اسے معلوم ہی نہ ہو اور وہ اسے ہوٹل کا عام کسٹمر ہی سمجھتا ہو"...... عمران نے کہا۔

"اب ہم کیا کریں"...... جولیا نے کہا۔

"اب ہم اس کا انتظار کریں گے۔ فکر نہ کرو۔ وہ بہت جلد آنے والا ہے۔ صفدر تم دروازے کو اندر سے لاکڈ کر دو تاکہ وہ اپنی چابی سے دروازے کا لاک کھول کر اندر آئے اور اسے اندر ہماری موجودگی کا فوری علم نہ ہو سکے ورنہ وہ بھاگنے میں ایک لمحے کی بھی

دیر نہ لگائے گا"...... عمران نے صفدر سے کہا تو صفدر اثبات میں سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے دروازے کو اندر سے لاک کیا اور پھر وہ واپس آ گیا۔ عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ صفدر اور جولیا بھی اس کے پاس دوسری کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کی نظریں دروازے پر لگی تھیں۔ اچانک انہوں نے قدموں کی آواز کمرے کی طرف آتے سنی۔ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ عمران کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ جس میں ریوالور موجود تھا۔

قدموں کی آوازیں دروازے کے پاس آ کر رک گئیں اور پھر دروازے کے لاک میں چابی لگنے کی آواز سنائی دی پھر ہینڈل گھوما اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا اور لمبوترے چہرے والا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ اس نے سامنے دیکھے بغیر پلٹ کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر اس لاک لگا دیا۔ دروازے کو لاک کر کے وہ پلٹا اور پھر اس کی نظریں سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں پر پڑیں وہ یکلخت ٹھٹھک گیا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ یوں جیسے اب کبھی قدم نہ اٹھا سکے گا۔ اس کا چہرہ بلاشبہ بہت لمبا تھا۔ پیشانی پر زخم کا نشان بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے تیزی سے دروازے کی طرف پلٹنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے اس کی نظریں عمران کے ہاتھ میں موجود ریوالور پر پڑیں جس کا رخ اس کی جانب تھا تو وہ رک گیا۔

"دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہے جو گولی سے زیادہ تیز رفتاری سے بھاگ سکتا ہو۔ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں صرف ایک ہی گولی چلاؤں گا اور تم یہیں ڈھیر ہو جاؤ گے"...... عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"کک کک۔ کون ہو تم اور میرے کمرے میں کیسے آئے"۔ اس نے حیرت اور خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"جب تک ریوالور میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس سے تم پر گولی نہیں چلاتا اس وقت تک تم مجھے دوست سمجھ سکتے ہو اور اگر میں نے ٹریگر دبا دیا اور تم گولی کا شکار ہو گئے تو سمجھ لینا کہ میں تمہارا دشمن ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک کک۔ کیا مطلب۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو"...... اس آدمی نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جیل سے بھاگنے والے زیادہ دیر تک باہر نہیں رہ سکتے۔ آخر انہیں واپس جیل جانا ہی پڑتا ہے۔ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں جیل سے فرار ہونے میں کس نے مدد دی تھی"...... عمران مسکراتے ہوئے کہا۔ جیکی دادا کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ شاید اسے امید ہی نہیں تھی کہ عمران اس کے کمرے تک پہنچ جائیں گے۔

"ارے بھئی اس قدر حیران اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ بیٹھو تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں"...... عمران نے کہا تو

جیکی دادا ان الفاظ پر چونکا جیسے ہوش میں آ گیا ہو۔ پھر سنجیدہ انداز میں آگے بڑھ آیا۔

"بیٹھ جاؤ۔ یہ تمہارا ہی کمرہ ہے۔ ہم تو محض مہمان ہیں"۔

عمران نے کہا تو جیکی دادا بڑے شریفانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

"میں نہیں جانتا۔ تم یہاں تک کس طرح پہنچے ہو مگر مجھے یہ امید نہیں تھی۔ خیر اب آ ہی گئے ہو تو یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے"...... جیکی دادا نے کہا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تمہارے چار بدمعاش ساتھیوں نے بھی ہم سے ایسے الفاظ کہتے تھے لیکن اب وہ بے چارے آفاقی دنیا کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور ان کی لاشیں ویران علاقے کی جھاڑیوں میں پڑی ہیں جو چند روز میں گل سڑ کر ختم ہو جائیں گی۔ اب اگر تم بھی اپنی لاش اس کمرے میں گرانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی جتنی چاہے باتیں بنا لو مجھے اور میرے ساتھیوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"تم چاہتے کیا ہو اور یہاں کیوں آئے ہو"...... جیکی دادا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"سب کچھ خود بتا دو تو بہتر ہے ورنہ تمہاری زبان کیسے کھلوانی ہے یہ میرے ساتھی اچھی طرح سے جانتے ہیں"...... عمران نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"کیا بتا دوں"...... جیکی دادا نے منہ بنا کر کہا۔

"تمہارا نام جیکی دادا ہے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ میں سیٹھ اقرار ہوں۔ جیکی دادا کون ہے میں نہیں جانتا"...... جیکی دادا نے منہ بنا کر کہا۔

"مذاق اچھا کر لیتے ہو۔ تم نے سادہ سا میک اپ کر رکھا ہے۔ میک اپ سوٹی سوراک کیمیکل کا بنا ہوا ہے جسے سادہ پانی میں نمک ڈال کر آسانی سے صاف کیا جا سکتا ہے کہو تو پہلے تمہارا میک اپ صاف کر لیا جائے تاکہ تم سیٹھ اقرار سے اپنے اصل جیکی دادا کے روپ میں آ جاؤ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جیکی دادا کے چہرے پر پہلی بار پریشانی اور خوف کے تاثرات نمودار ہو گئے اور وہ عمران کو عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"چلو میں مان لیتا ہوں کہ میں جیکی دادا ہوں لیکن تم اس بات کو بھی ثابت نہیں کر سکو گے کیونکہ میں تم تینوں کو یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا"...... جیکی دادا نے سخت لہجے میں کہا۔

"موت کا پروانہ میرے ہاتھ میں ہے اور مرنے کی دھمکیاں تم دے رہے ہو گڈ۔ لگتا ہے ضرورت سے زیادہ ہی عقل مند ہو"۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں ان کھلونوں سے نہیں ڈرتا"...... جیکی دادا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تو کن کھلونوں سے ڈرتے ہو۔ ان کے بارے میں بتا دو میں

وہی کھلونے منگوا کر تمہیں ڈرا لوں گا“...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو جیکی دادا غرا کر رہ گیا۔

”سیدھی طرح سے بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو“...... جیکی دادا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سنو۔ میں تم سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں اگر تم ان کے بالکل ٹھیک جواب دے دو تو میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا دوسری صورت میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا اور اس کمرے میں تمہاری لاش گرا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ خاموشی سے نکل جاؤں گا“...... عمران نے کہا اس کے لہجے میں سختی تھی۔

”میری آج تک تم سے ٹکر نہیں ہوئی ہے عمران اس لئے تم میرے سامنے بڑھ چڑھ کر بول رہے ہو۔ تم شاید مجھے صرف نام میری اصل شکل وصورت سے پہچانتے ہو لیکن تم میری طاقت سے واقف نہیں ہو۔ میں طاقت کا دیوتا ہوں۔ میرے نام سے بڑے بڑے کانپ اٹھتے ہیں۔ میں طاقتور سے طاقتور آدمی کے سر پر صرف ایک مکا مار کر اس کا بھیجا پاش پاش کرنے میں ماہر ہوں اس لئے یہ بھول جاؤ کہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دوں گا“...... جیکی دادا نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”بہت خوب۔ تم میرا نام جانتے ہو یہ سن کر خوشی ہوئی اور پہلے میرے سوال سن لو۔ ہو سکتا ہے کہ ان سوالوں کے جواب د میں تمہارا کوئی حرج نہ ہو۔ میرا ایک سوال تو یہ ہے کہ تم جیل

کس طرح فرار ہوئے کس نے تمہاری مدد کی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ تم کس کے لئے کام کر رہے ہو اور جس کے لئے کام کر رہے ہو۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ سردار گڑھ میں موجود ہے اور وہاں کیا خطرناک کھیل کھیل رہا ہے۔ بس تم میرے ان سوالوں کے جواب دے دو۔ میں یہاں سے بغیر تمہیں کوئی نقصان پہنچائے خاموشی سے چلا جاؤں گا لیکن اگر تم نے ہٹ دھرمی دکھائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا“...... عمران نے سپاٹ اور انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”سنو عمران۔ میں نے سنا ہے تم بہت بہادر ہو“...... جیکی دادا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”میں تو ایسا نہیں سمجھتا“...... عمران نے کہا۔

”میں نے یہی سنا ہے۔ میں تم سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہاری بہت تعریف سنی ہے۔ لوگ میرے مکے کی بھی بہت تعریف کرتے ہیں کیوں نہ آج دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ اگر تم نے مجھے گرا لیا تو میں تمہارے ہر سوال کا جواب بڑی تفصیل سے دوں گا۔ ورنہ نہیں“...... اس نے کہا۔

”میرے پاس ان فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے۔ لڑائی بھڑائی سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم مجرم ہو اور قانون سے بھاگے ہوئے ہو۔ میں تمہاری بات کیوں مانوں“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ میں سمجھ گیا۔ تم درحقیقت بہادر نہیں ہو۔ نام کے بہادر ہو۔ تمہارے بارے میں جو کچھ مشہور ہے۔ جھوٹ ہے۔ سب جھوٹ"...... جیکی دادا نے غراتے ہوئے کہا۔

"چلو تم ایسا سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو۔ اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم میرے سوالات کے جواب دے رہے ہو یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"نہیں"...... جیکی دادا نے سختی سے کہا۔

"مجھے سختی پر مجبور نہ کرو"...... عمران نے کہا۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔ تم سختی کرنے پر مجبور ہو جاؤ اور مجھے بھی اپنے ہاتھ پیر ہلانے کا موقع مل جائے"...... جیکی دادا نے بڑے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تم یوں نہیں مانو گے۔ تم کے کی بات کر رہے ہو اگر تم میرے جسم کو ہاتھ بھی لگا سکے تو میں تم سے کوئی سوال نہیں پوچھوں گا"...... آخر عمران نے بھی تنگ آ کر کہا۔

"بہت خوب۔ یہ ہوئی نا بات"...... جیکی دادا نے خوش ہو کر کہا اور ایک جھٹکے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ عمران بھی اٹھا اور اس نے ریوالور صفدر کی جانب اچھال دیا۔ صفدر اور جولیا اٹھ کر ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے پ تول رہے تھے۔ اچانک جیکی دادا نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران بجلی کی سی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور جیکی دادا آگے

اانا چلا گیا لیکن اس نے خود کو دیوار سے نہیں ٹکرانے دیا۔ بروقت نبھل گیا اور پلٹ کر پھر حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ اس نے عمران کے سر پر مکا مارنا چاہا تھا۔

صفدر اور جولیا خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ وہ کر بھی کیا سکتے تھے کیونکہ عمران کی ہدایت تھی کہ جب دو افراد کا مقابلہ ہو رہا ہو تو دخل ہرگز نہ دو فتح یا شکست تک انتظار کرو۔ ہاں کوئی دوسرا درمیان میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرے تو تم اس کی ٹانگ ضرور کھینچ لو۔ جیکی دادا نے اس کے سر کا نشانہ لیا تھا لیکن ہوا یہ کہ عمران ہٹتا ہوا یکلخت چکر کھا گیا اور جیکی دادا کا مکا گھوم کر رہ گیا۔ وہ بلبلا اٹھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ خوفناک انداز میں چھلانگ عمران پر لگائی لیکن یہ چھلانگ اسے لے بیٹھی۔ وہ دیوار سے ٹکرانے سے خود کو نہ بچا سکا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ بے دم ہو کر رہ گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جیکی دادا کی گردن پر پیر رکھا اور دوسرے لمحے ماحول جیکی دادا کی کرب انگیز چیخوں سے گونج اٹھا۔ عمران نے بوٹ کی نوک سے اس کی گردن کی ایک رگ مروڑ دی تھی۔

جیکی دادا عمران کے پیر کے نیچے مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے عمران کی ٹانگ پکڑ لی تھی اور اسے اپنی گردن سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا لیکن عمران کے سامنے

بھلا اس کی طاقت کیا حیثیت رکھتی تھی۔ وہ عمران کی ٹانگ ایک انچ بھی نہ ہلا سکا۔

"ہٹاؤ۔ اپنی ٹانگ میری گردن سے ہٹاؤ۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ میں اسے نہیں سہہ سکتا۔ خدا کے لئے ہٹاؤ میری گردن سے ٹانگ"...... جیکی دادا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"اب تم میرے سوالوں کے جواب دو کیونکہ تم شرط ہار گئے ہو"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"دیتا ہوں۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دیتا ہوں مگر یہ عذاب۔ مجھے اس عذاب سے نجات دلاؤ۔ میں مر جاؤں گا"۔ اس نے چیختے ہوئے کہا تو عمران نے اس کی گردن پر پیر کا دباؤ قدرے کم کر دیا۔

"پیر ہٹاؤ۔ مجھے کھڑا ہونے دو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ پلیز"...... جیکی دادا نے کہا تو عمران کو اس کے لہجے میں سچ کی جھلک دکھائی دی۔ اس نے اپنی ٹانگ اس کی گردن سے ہٹا لی۔ جیکی دادا فوراً پیچھے ہٹا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن مسلتا ہوا ایک جھٹکے سے اٹھا اور پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔

"اف۔ کس قدر خوفناک عذاب تھا"...... اس نے خوف بھرے لہجے میں کہا اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو عمران کے اعصاب تن گئے لیکن دوسرے لمحے وہ مطمئن ہو گیا کیونکہ اس نے جیب سے رومال

نکالا تھا اور پھر وہ رومال سے اپنے چہرے پر آیا ہوا پسینہ صاف کرنے لگا۔

"اب یہ ساری اداکاری چھوڑو اور مجھے میرے سوالوں کے جواب دو"...... عمران نے غرا کر کہا۔

"دد۔ دیتا ہوں"...... جیکی دادا نے کہا اور اس نے رومال دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ رومال جیب میں ڈالتے ہی اس نے تیزی سے جیب سے ہاتھ نکالا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے کوئی چیز سی نکل کر عمران کے قریب فرش پر گری۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور دوسرے لمحے کمرہ کثیف دھوئیں سے بھرتا چلا گیا۔ عمران نے بوکھلا کر فوراً اس طرف فائر کیا جس طرف جیکی دادا کھڑا تھا۔ جواب میں جیکی دادا کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ اسی لمحے عمران نے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنیں۔ عمران نے فوراً اس طرف فائرنگ کرنی شروع کر دی جس طرف سے اسے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن لاحاصل۔ جیکی دادا اس کی سوچ سے زیادہ تیز نکلا تھا اس نے موقع کا فائدہ اٹھایا تھا اور جیب میں رومال رکھنے کے بہانے جیب میں رکھا ہوا سموک بم نکال کر فرش پر مار دیا تھا جس کے پھٹتے ہی ہر طرف سیاہ دھواں پھیل گیا تھا اور اس سیاہ دھوئیں کا فائدہ اٹھا کر وہ کمرے سے بھاگ نکلا تھا۔

چند ہی لمحوں میں کمرے میں موجود سیاہ دھواں زائل ہو گیا۔ کمرے میں جولیا اور صفدر ساکت کھڑے تھے لیکن جیکی دادا وہاں

کہیں موجود نہ تھا۔

''ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا پکڑو اسے''...... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ بھی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف دوڑا۔ صفدر اور جولیا بھی اس کے پیچھے لپکے۔ وہ دوڑ کر کمرے سے نکل آئے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہوٹل کا عقبی دروازہ کس طرف ہے۔

''تم دونوں دوسرے دروازے کی طرف سے جاؤ۔ میں عقبی طرف سے جاتا ہوں وہ یقیناً ہوٹل کے عقبی دروازے کی طرف بھاگا ہے''...... عمران نے ان دونوں سے کہا۔ انہیں بھاگتے دیکھ کر ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے لوگ چونک کر انہیں دیکھنے لگے لیکن انہیں کس کی پرواہ تھی۔ عمران کی نظر ایک ویٹر پر پڑی تو وہ اس کی طرف جھپٹا۔

''عقبی دروازہ کس طرف ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جی اس طرف لیکن وہ تو بند ہوتا ہے''...... ویٹر نے کہا۔ عمران نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ صرف ایک منٹ میں وہ وہاں پہنچ گیا۔ عقبی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ وہ اس میں سے ہوتا ہوا باہر نکلا لیکن ٹھٹھک کر رہ گیا۔ سڑک دور دور تک سنسان تھی۔ وہ چکر کاٹ کر صدر دروازے کی طرف آیا تو صفدر، تنویر اور جولیا حیران پریشان کھڑے تھے۔

''وہ نکل گیا''...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ جب ہم باہر آئے تو دور دور تک کوئی ٹیکسی جاتی ہوئی

نظر نہیں آئی تھی۔ نہ جانے وہ کس طرح غائب ہوا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''اور پچھلی سڑک بھی سنسان تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہوٹل سے باہر نہیں نکلا''...... اچانک عمران نے کہا تو وہ چونک پڑے۔

''کیا۔ کیا مطلب''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ ابھی ہوٹل میں ہی ہے۔ اتنی جلدی وہ بھاگ کر غائب نہیں ہو سکتا تھا۔ آؤ میرے ساتھ''...... عمران نے کہا۔ ایک بار پھر وہ کاؤنٹر مین کے سامنے کھڑے تھے۔

''تم نے اوپر سے کسی کو بھاگ کر نیچے تو نہیں آتے دیکھا''...... عمران نے پوچھا۔

''جی۔ نہیں تو''...... کاؤنٹر مین نے کہا۔

''مینجر کا کمرہ کون سا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ناک کی سیدھ میں چلے جائیں۔ سب سے آخر میں جو کمرہ آئے گا۔ اس پر مینجر کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے''...... کاؤنٹر مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ کوئی آدمی تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے نہیں آیا۔ یہ ابھی دو منٹ پہلے کی بات ہے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''سچ بات تو یہ ہے جناب کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میں گاہکوں

کی طرف متوجہ تھا''...... کاؤنٹر مین نے بتایا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور منیجر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے انگلی کا ہک بنا کر دروازے پر دستک دی۔

''کون ہے۔ میں آرام کر رہا ہوں''...... اندر سے آواز آئی۔

''آرام کا وقت ختم ہو گیا۔ مجرموں کو پناہ دینے والے بھی مجرم ہوتے ہیں اور انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے''...... عمران نے تیز اور انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب''...... اندر سے تیز آواز سنائی دی پھر کسی کے دروازے کی طرف آنے کی چاپ ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔

''ارے باپ رے۔ عمران صاحب۔ آپ اور یہاں''...... منیجر نے بوکھلا کر کہا۔

''اوہ۔ تو تم ہو اس ہوٹل کے منیجر رئیس کرمانی۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم نے آج سے دس سال پہلے ایک بنک میں ڈاکا ڈالا تھا اور پھر غائب ہو گئے۔ اب تم بچ نہیں سکتے۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے جیکی دادا کو کہاں چھپایا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ارے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جیکی دادا تو''...... رئیس کرمانی نے حیران ہو کر کہا۔

''جیل میں ہے۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا لیکن ادھر ادھر کی ہانکنے کی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے جل دے کر بھاگا ہے۔ وہ نہ تو ہوٹل

کے مین گیٹ سے باہر گیا ہے اور نہ عقبی راستے سے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی اسی ہوٹل میں ہے اور میرا یقین اس حد تک ہے کہ وہ اس وقت کسی اور کمرے میں نہیں بلکہ تمہارے کمرے میں موجود ہے''...... عمران نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''اوہ نہیں۔ عمران صاحب۔ آپ کو یقیناً بہت بڑی غلطی فہمی ہوئی ہے۔ وہ میرے کمرے میں نہیں ہے''...... رئیس کرمانی نے کہا۔

''تو ہمیں اندر آنے دو۔ ہم ایک بار خود تمہارا آفس دیکھنا چاہتے ہیں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آ جائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے''...... رئیس کرمانی نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور ان کے اندر آنے کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ عمران اور اس کے ساتھی تیزی سے اس کے آفس میں داخل ہوئے۔ ان کے اندر آتے ہی رئیس کرمانی تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے رئیس کرمانی نے باہر جاتے ہی دروازہ بند کیا اور دوسرے لمحے انہیں باہر سے دروازے پر لاک لگنے کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے پلٹے لیکن لا حاصل۔ دروازہ لاکڈ ہو چکا تھا۔

رئیس کرمانی کی اس حرکت پر ایک لمحے کے لئے وہ ساکت کھڑے رہ گئے۔ انہیں مسلسل چوٹ پر چوٹ ہو رہی تھی۔ مجرم انہیں جل دے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ ہوٹل کے منیجر سے جنکی دادا کے بارے میں معلوم کرنے آئے تھے لیکن ہوٹل کے منیجر کو دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کیونکہ وہ بھی ایک بڑا بدمعاش تھا اور اس کا نام رئیس کرمانی تھا۔

اب رئیس کرمانی چونکہ پہچانا جا چکا تھا اس لئے وہ انہیں کمرے میں بند کر کے بھاگ نکلا تھا اور وہ کمرے میں احمقوں کی طرح کھڑے رہ گئے۔ پھر جیسے ہی انہیں ہوش آیا۔ تنویر بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا اور دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑانے لگا۔ صفدر بھی آگے بڑھ کر دروازے پر ہاتھ مارنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کے دروازے کا لاک کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاں دو آدمی کھڑے انہیں حیرت بھری

نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں کاؤنٹر مین بھی تھا جسے تنویر نے کور کیا ہوا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر شدید حیرت کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے ساتھ دوسرا آدمی ایک ویٹر تھا۔

"یہ سب کیا معاملہ ہے جناب۔ آپ کو کمرے میں کس نے بند کیا تھا اور منیجر صاحب کہاں ہیں۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا"...... کاؤنٹر مین نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ واقعی اس سارے واقعے سے قطعی لاعلم ہو اور اس کی یہ لاعلمی حقیقی تھی۔

"منیجر رئیس کرمانی کہاں ہے"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ آپ انہی سے ملنے ادھر آئے تھے پھر کیا وہ آپ کو کمرے میں نہیں ملے۔ یہ تو شریف الدین ادھر سے گزر رہا تھا اس نے مجھے آ کر بتایا کہ منیجر صاحب کے کمرے سے کوئی دروازہ دھڑ دھڑا رہا ہے تو میں دوسری چابی لے کر یہاں آ گیا"...... کاؤنٹر مین نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہمیں اس آفس میں تمہارے منیجر نے ہی بند کیا تھا"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب"...... وہ چونکا۔

"ہاں۔ یہی سچ ہے۔ جب ہم اس کمرے میں داخل ہو کر آگے بڑھے تو پیچھے سے منیجر صاحب کمرے سے باہر نکل گئے اور باہر نکلتے ہی انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور اسے لاک لگا کر

نکل گیا۔ اب تم بتاؤ کہ وہ کہاں ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا اور آپ یقین کریں کہ میں نے تو انہیں ہوٹل سے باہر نکلتے بھی نہیں دیکھا۔ البتہ اگر وہ پچھلے دروازے سے نکل گئے ہوں تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا“...... کاؤنٹر مین نے کہا۔

”ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ اگر تم کچھ نہیں جانتے تو پھر ہمیں تم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تم مجھے صرف یہ بتا دو کہ یہ رئیس کرمانی کیا اس ہوٹل کا منیجر ہی ہے یا اس ہوٹل کا مالک بھی یہی ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ صرف منیجر ہیں“...... کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

”تو پھر اس ہوٹل کا مالک کون ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”اس ہوٹل کے مالک سیٹھ کاشف صاحب ہیں جناب اور ان کا پورا نام سیٹھ کاشف مرزا ہے“...... کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

”سیٹھ کاشف مرزا۔ وہ کہاں مل سکیں گے“...... عمران نے کہا۔

”وہ اس ہوٹل کی پانچویں منزل کے پانچ سو چالیس نمبر کمرے میں رہتے ہیں اور آپ کو وہیں ملیں گے“...... کاؤنٹر مین نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ“...... عمران نے کہا۔

”کیا آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں“...... اس نے پوچھا۔

”ہاں“...... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں“...... کاؤنٹر مین نے

گی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ دیتے رہو اطلاع ہم چلتے ہیں“...... عمران نے کہا۔ ایک بار پھر وہ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔

”یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔ یہ مجرم اس قدر آسانی سے کس طرح فرار ہو رہے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”اس پر تو بعد میں غور کریں گے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ جیکی اچانک کہاں غائب ہو گیا اور رئیس کرمانی کہاں چلا گیا۔ یہ ہوٹل ہے یا مجرموں کا اکھاڑہ“...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ اچھا نام ہے“...... عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”کون سا نام“...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

”یہی۔ مجرموں کا اکھاڑہ“...... عمران نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔

”فضول باتیں نہ کرو۔ حالات بہت عجیب و غریب ہیں۔ ہم جانے کن چکروں میں الجھے ہوئے ہیں“...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ پانچویں اور ہوٹل کی آخری منزل پر پہنچ گئے۔ ایک لمبی راہداری تھی جس کے دونوں اطراف کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہ تیزی سے اس راہداری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

”بس اب چپ رہو۔ ہم پانچویں منزل پر پہنچ چکے ہیں“۔ عمران نے کہا۔

"لیکن یہاں کہاں لکھا ہے کہ پانچویں منزل پر بولنا منع ہے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی کہیں نہیں لکھا اس لئے میں واقعی کسی کے بولنے پر پابندی نہیں لگا سکتا اس لئے بولتے رہو۔ اتنا بولو کہ بول بول کر تھک جاؤ"...... عمران نے منہ بنا کر کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

"اب دیکھتے ہیں ہوٹل کے مالک سے مل کر کیا پتا چلتا ہے"...... جولیا نے کہا۔ آخر وہ کمرہ نمبر پانچ سو چالیس کے سامنے پہنچ گئے۔ اس کے دروازے پر سیٹھ کاشف مرزا کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ کونے میں گھنٹی کا بٹن بھی تھا۔ عمران نے گھنٹی بجائی۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھل گیا اور انہوں نے دیکھا ادھیڑ عمر کا ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس آدمی کے چہرے پر لمبی سی داڑھی تھی جس کے آدھے بال سفید تھے۔ اس کی آنکھوں پر بڑے بڑے شیشوں والی عینک تھی چہرے پر نرمی اور شرافت کے تاثرات تھے۔

"کاؤنٹر مین نے بتایا ہے کہ آپ علی عمران صاحب ہیں۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن کے صاحبزادے۔ آپ کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ خود ہی تشریف لے آئے"...... سیٹھ کاشف مرزا نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میرا نام علی عمران ہے"...... عمران نے کہا۔

"اور یہ آپ کے ساتھی ہیں شاید"...... سیٹھ کاشف مرزا نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے صفدر اور تنویر سے ہاتھ ملایا اور جولیا کی طرف دیکھ کر سر خم کر کے ہلا دیا اور ان چاروں کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چاروں اندر آ گئے۔ کمرہ نہایت شاہانہ انداز میں سجا ہوا تھا جہاں ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ کمرے میں موجود فرنیچر بھی نیا اور نہایت قیمتی معلوم ہو رہا تھا۔ سیٹھ کاشف مرزا نے انہیں سائیڈ پر پڑے ہوئے صوفوں پر بٹھایا اور خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"جی یہ تینوں میرے ساتھی ہیں"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"آپ سے اور ان سے مل کر خوشی ہوئی۔ خیر فرمائیں میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

"کیا آپ کو ابھی تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ معلوم ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"کیسا واقعہ۔ میں نہیں سمجھا"...... اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ عمران نے انہیں ساری تفصیل بتا دی جسے سن کر سیٹھ کاشف مرزا حیران رہ گئے اور ان کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ رئیس کرمانی کی یہ جرأت اور کیا کہا اس نے اور وہ بھی ایک نامی بدمعاش ہے"...... یہ کہتے وقت سیٹھ

کاشف مرزا کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''جی ہاں۔ شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں تھی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں جناب۔ بالکل نہیں۔ یقین کریں اگر معلوم ہوتی تو کبھی بھی اسے ملازم نہ رکھتا''...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

''رئیس کرمانی کب سے آپ کے پاس ملازم تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''چھ ماہ پہلے سے۔ اس وقت میرا منیجر بیمار ہو گیا تھا۔ اس نے طویل عرصے کے لئے چھٹی لے لی پھر اچانک ہارٹ فیل ہو سے وہ فوت ہو گیا''...... سیٹھ کاشف مرزا نے بتایا۔

''کیا کہا ہارٹ فیل ہو گیا''...... عمران کے منہ سے نکلا۔ تنویر اور جولیا بھی حیران رہ گئے تھے۔ جولیا کے فلیٹ میں آدمی ہارٹ فیل سے مر گیا تھا اور مرنے والے کا اپنا بیان تھا اسے زہر دیا گیا ہے۔ اسی طرح سردار گڑھ کی پہاڑیوں میں م والا فوجی بھی ہارٹ فیل سے مرا تھا۔

''جی ہاں۔ میں نے منیجر کی پوسٹ کے لئے اخبار میں ا دیا۔ جتنے لوگ انٹرویو دینے آئے۔ ان میں سے مجھے رئیس کر ہی مناسب آدمی معلوم ہوا تھا۔ اس کے پاس اچھی کارکردگی سٹوفکیٹ بھی تھے اور بطور ضمانت جمع کرانے کے لئے رقم بھی اس لئے میں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا

غنڈہ اور بدمعاش ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اسے ہوٹل میں گھسنے بھی نہ دیتا''...... سیٹھ کاشف مرزا کے لہجے میں رنج اور غصے کا گہرا تاثر تھا جسے عمران اور اس کے ساتھی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔

''خیر کوئی بات نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے سارے ہوٹل میں تلاش کر لیا جائے۔ رئیس کرمانی کو بھی اور جیکی دادا کو بھی اور ہاں ایک بات اور جیکی دادا اس ہوٹل میں رہائش پذیر ہے کیا اس بات کا آپ کو علم تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ اسے میری بزدلی سمجھ لیں۔ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں لیکن جب سے اس نے کمرہ لیا ہے۔ ہمیں کچھ نہیں کہا اور میں نے بھی سوچ لیا کہ ایک کمرہ دے کر اگر اس کے شر سے نجات مل جائے تو یہ مہنگا سودا نہیں''...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

''اوکے۔ اب آپ کو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔ اسے اب آپ کسی کو بھی کرائے پر دے سکتے ہیں۔ اب رئیس کرمانی اور جیکی دادا یہاں واپس نہیں آئیں گے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ اوہ۔ بہت خوب۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہوا''...... سیٹھ کاشف مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

''میں اور میرے ساتھی اس ہوٹل کی تلاشی لیں گے۔ امید ہے اس کے لئے آپ ہم سے تعاون کریں گے''...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں کیوں نہیں۔ آپ سارے ہوٹل کی تلاشی لے سکتے ہیں مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے"...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا تو عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر انہوں نے نہایت باریک بینی کے ساتھ ہوٹل کے ایک ایک کمرے اور ایک ایک حصے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ لیکن نہ تو انہیں رئیس کرمانی کا پتہ چلا اور نہ جیکی دادا کا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے عمران کا اندازہ غلط ہو اور وہ دونوں ہوٹل سے نکل کر فرار ہو چکے ہوں۔ سیٹھ کاشف مرزا ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ انہوں نے سیٹھ کاشف مرزا سے اجازت لی تو وہ انہیں ہوٹل سے باہر تک چھوڑنے آیا۔

"مجھے بہت افسوس ہے جناب کہ وہ دونوں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے"...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اس میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ نہ میں رئیس کرمانی کو ملازم رکھتا نہ ایسا ہوتا"...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

"اوہ۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ آپ کو کیا معلوم تھا کہ رئیس کرمانی کون ہے"...... عمران نے کہا اور پھر وہ ہوٹل کے احاطے سے باہر آ گئے۔ عمران نے جیب سے سیل فون نکالا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

••

اگلے دن عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دو کاروں میں سردار گڑھ کی طرف رواں دواں تھا۔ عمران اپنی سپورٹس کار لانے کی بجائے صفدر کی کار میں آ گیا تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر تھا سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا اور عقبی سیٹ پر جولیا اور تنویر بیٹھے تھے جبکہ دوسری کار میں کار کی ڈرائیونگ ٹائیگر کر رہا تھا ٹائیگر کے ساتھ کیپٹن شکیل بیٹھا تھا اور پچھلی سیٹ پر صدیقی اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے حالات کے پیش نظر ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر سردار گڑھ جانے کا سوچ لیا تھا اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور پھر وہ سب سردار گڑھ جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ان سب نے ہلکے پھلکے میک اپ کر رکھے تھے۔

ابھی وہ سردار گڑھ سے پندرہ بیس کلو میٹر دور تھے کہ اچانک عمران کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے جیب سے سیل فون

نکال لیا۔ سیل فون کی اسکرین پر ایک نیا نمبر فلیش کر رہا تھا۔

''یہ کس کا فون ہے''...... عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کال رسیونگ بٹن پریس کیا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔

''عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہوٹل القاسم کا مالک سیٹھ کاشف مرزا بول رہا ہوں''۔ دوسری طرف سے ہوٹل القاسم کے مالک سیٹھ کاشف مرزا کی آواز سنائی دی۔ عمران نے ہوٹل سے نکلتے وقت اسے اپنا نمبر دے دیا تھا کہ اگر رئیس کرمانی یا جیکی دادا دوبارہ ہوٹل میں آئیں تو وہ اسے اطلاع دے سکے۔

''اوہ آپ۔ فرمائیں۔ کیا ان دونوں میں سے کوئی ہوٹل میں واپس آیا ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''نہیں جناب۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے رئیس کرمانی کا فون آیا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ وہ میرے ہوٹل کو بموں سے اُڑا دے گا''...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

''اوہ۔ مگر وہ کیوں''...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

''اس کا خیال ہے کہ اس کے اور جیکی دادا کی ہوٹل میں موجودگی کے بارے میں آپ کو میں نے اطلاع دی تھی جبکہ یہ بالکل غلط ہے''...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا۔

''ہاں۔ آپ نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی۔ خیر آپ فکر نہ کریں میں ہوٹل کی نگرانی کے لئے سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ

فیاض کو کہہ دیتا ہوں وہ آپ کی اور ہوٹل کی حفاظت کا مکمل بندوبست کر دے گا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی نے ہوٹل کے قریب آنے کی کوشش بھی کی تو انہیں پکڑ لیا جائے گا''...... عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ''...... سیٹھ کاشف مرزا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران نے فوراً سوپر فیاض کو کال کیا اور اسے ساری تفصیل بتا کر ہدایات دیں کہ وہ سیٹھ کاشف مرزا اور اس کے ہوٹل کی حفاظت کا فوری انتظام کرے۔ اس نے سوپر فیاض کو جیکی دادا اور رئیس کرمانی کے بارے میں بھی تفصیل بتا دی اور ان کے حلیئے بتاتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ جہاں بھی دکھائی دیں انہیں فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔

''عمران صاحب۔ نیلے رنگ کی ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے''...... اسی وقت صفدر نے بلند آواز میں کہا۔

''میں جانتا ہوں یہ اس وقت سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ جب ہم روانہ ہوئے تھے بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اس نیلے رنگ کی کار کے پیچھے جو سیاہ کار ہے۔ وہ بھی ہمارا ہی تعاقب کر رہی ہے یعنی بیک وقت دو کاروں سے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

''اب آپ کیا کریں گے''...... صفدر نے پوچھا۔

''کرنا کیا ہے۔ سردار گڑھ جائیں گے''...... عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہ دیکھو۔ ہمارے آگے بھی ایک ٹرک جا رہا ہے"۔ جولیا نے کہا۔ ٹرک پر اس کی نظر ابھی ابھی پڑی تھی۔ کیونکہ ایک موڑ مڑتے ہی ٹرک نظر آیا تھا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ وہ راستہ دینے پر تیار نہیں تھا۔ صفدر نے راستہ لینے کے لئے بار بار ہارن دیا۔ مگر ٹرک ڈرائیور کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

"لگتا ہے اب انہوں نے اپنے پروگرام کو عملی جامع پہنانے کے لئے اقدام شروع کر دیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سا پروگرام"...... صفدر نے پوچھا۔

"ہمیں روکنے کا پروگرام تا کہ ہم سردار گڑھ نہ پہنچ سکیں"۔ عمران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم کہو تو میں ٹرک کے ٹائروں پر فائرنگ کر کے ان کے پرخچے اڑا دوں"...... تنویر نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کی خواہش پوری کریں گے۔ پچھلی کاریں اب نزدیک آ گئی ہیں۔ ادھر ٹرک راستہ نہیں دے گا۔ سڑک اتنی چوڑی نہیں کہ ہم کسی بھی طرح ٹرک کو کراس کر کے آگے نکل جائیں۔ دونوں طرف کھائیاں ہیں۔ اس لئے اب ہم پھنس چکے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"کیا کہا۔ پھنس چکے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا میں ان کے خیال کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم واقعی پھنس چکے ہیں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"اور تمہارے اپنے خیال میں"...... جولیا نے پوچھا۔

"اب میں اپنا خیال کس طرح ظاہر کروں۔ ہم دو اطراف سے گھر تو چکے ہیں"...... عمران نے ہنس کر کہا۔

"آخر تم مجھے فائرنگ کی اجازت کیوں نہیں دیتے"...... تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے۔

"میں فائرنگ میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔ اگر وہ پہل کریں گے تو پھر ہم بھی جوابی کارروائی کرنے کے لئے آزاد ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"ہونہہ۔ بعض اوقات تمہاری یہ اصول پسندی ہمیں مصیبت میں پھنسا دیتی ہے۔ بہرحال جیسے تمہاری مرضی"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اچانک ٹرک سڑک پر کچھ دور جا کر ترچھا ہو کر رک گیا۔ صفدر نے تیزی سے بریک لگائے۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سیاہ اور نیلی کاریں ٹائیگر کی کار کے دائیں بائیں آ کر رک گئی تھیں۔ وہ کاریں ٹائیگر کی کار کے ساتھ اس انداز میں جڑی ہوئی تھیں کہ ٹائیگر اور عمران کے ساتھی کسی بھی طرح دروازے کھول کر باہر نہیں آ سکتے تھے۔

اس صورتحال کے باوجود عمران کے چہرے پر شکن نہ تھی بلکہ وہ

بڑے اطمینان بھرے انداز میں مسکرا رہا تھا جبکہ باقی سب کا دل چاہ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ کریں۔ اسی لمحے انہیں میگا فون پر ایک تیز اور بھاری آواز سنائی دی۔

''عمران۔ تم اور تمہارے ساتھی ہمارے گھیرے میں ہیں۔تمہارے لئے بہتر ہوگا کہ ہمارے احکامات پر عمل کرو اور اپنے ہاتھ بلند کر کے کار سے باہر آ جاؤ۔ تم چاروں کے کار سے نکلنے کے بعد دوسری کار میں موجود تمہارے دوسرے ساتھیوں کے لئے بھی یہی ہدایات ہیں''...... یہ آواز ٹرک کی جانب سے آ رہی تھی۔ شاید بولنے والا ٹرک کے پچھلے حصے میں سوار تھا۔

''اچھا۔ ہم آ رہے ہیں''...... عمران نے بھی بلند آواز میں کہا۔ وہ نہایت شرافت سے باہر نکل آیا اور اس نے اپنے ہاتھ بھی اوپر اٹھا لئے۔ اس کے کار سے نکلتے ہی صفدر، جولیا اور تنویر بھی کار سے باہر آ گئے۔

''کار کے فرنٹ پر آ کر کھڑے ہو جاؤ''...... وہی آواز سنائی دی تو وہ چاروں کار کے فرنٹ کی طرف آ گئے۔ صفدر اور تنویر نے عمران کی طرح ہاتھ اٹھا دیئے تھے لیکن جولیا نے ہاتھ نہ اٹھائے تھے اور اس پر بولنے والے نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ جیسے ہی وہ کار کے فرنٹ کی طرف آئے ٹائیگر کی کار کے دائیں بائیں کھڑی کاریں قدرے پیچھے ہٹ گئیں۔

''اب تم چاروں بھی کار سے نکل کر عمران کے پاس آ جاؤ''۔

وہی آواز سنائی دی تو ٹائیگر اور عمران کے ساتھی بھی کار سے نکل آئے۔ انہوں نے ہاتھ بلند کئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

''تم لوگ پوری طرح گھیرے جا چکے ہو۔ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی''...... وہی آواز سنائی دی اور پھر اچانک ٹرک کے پیچھے پڑا ہوا پردہ ہٹا اور ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط جسم کا مالک بدمعاش ٹائپ آدمی اچھل کر نیچے آ گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں میگا فون تھا جبکہ اس کے دوسرے ہاتھ میں مشین پسٹل دکھائی دے رہا تھا۔ سیاہ اور نیلی کاروں کے بھی دروازے کھلے اور کاروں سے دو دو افراد مشین پسٹل لئے کار سے باہر نکل آئے۔

''سمجھ گئے۔ اب کیا پروگرام ہے''...... عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

''پروگرام بہت شاندار ہے۔ یہاں قریب ہی جنگل میں ایک بے آباد مکان ہے۔ ہم نے اس مکان کو تم لوگوں کے لئے صاف کر دیا ہے۔ تمہیں کچھ دنوں تک وہاں رہنا ہوگا۔ جیکی دادا کا پروگرام تو تمہیں ختم کر دینے کا تھا مگر سردار صاحب کا حکم ہے کہ وہ عمران کی بے بسی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں''...... میگا فون والے بدمعاش نے کرخت لہجے میں کہا۔

''سردار صاحب۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ میں نے اس

سارے سلسلے میں یہ نام پہلی بار سنا ہے''...... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اس وقت ہم سب کی باگ ڈور ہمارے سردار صاحب کے ہاتھوں میں ہی ہے۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ انہی کے احکامات ہیں''...... اس بدمعاش نے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''کالا ناگ''...... اس نے جواب دیا۔

''کالے رنگ کے ناگ، شکل سے تو تم کینچوے لگ رہے ہو''...... عمران نے ہنس کر کہا۔

''شٹ اپ۔ میں ناگ نہیں ہوں میرا نام کالا ناگ ہے اب اگر بکواس کی تو گولی مار دوں گا۔ سمجھے تم''...... کالا ناگ نے غراتے ہوئے کہا۔

''مار لینا گولی پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے یہ سردار صاحب کہاں ہوتے ہیں۔ ان کا پورا نام کیا ہے اور تمہاری باگ ڈور تو سردار صاحب کے ہاتھ میں ہے لیکن سردار صاحب کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ سردار گڑھ میں موجود ہیں۔ سردار صاحب خود مختار ہیں ان کی باگ ڈور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے''...... کالا ناگ نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ کہاں جانا ہے ہمیں''...... عمران نے

کہا۔ جولیا اور اس کے ساتھی حیران ہو رہے تھے کہ عمران مجرموں کی ہر بات اتنی آسانی سے کیوں مان رہا ہے وہ ان کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کیوں نہیں کر رہا جن کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ تھی۔ ایک ان کے سامنے تھا جبکہ چار مسلح افراد ان کے پیچھے کھڑے تھے۔

''اوکے چلو''...... کالا ناگ نے کہا۔ وہ ان کے آگے چلنے لگے۔ نیلی اور سیاہ کار والے مسلح افراد ان کے گرد پھیل گئے اور انہیں اپنے نرغے میں لئے جنگل کی طرف ہو لئے۔ کالا ناگ نے جنگل میں داخل ہوتے ہی منہ سے الو کی آواز نکالی تو انہیں قریب سے دھم دھم کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید کچھ لوگ درختوں پر سے کودے تھے۔

یہ آوازیں سن کر عمران کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ دوسرے لمحے ان کے گرد دس مشین گن بردار افراد پھیل گئے۔ وہ انہیں درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان بنے ہوئے پر پیچ راستوں سے گزارتے ہوئے کافی دور لے آئے اور پھر انہیں دور سے ایک کھنڈر نما مکان دکھائی دینے لگا۔ یہ بہت پرانا مکان تھا۔

دیواریں صرف چند ایک ہی سلامت تھیں باقی ٹیلوں کی شکل میں ڈھیر ہو چکی تھیں وہ کھنڈر میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کھنڈر میں ایک کمرہ بالکل صحیح سلامت تھا۔

"اس کمرے میں چلو"...... کالا ناگ نے کہا۔

"بہت اچھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کمرہ واقعی صاف کیا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے صفائی سے پہلے وہاں جالے اور جھاڑ جھنکار وغیرہ کی بھرمار رہی ہو۔

"سنو۔ اگر تم سب زندہ رہنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں اب یہیں رہنا ہوگا"...... کالا ناگ نے کہا۔

"لیکن کیوں"...... عمران نے کہا۔

"یہ ہمارے سردار صاحب کا حکم ہے"...... کالا ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہارے سردار صاحب کا حکم ہے تو پھر ہمیں ماننا ہی پڑے گا لیکن یہ تو بتا دو کہ ہمیں یہاں کب تک رہنا ہوگا"۔ عمران نے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ان مسلح افراد کے درمیان واقعی خود کو بے بس اور مجبور محسوس کر رہا ہو۔

"اس وقت تک جب تک ہمارا منصوبہ مکمل نہیں ہوتا"...... کالا ناگ نے کہا۔

"منصوبہ۔ کیا مطلب۔ کون سا منصوبہ"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ ایک منصوبے پر کام کیا جا رہا ہے اور اس منصوبے کے پورا ہونے تک ہم نے تمہیں اسی جگہ قید رکھنا ہے۔ اگر تم نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی یا کوئی شرارت کی تو پھر ہمیں اس بات کی سردار صاحب

نے کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ ہم تمہیں فوراً گولیاں مار کر ہلاک کر دیں"...... کالا ناگ نے کہا۔

"کیا اس منصوبے کے بارے میں جیکی دادا اور رئیس کرمانی جانتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ ہمارے ساتھی ہیں اور ہمارے ساتھیوں میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جو سردار صاحب کے منصوبے کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ ہم حکم ماننے والے افراد ہیں اور ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو کسی حال میں بھی سردار گڑھ تک نہ جانے دیا جائے"...... کالا ناگ نے کہا۔

"اوہ۔ اب سمجھا"...... عمران نے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا سمجھے ہو تم"...... کالا ناگ نے چونک کر کہا۔

"یہی کہ تمہارے سردار صاحب ہم سے ڈرتے ہیں"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"تم سے تو ہم ہی نہیں ڈرتے۔ سردار صاحب تو بہت دور کی بات ہے"...... کالا ناگ نے ہنس کر کہا۔ اب کمرے میں نو آدمی موجود تھے۔ عمران نے ایک نظر اپنے ساتھیوں پر ڈالی۔ ساتھ ہی وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

"بہت خوب۔ تم لوگ واقعی بہادر ہو"...... عمران نے چہکتے ہوئے کہا اور اس نے ہاتھ نیچے گرا لئے۔

"خبردار۔ ہاتھ اوپر اٹھاؤ"...... کالا ناگ نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"میں تھک گیا ہوں بھائی اور میرے ہاتھ اٹھانے یا گرانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم تو ہم میں سے کسی سے بھی نہیں ڈرتے"......عمران نے مسکراتے کہا۔

"تھک تو میں بھی گیا ہوں"...... صفدر نے کہا اور اس نے بھی ہاتھ گرا دیئے۔ وہ صفدر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ صفدر کے ہاتھ گراتے ہی باقی ساتھیوں نے بھی ہاتھ گرا دیئے تھے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو"...... کالا ناگ نے چیختے ہوئے کہا۔ اتنے میں کیپٹن شکیل کو جیب میں ہاتھ ڈالنے کا موقع مل گیا۔

"خبردار ہاتھ جیب سے باہر نکالو"...... اسی وقت ایک بدمعاش نے چلا کر کہا۔

"ارے ارے۔ ایسی کیا مصیبت آ گئی ہے۔ یقین کرو۔ ہماری جیبوں میں اسلحہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ایک آدھ مشین پسٹل عمران صاحب کی جیب میں ہو مگر وہ بھی اسے استعمال نہیں کریں گے۔ کیوں عمران صاحب"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ میں بلا وجہ خون بہانے کا عادی نہیں ہوں"...... عمران نے کہا۔

"تو کیا عمران صاحب۔ ہم ان کی مرضی پر عمل کرتے ہوئے اس کھنڈر میں قید ہو جائیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے ایسا تو نہیں کہا اور نہ ہی میرا ایسا کوئی ارادہ ہے"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے تمہارا"...... کالا ناگ نے غرا کر کہا۔

"ہمارا ارادہ بے حد شریفانہ اور نیک ہے۔ ہم تم سب کو یہاں ہ کر کے سردار گڑھ جائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہو گا"...... کالا ناگ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ خواب نہیں حقیقت ہے"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ لگتا ہے یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان سے ہوشیار رہنا ہو گا"...... کالا ناگ کے ایک ساتھی نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ لوگ واقعی خطرناک ہیں اور یہ ایسے نہیں مانیں گے۔ میں تین تک گنوں گا۔ اگر تین گننے تک انہوں نے ہاتھ دوبارہ اوپر نہ اٹھائے تو ان پر فائرنگ کر دینا۔ سردار صاحب ہمیں اس کی اجازت دے چکے ہیں"...... کالا ناگ نے کہا۔

"بہت بہتر"...... انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

"عمران صاحب کیا حکم ہے"...... چوہان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب مجبوری ہے۔ جیسے ہی کالا ناگ کی تین تک گنتی پوری ہو۔ ہاتھ اٹھا دینا"...... عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک۔ دو۔ تین''...... کالا ناگ نے کہا تو ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک سرخ رنگ کی گیند بدمعاشوں کے قدموں میں گری۔ انہوں نے اس گیند کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا لیکن انہیں اور زیادہ حیران ہونے کا موقع نہ ملا۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور کئی چیخیں فضا میں گونج اٹھیں۔

یہ سب کچھ اس قدر اچانک اور تیزی سے ہوا تھا کہ کالا ناگ اور اس کے ساتھیوں کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ گیند کے پھٹنے سے جو دھماکہ ہوا تھا اس سے تیز اور چکا چوند روشنی ہوئی تھی اور وہ سب اچھل کر دور جا گرے تھے۔ ان کے حواس گم ہو گئے تھے اور وہ یوں ساکت ہو گئے تھے جیسے ان کے جسموں سے جان ہی نکل گئی ہو۔

جب کالا ناگ کے حواس بحال ہوئے تو وہ یہ دیکھ کر بوکھلا گیا کہ وہ ایک کرسی پر بندھا ہوا تھا اور اس کے ساتھی بھی فرش پر رسیوں سے بندھے پڑے تھے۔ یہ کالا ناگ ہی تھا جسے جلد ہوش آ گیا تھا ورنہ اس کے ساتھی بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔

کالا ناگ کے سامنے عمران بڑے اطمینان بھرے انداز میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ کالا ناگ کا مشین پسٹل اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کی جانب بڑی طنزیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہو گیا۔ کیسے ہو گیا۔ وہ دھماکہ۔ وہ کیسا دھماکہ تھا اور اور......" کالا ناگ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ جادو تھا۔ جو تمہارے سر چڑھ کر بولا ہے۔ میرے ایک ساتھی نے تم سب کو بے ہوش کرنے کے لئے فلیش گیند کا استعمال کیا تھا۔ میرے اشارے پر میرے ساتھیوں نے آنکھیں بند کر لیں تھیں اس لئے اس گیند سے نکلنے والی چمک کا ہم پر کچھ اثر نہ ہوا تھا لیکن تم سب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اس لئے تم اس روشنی کا شکار ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں یہاں باندھ دیا اور تمہارے باقی ساتھیوں کو باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ یہ ہے ساری کہانی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تت تت۔ تو کیا تم اب ہمیں گولی مار دو گے"...... کالا ناگ نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گولی مارنی ہوتی تو تمہیں ہوش میں لانے کی کیا ضرورت تھی"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر کیا چاہتے ہو تم"...... کالا ناگ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھی بے ہوش ہیں۔ میرے ساتھیوں نے انہیں طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا دیئے ہیں۔ انہیں کئی گھنٹوں تک ہوش نہیں آئے گا۔ تمہیں بھی ایسا ہی انجکشن لگا کر یہاں چھوڑ دیا

جائے گا۔ تم نے بڑی محنت سے اس کھنڈر کی صفائی کی تھی اس لئے ہم اسے خالی نہیں چھوڑیں گے تاکہ اس کی رونق میں کوئی فرق نہ آئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تم غلط کر رہے ہو عمران"...... کالا ناگ غرایا۔

"اور جو تم کر رہے تھے کیا وہ صحیح تھا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم اپنے سردار صاحب کے حکم کے غلام ہیں اور ان کے حکم پر عمل کر رہے تھے اور بس"...... کالا ناگ نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارے سردار صاحب کا"...... عمران نے پوچھا۔

"ہم ان کا نام نہیں جانتے۔ وہ ہمارے لئے سردار صاحب ہیں اور بس"...... کالا ناگ نے اسی انداز میں کہا۔

"سردار گڑھ میں وہ کہاں رہتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں"...... کالا ناگ نے کہا۔

"وہ تمہیں ہدایات کیسے دیتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سردار صاحب نے ہم سے کبھی ڈائریکٹ بات نہیں کی۔ ہمارے گروپ کا ایک انچارج ہے۔ وہی ہمارا باس ہے اور وہی ہمیں ہدایات دیتا ہے"...... کالا ناگ نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارے انچارج کا"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کا نام بھی ہمیں نہیں بتایا گیا۔ وہ باس کہلاتا ہے اور

بس‘‘...... کالا ناگ نے کہا۔

’’تمہارے گروپ کا نام کیا ہے یہ تو تم جانتے ہو یا اس کے بارے میں بھی تم انکار کرو گے‘‘...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

’’ہمارا گروپ ریڈ ایرو گروپ ہے۔ اور یہ نشان ہماری پہچان بھی ہے‘‘...... کالا ناگ نے کہا اس نے اپنے ہاتھ کی پشت عمران کی طرف کی تو عمران یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ اس کے ہاتھ کی پشت پر سرخ رنگ کے تیر کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔

’’تو کیا تمہارے گروپ کو یہی ٹاسک دیا گیا تھا کہ ہم کسی حالت میں بھی سردار گڑھ نہ پہنچ سکیں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’ہاں۔ پہلے تو ہمیں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ہلاکت کا حکم دیا گیا تھا لیکن اس کے بعد باس کے کہنے کے مطابق سردار صاحب نے تم سب کی فوری طور پر موت ملتوی کر دی تھی۔ وہ تمہیں ایسی جگہ پر قید رکھنا چاہتا تھا۔ جہاں وہ تمہیں تڑپا تڑپا کر، تمہیں سخت اور شدید ترین کرب اور اذیتوں سے دوچار کرے گا اس کے بعد وہ خاص طور پر تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا‘‘...... کالا ناگ نے کہا۔

’’اوہ۔ اسی لئے راستے میں ہم پر جان لیوا حملے نہیں کیے گئے تھے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’ہاں۔ ورنہ جس طرح سے ہم نے تمہیں گھیرا تھا تم سب کو ایک ساتھ میزائلوں سے اُڑا دیا جاتا‘‘...... کالا ناگ نے کہا۔

’’کیا اپنے باس سے بھی تم فون پر ہی بات کرتے ہو‘‘...... عمران نے کہا۔

’’نہیں۔ اس نے ہمیں خصوصی ون سائیڈ ٹرانسمیٹر دیئے ہوئے ہیں۔ وہ انہی ٹرانسمیٹر پر ہم سے رابطہ کرتا ہے‘‘...... کالا ناگ نے کہا۔

’’ون سائیڈ ٹرانسمیٹر سے تمہاری کیا مراد ہے‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’وہ جب چاہے ہم سے رابطہ کر سکتا ہے لیکن ان ٹرانسمیٹرز میں ایسی سہولت نہیں ہے کہ ہم بھی اس سے رابطہ کر سکیں‘‘...... کالا ناگ نے جواب دیا۔

’’ٹائیگر تم نے ان کی جیبوں سے جو ٹرانسمیٹر نکالے تھے۔ انہیں چیک کرو اور دیکھو کیا یہ جو کہہ رہا ہے وہ سچ ہے یا یہ جھوٹ بول رہا ہے‘‘...... عمران نے سر گھما کر ایک طرف کھڑے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’میں نے چیک کیا ہے باس۔ یہ سچ کہہ رہا ہے‘‘...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

’’کیا تم واقعی کچھ نہیں جانتے کہ سردار گڑھ میں کیا ہو رہا ہے‘‘...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ یہی سچ ہے‘‘...... کالا ناگ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ایک آخری بات بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"کون سی بات"...... کالا ناگ نے پوچھا۔

"تمہارا اسانگا سے کیا تعلق ہے"...... عمران نے کہا۔

"اسانگا۔ کیا مطلب۔ یہ اسانگا کیا ہے"...... کالا ناگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کے چہرے کے تاثرات اور اس کے جواب دینے کے انداز سے محسوس کر لیا کہ واقعی وہ اسانگا سے لاعلم ہے۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں اسانگا کا نہیں معلوم تو کوئی بات نہیں۔ ٹائیگر"...... عمران نے پہلے کالا ناگ سے اور پھر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اسے بھی انجکشن لگا دو تاکہ یہ یہاں اطمینان سے گہری نیند سویا رہے اور ہم اطمینان سے سردار گڑھ پہنچ سکیں"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سرنج نکالی۔ سرنج میں ہلکے زرد رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا اور سوئی پر کیپ چڑھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے سوئی سے کیپ اتارا اور سرنج لے کر کالا ناگ کی طرف بڑھا۔

"نہیں نہیں۔ مجھے انجکشن نہ لگانا۔ میں ویسے ہی بندھا ہوا ہوں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے ایسے ہی چھوڑ دو پلیز"...... کالا ناگ نے

بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن ٹائیگر نے اس کے چیخنے چلانے کی کوئی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھ کر اس کے بازو میں انجکشن انجیکٹ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں کالا ناگ سست پڑتا چلا گیا اور پھر اس کا سر ڈھلک گیا۔

"اب ٹھیک ہے۔ یہ سب اب چوبیس گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتے۔ اس دوران ہم آسانی سے یہاں سے نکل کر سردار گڑھ پہنچ جائیں گے"...... عمران نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ انہوں نے ایک بار پھر بے ہوش اور بندھے ہوئے افراد کو چیک کیا اور پھر وہ وہاں سے نکل کر باہر آ گئے۔

"ہماری گاڑیاں باہر سڑک پر ہی موجود ہوں گی۔ ہمیں اسی طرف جانا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیوں نہ ہم اپنی گاڑیاں یہیں چھوڑ دیں اور ان کی گاڑیاں لے کر سردار گڑھ چلے جائیں"...... صفدر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"صفدر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہم ان کی گاڑیاں میں بغیر کسی رکاوٹ کے سردار گڑھ پہنچ سکتے ہیں اور اگر ہم کالا ناگ اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ کر لیں تو ہمارا کام اور بھی آسان ہو جائے گا"...... جولیا نے کہا۔

"میں نے ایسا ہی سوچا تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ انہوں نے

چیکنگ کے لئے سردار گڑھ کی طرف جانے والے راستوں پر ایسے کیمرے لگا رکھے ہوں جن سے میک اپ کا پتہ چل سکتا ہو۔ ہم میک اپ کی بجائے اصل حلیوں میں جائیں گے تو ہو سکتا ہے وہ ہم پر توجہ نہ دیں لیکن میک اپ میں ہونے کی صورت میں وہ ہم پر خصوصی توجہ دے سکتے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم نے جو ماسک میک اپ کر رکھے ہیں وہ بھی ختم کر دیں''...... عمران نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ وہ کھنڈر نما مکان سے نکل کر باہر آئے اور پھر جھاڑیوں سے ہوتے ہوئے انہی راستوں پر چلنے لگے جن راستوں سے انہیں لایا گیا تھا۔

کھنڈر نما مکان سے نکلتے ہوئے وہ اس کمرے کا دروازہ بند کر کے اسے لاک کرنا نہ بھولے تھے جہاں کالا ناگ اور اس کے ساتھی بے ہوش اور بندھے پڑے تھے۔

''ہمیں پہچاننا تو شاید ان کے لئے ممکن نہ ہو لیکن وہ تمہیں تو پہچانتے ہی ہوں گے۔ تم میک اپ کر لو تو بہتر رہے گا اس طرح ہم پر فوری حملے کا خطرہ ٹل جائے گا''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ ٹھیک ہے ورنہ میرے ساتھ ساتھ تم سب بھی خواہ مخواہ مارے جاؤ گے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے تو میرا تم سب کو اپنے ساتھ پسوانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جھاڑیوں سے نکل کر سڑک کی طرف آئے اور پھر یہ دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رہ گئے کہ سڑک

سے سیاہ اور نیلی گاڑیاں غائب تھیں۔

ٹرک بھی وہاں موجود نہ تھا البتہ ان کی دونوں گاڑیاں اسی طرح سے موجود تھیں لیکن اس حالت میں کہ گاڑیوں کے سارے ٹائروں کو گولیاں مار کر بلاسٹ کر دیا گیا تھا۔

''انہوں نے تو اپنا کام کر دیا ہے۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے''...... چوہان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''پروگرام۔ پروگرام کیا ہو سکتا ہے۔ ہم سردار گڑھ جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ اب یہ لوگ ہمارا راستہ روکنے کی بجائے سردار گڑھ پہنچ کر ہمارا مقابلہ کرنے کا پروگرام بنائیں گے اور یہی میں چاہتا ہوں کہ ان سے ٹکراؤ اب سردار گڑھ میں ہی ہو''...... عمران نے کہا۔

''تو کیا اب ہم پیدل جائیں گے''...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''باقی سب کا تو میں کہہ نہیں سکتا لیکن میرے ہوتے ہوئے تم پیدل چلو یہ کیسے ممکن ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''تمہارے نازک سے پیروں میں چھالے نہ پڑ جائیں اس لئے میں تمہیں اٹھا کر اپنے کاندھوں پر بٹھا لیتا ہوں۔ اس طرح تم پیدل چلنے سے بھی بچ جاؤ گی اور تمہیں تھکاوٹ بھی نہ ہو گی''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

"مجھے تمہارے کاندھوں کی سواری کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"اب میں تمہارے لئے اور سواری کہاں سے لاؤں۔ یہاں تو نہ کوئی گھوڑا ہے اور گدھا۔ ایک خچر ہے اگر کہو تو اسے مناؤں کہ وہ تمہیں اپنی کمر پر سوار کر لے"...... عمران نے شرارت بھری نظروں سے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کون خچر۔ کیا تم مجھے کہہ رہے ہو"...... تنویر نے اسے اپنی طرف گھورتے دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"دیکھا۔ کوئی اور بولے نہ بولے جو جیسا ہوتا ہے اپنا نام سن کر ایک بار ضرور بولتا ہے"...... عمران نے کہا تو وہ سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے اور تنویر اپنی بات پر خود ہی خجل ہو کر رہ گیا۔ ظاہر ہے عمران نے کسی کا نام تو نہ لیا تھا اور تنویر نے فوراً بول کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ خچر نہیں ہے اور اس کی اسی بات پر سب ہنس پڑے تھے۔

"دونوں کاروں کے سارے ٹائر بلاسٹ کر دیئے گئے ہیں۔ دشمن ہمیں ایک بار پھر چوٹ دے گئے"...... عمران نے کہا۔

"تمہارے خیال میں ہم اب سردار گڑھ سے کتنی دوری پر موجود ہیں"...... جولیا نے پوچھا۔

"پرفیکٹ تو نہیں کہہ سکتا البتہ اندازے کے مطابق ہم بیس کلو میٹر کی دوری پر ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"بیس کلو میٹر فاصلہ تو زیادہ ہے لیکن اگر ہم جنگل اور پہاڑی راستوں سے گزرتے ہوئے جائیں تو ہو سکتا ہے یہ فاصلہ گھٹ جائے اس لئے یہ فاصلہ ہم پیدل ہی طے کر لیتے ہیں۔ شام تک تو سردار گڑھ پہنچ ہی جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کی۔

"معقول تجویز ہے"...... جولیا نے کہا۔ انہوں نے اپنی کاروں کو دھکیل کر ایک طرف کیا۔ اس میں سے کھانے پینے کی چیزیں اور دوسرا سامان نکالا اور پیدل ہی چل پڑے۔ گرمی کے دن تھے۔ جلد ہی پسینے میں شرابور ہو گئے اور پیاس ستانے لگی۔ ان کے پاس بوتلوں میں جتنا پانی تھا آدھ گھنٹے کے اندر اندر ختم ہو گیا۔

"اب کوئی جگہ نظر آئے تو ان بوتلوں میں پانی بھر کر آگے چلیں گے کیونکہ شدید گرمی میں پیاس ہمیں ستائے گی اور ہمارے جسم سے پانی کے اخراج کی وجہ سے کمزوری طاری ہوتی جائے گی جس سے ظاہر ہے ہماری رفتار اور زیادہ سست ہو جائے گی جبکہ ہمیں شام تک سردار گڑھ پہنچنا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن یہاں تو جنگل ہے اور خشک پہاڑی علاقہ ہے اور یہ مقام تو بالکل غیر آباد ہے۔ یہاں پانی کہاں ملے گا"...... صدیقی نے کہا۔

"جنگل میں صاف پانی کے جوہڑ بھی ہوتے ہیں اور چونکہ یہاں انسانی آبادیاں قریب ہیں اس لئے پانی ملنے کا امکان بہرحال موجود ہے"...... عمران نے کہا۔ وہ چلتے رہے۔ اچانک

انہیں کچھ دور جھونپڑی نما ایک مکان نظر آیا۔ مکان کے باہر ایک چھوٹا سا اصطبل بھی بنا ہوا تھا جہاں دو بیل، دو گائے، چند بکریاں موجود تھیں۔ لکڑیوں کے ڈنڈوں کو جوڑ کر مکان کے گرد ایک احاطہ سا بنایا گیا تھا جہاں مرغیوں کے ساتھ سفید رنگ کے خرگوش بھی دوڑتے بھاگتے دکھائی دے رہے تھے۔ مکان کے دوسری طرف ایک ہرا بھرا کھیت تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک ٹیوب ویل تھا جو بند تھا۔ یہ ٹیوب ویل شاید کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے لگایا گیا تھا۔ وہ خوش ہو گئے اور اس مکان کی طرف چل پڑے۔ نزدیک پہنچے تو انہیں برگد کا ایک بڑا سا درخت دکھائی دیا جس کے نیچے ایک بڑی سی چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس چارپائی پر ایک ادھیڑ عمر کسان لیٹا ہوا تھا۔ ان کے قدموں کی آواز سن کر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ہمیں پانی چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''ٹیوب ویل تو بند ہے۔ میری جھونپڑی میں مٹکا بھرا رکھا ہے۔ اس میں سے لے لیں''...... اس کسان نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

''لیکن تم ہمیں حیران ہو کر کیوں دیکھ رہے تھے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اتنی گرمی میں آپ لوگ پیدل کہاں سے آ رہے ہیں''...... اس کسان نے کہا۔

''یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ کچھ لوگوں نے ہمارے ساتھ شرارت

لی ہے''...... عمران نے اسی طرح سے مسکرا کر کہا۔

''اوہ اچھا''...... اس آدمی نے کہا۔

''آپ کا نام کیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''چوہدری اللہ دتہ''...... کسان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم یہاں جنگل میں سیر کرنے کے لئے آئے تھے اور راستہ بھول کر اس طرف آ نکلے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ اچھا''...... چوہدری اللہ دتہ نے کہا۔

''تو کیا ہم اندر سے پانی لے لیں''...... عمران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ضرور۔ وہ سامنے پختہ کمرہ ہے پانی کا مٹکا اسی میں رکھا ہوا ہے''...... چوہدری اللہ دتہ نے سامنے موجود ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے دیکھا اس کمرے کا لوہے کا بڑا سا دروازہ تھا۔ وہ شکریہ کہہ کر اس کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں واقعی سامنے فرش پر ایک بڑا سا مٹکا دکھائی دیا جس پر دو گلاس بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس مٹکے اور گلاسوں کے سوا کمرے میں اور کوئی سامان نہ تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی مٹکے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ یکلخت وہ بری طرح سے اچھل پڑے۔ کیونکہ اسی وقت دروازہ ان کے پیچھے تیزی سے بند

ہو گیا۔ وہ ایک دم پلٹے لیکن انہیں دیر ہو چکی تھی۔ دروازے کی کنڈی لگائی جا چکی تھی۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کیا ہو گیا۔ کیا یہ آدمی بھی ان کا ساتھی تھا“۔ جوانا نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔ کمرہ چاروں طرف سے بند تھا۔ اوپر ایک بڑا روشن دان تھا جس سے روشنی اندر آ رہی تھی لیکن روشن دان پر بھی موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور دیواروں میں کوئی کھڑکی بھی دکھائی نہ دے رہی تھی۔

”ایک اور چوٹ۔ ہم نے اس کسان کو معصوم سمجھ کر بھروسہ کر لیا تھا۔ ہمیں چاہئے تھا کہ اس کا دایاں ہاتھ دیکھ لیتے کہ اس کے ہاتھ کی پشت پر سرخ تیر کا نشان بنا ہوا ہے یا نہیں“...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے انہوں نے باہر سے ایک تیز آواز سنی تو وہ چونک پڑے۔

”تمہارا بہت بہت شکریہ چوہدری اللہ دتہ جو تم نے ہماری ہدایات پر عمل کیا اور انہیں اس کمرے میں پانی پینے کے لئے بھیج دیا۔ وہ جیسے ہی کمرے میں گئے ہم نے باہر سے دروازہ بند کیا اور اس پر تالا لگا دیا۔ اب وہ اس کمرے کے قیدی ہیں“...... باہر سے آواز سنائی دی۔

”میں نے یہ سب کچھ آپ کے کہنے پر کیا ہے جناب“۔ چوہدری اللہ دتہ کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ اب ہمارے کہنے پر اس کمرے میں پانی بھر دو“۔ اسی آواز نے کہا۔

”انوارا۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اب ہمیں یہاں سے چل دینا چاہئے“...... دوسری آواز سنائی دی۔

”بے وقوف نہ بنو منگو دادا۔ بڑے بزرگ کہتے ہیں کہ ہاتھ آئے شکار کو نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہئے“...... پہلی آواز

نے کہا جسے دوسرے آدمی نے انوارا کہہ کر پکارا تھا۔

"تمہاری تم ہی جانو۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمیں تمہاری ہدایات پر عمل کرنا ہے"...... منگو دادا کی آواز آئی۔

"ہاں اور میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی صورت میں سردار گڑھ نہ پہنچ پائیں اور جہاں موقع ملے انہیں ہلاک کر دیا جائے"...... انوارا کی آواز سنائی دی۔

"لیکن باس نے کہا تھا کہ سردار صاحب نے ان کی ہلاکت کا حکم واپس لے لیا ہے۔ سردار صاحب نے انہیں پکڑ کر قید کرنے کا حکم دیا ہے اور بس"...... منگو دادا نے کہا۔

"چپ رہو تم۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں"...... انوارا نے درشت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جو مرضی کرو۔ باس کو بھی جواب تم نے دینا ہے ہم نے نہیں۔ ہم تو باس سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے ہماری ایک نہ سنی تھی اور جان بوجھ کر یہ سب کیا تھا"...... منگو دادا نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے بتا دینا۔ میں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ میں کر کے رہوں گا۔ میں انہیں بھیانک اور انتہائی اذیت ناک موت سے ہمکنار کرنا چاہتا ہوں اور اب ایسا ہی ہو گا"...... انوارا کی آواز سنائی دی۔ عمران اور

اس کے ساتھی خاموشی سے دروازے کے پاس کھڑے باہر سے آنے والی آوازیں سن رہے تھے۔ ان آدمیوں کی باتوں سے صاف لگ رہا تھا کہ ان کا تعلق بھی اسی سردار صاحب سے ہے جو انہیں کسی بھی صورت میں سردار گڑھ نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔ جس نے پہلے ان کی موت کے احکامات صادر کئے تھے اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو ان سب کو زندہ پکڑ کر قید کرنے کا حکم دے دیا تھا تاکہ وہ ان سب کو اپنے ہاتھوں سے تڑپا تڑپا کر اور اذیتیں دے کر ہلاک کر سکے۔

"چوہدری اللہ دتہ۔ تم نے سنا نہیں۔ کمرے کو پانی سے بھر دو تاکہ یہ لوگ اندر ہی ڈوب کر مر جائیں"...... انوارا نے چیخ کر کسان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ۔ تو یہ چوہدری اللہ دتہ ان کا ساتھی نہیں ہے۔ یہ بے چارہ مجبوراً یہ سب کر رہا ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے جناب۔ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کے چند ساتھی اس طرف آنے والے ہیں اور آپ ان سے شرارت کرنا چاہتے ہیں اور انہیں ستانے کے لئے کچھ دیر اس کمرے میں بند کرنا چاہتے ہیں لہٰذا میں نے انہیں تمہارے کہنے میں آ کر اندر بھیج دیا۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ کمرے میں پانی چھوڑ دو۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ میں اتنے آدمیوں کو تکلیف پہنچانے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا"...... چوہدری اللہ دتہ نے کہا۔

"بکومت۔ اگر تم نے ہمارا حکم نہ مانا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا سمجھے تم"...... انوارا نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

"پپ پپ۔ پستول۔ تو تمہارے پاس پستول بھی ہے"۔

چوہدری اللہ دتہ کی خوف بھری آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گئے کہ انوارا نے چوہدری اللہ دتہ پر ریوالور تان لیا ہے۔

"ہاں۔ ہم سب کے پاس اسلحہ ہے اور بم بھی ہیں۔ اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہ کیا تو میں اور میرے ساتھی تمہارے اس مکان کو بموں سے اُڑا دیں گے"...... انوارا نے گرج کر کہا۔

"نن نن۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہ کرنا"...... چوہدری اللہ دتہ نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر جیسا کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور کمرے کو پانی سے بھر دو"...... انوارا کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"لل۔ لیکن میں پانی اندر کس طرح ڈالوں"...... چوہدری اللہ دتہ نے بے بسی سے کہا۔

"ٹیوب ویل پر بڑا والا پائپ لگا کر اسے کھینچ کر یہاں لے آؤ۔ تمہارے پاس سیڑھی بھی ہے۔ میرے ساتھی سیڑھی پر چڑھ کر کمرے کے روشن دان تک جائیں گے اور پائپ کو سلاخوں میں پھنسا دیں گے اور پھر ٹیوب ویل چلانے پر پانی اندر بھرنا شروع ہو جائے گا۔ میں نے کمرہ دیکھا ہے۔ اس کمرے کا فرش دروازے سے تقریباً چار فٹ نیچا ہے"...... انوارا نے کہا۔

"لیکن وہ چار فٹ گہرے پانی میں کس طرح ڈوب سکتے ہیں"...... چوہدری اللہ دتہ نے کہا۔

"تم عقل سے بالکل ہی پیدل معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے میں احمق ہوں۔ پانی کمرے کے کچے فرش اور دیوار کے سوراخوں میں گھسے گا اور یقیناً کوئی نہ کوئی زہریلا سانپ یا جانور باہر نکل آئے گا۔ جو انہیں ڈسے بغیر نہ رہے گا وہ پانی کے اندر ہی انہیں ڈسے گا اور یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکیں گے۔ اس طرح پانی کا دوہرا فائدہ ہوگا"...... انوارا نے سفاکانہ لہجہ میں کہا۔

"نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں کسی کی جان سے نہیں کھیل سکتا۔ میرے گھر میں دو تین بار ایک سانپ دکھائی دیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ تمہاری شیطانی ترکیب سے وہ سانپ نکل ہی آئے اور انہیں ڈس لے"...... چوہدری اللہ دتہ نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی تو ہم چاہتے ہیں۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ دوسرے دن شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہوگی کہ عمران اور ان کے ساتھی سانپ کا نوالہ بن گئے"...... انوارا نے کہا۔

"عمران۔ کیا مطلب۔ کون عمران"...... چوہدری اللہ دتہ نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں۔ کیا تم اس نام سے واقف ہو"...... انوارا نے کہا۔

"نہیں۔ لیکن یہ لوگ ہیں کون جنہیں تم اس طرح بے رحمی سے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ کیا دشمنی ہے تمہاری ان سے"...... چوہدری

اللہ دتہ کے لہجے میں تھرتھراہٹ تھی۔

"سمجھ لو چور اور پولیس کا کھیل ہے"...... انوارا نے ہنس کر کہا۔

"چور پولیس۔ گک گک۔ کیا مطلب۔ کیا تم چور ہو اور اندر تم نے جن لوگوں کو بند کیا ہے وہ پولیس والے ہیں"...... چوہدری اللہ دتہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں ایسا ہی سمجھ لو"...... انوارا نے کہا۔

"اوہ"...... چوہدری اللہ دتہ کی پریشانی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو"...... انوارا نے کہا۔

"ہاں۔ میں پڑھا لکھا کسان ہوں۔ لیکن شہر کے ہنگاموں سے دور کھیتی باڑی کرنے کا شوقین ہوں اور سنو۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس کام میں تمہاری مدد ہرگز نہیں کروں گا"...... چوہدری اللہ دتہ نے یکلخت جیسے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اپنی موت کو آواز نہ دو"...... اس کی بات سن کر انوارا نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ قانون کے رکھوالے ہیں تو پھر میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا چاہے تم کچھ بھی کر لو"...... چوہدری اللہ دتہ نے اسی طرح فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تب تمہاری موت طے ہے"...... انوارا نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی انہوں نے ایک زور دار دھماکے اور چوہدری اللہ دتہ کے تیز چیخنے کی آواز سنی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"چلو ساتھیو۔ ٹیوب ویل اسٹارٹ کرو۔ اب ہم خود اس کمرے کو پانی سے بھریں گے"...... انوارا نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے کہا اور انہیں دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں اب کیا کریں۔

"تنویر تمہارے بوٹ کی ایڑی میں ایک چھوٹا سا چاقو موجود ہے"...... عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں موجود ہے"...... تنویر نے کہا اور بوٹ کی ایڑی سے ایک چھوٹا سا چاقو نکال کر عمران کو دے دیا۔ عمران چاقو لے کر پنجوں کے بل بیٹھ گیا اور دروازے کے سامنے والی دیوار کی ایک اینٹ کے اردگرد کی مٹی کھرچنے لگا۔

"اس دیوار کی دوسری طرف کماد کا کھیت ہے۔ ہم نقب لگا کر کماد کے کھیت میں گھس جائیں گے۔ اگر انہوں نے ہمیں اس طرف جاتے دیکھا تو وہ یقیناً ہم پر گولیاں برسائیں گے اور ہم کماد کے کھیت میں چھپ کر ان کی فائرنگ سے بچ سکتے ہیں۔ اب ان کی گولیوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے"...... عمران نے کہا۔

"اور سانپ سے بھی"...... چوہان نے کہا۔

”سانپ کی بات تو خیر جانے دو۔ وہ چاہتے یہی ہیں کہ ہم گھبرا کر باہر نکلیں اور ان کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں لیکن ہم انہیں ان کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ یہ چھوٹا سا چاقو کام دکھائے گا“...... عمران نے کہا۔ مٹی فرش پر گرنے لگی تھی۔ اسی وقت انہوں نے روشن دان سے ایک بڑا سا پائپ اندر آتے دیکھا۔ سیڑھی شاید چھوٹی تھی اس لئے پائپ لگانے والے کا چہرہ روشن دان میں دکھائی نہ دیا تھا۔ اس کے ہاتھ دکھائی دے رہے تھے جو پائپ کو سلاخوں سے گزار کر اندر دھکیل رہا تھا۔

”پائپ اندر چلا گیا ہے۔ اب تم ٹیوب ویل چلا دو“...... انوارا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ چند لمحوں بعد اچانک انہوں نے پائپ کو جھٹکا لگتے دیکھا اور دوسرے لمحے پانی کی تیز دھار اندر گرنا شروع ہوگئی اور پانی تیزی سے کچے فرش پر پھیلتا چلا گیا۔

”فکر نہ کرو۔ اس پانی میں ہم ڈوبیں گے نہیں۔ موسم گرمی کا ہے۔ بے شک پانی کی دھار کے نیچے جا کر نہانا شروع کر دو۔ گرمی کا اثر کم ہو جائے گا“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو وہ سب مسکرا دیئے۔ اسی لمحے انہیں دروازے کے پاس سے انوارا کی تیز آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑے۔

”سنو عمران۔ اب تمہاری موت نے تمہیں گھیرے میں لے لیا ہے۔ ہم اس کمرے کے چاروں طرف موجود ہیں۔ تم جس طرف سے بھی نکلو گے گولیاں تمہارا مقدر ہوں گی“...... انوارا نے چیخ

ہوئے کہا۔ عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کیا بات ہے عمران۔ کیا موت کے خوف سے تمہاری زبان گنگ ہوگئی ہے یا پھر تم لوگ بے ہوش ہو گئے ہو“...... انوارا نے پھر مذاق اڑایا۔ تنویر غصے میں آ کر کچھ کہنے والا تھا کہ عمران نے اسے اشارے سے منع کر دیا۔

”انہیں یہ نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کمرے کے کس طرف ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دروازے کی طرف متوجہ رہیں اور میں اطمینان سے اپنا کام کرتا رہوں“...... عمران نے دھیمی آواز میں کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تو پھر کیوں نہ ہم دروازے پر جا کر انہیں باتوں میں لگائیں“...... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ اس وقت خاموشی بہتر ہے۔ اور سنو گنے کی فصل میں سے گزر کر سڑک پر پہنچنے کی کوشش کرنی ہے مگر کوئی کسی کا انتظار نہ کرے اور سردار گڑھ کی طرف چل پڑے۔ ہم اکٹھے رہ کر سردار گڑھ نہیں پہنچ سکیں گے“...... عمران نے کہا۔

”او کے“...... سب نے بیک زبان کہا۔ پانی برابر اندر گر رہا تھا اور اب ان کے ٹخنوں تک آ گیا تھا۔ دوسری طرف ایک اینٹ دیوار سے نکلنے کے قریب تھی۔ آخر وہ نکل آئی لیکن عمران نے اسے ایک دم نہیں نکالا تھا۔ پہلے تھوڑی سی درز پیدا کی اور اس میں سے باہر جھانکا۔ گنے کی فصل یہاں سے کوئی چھ فٹ دور تھی اور اس طرف

کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے جلدی سے اینٹ نکال لی۔ اب باقی اینٹوں کو نکالنا بہت آسان تھا۔ چنائی مٹی سے کی گئی تھی۔ انہوں نے ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر اینٹیں اکھاڑنا شروع کر دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں سے ایک آدمی آسانی سے، باہر جا سکتا تھا۔

''پہلے میں باہر جاؤں گا اور دیکھتے جانا کہ میں کس طرح جاتا ہوں بالکل اسی طریقے سے تم کھیت تک جاؤ گے''...... یہ کہہ کر عمران نے ریوالور ہاتھ میں لیا اور باہر جانے لگے پھر رک گیا۔

''سنو میں کھیت میں پہنچ کر پوزیشن لے لوں گا اور اگر کوئی اس طرف آ کر تم پر فائر کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے ڈھیر کر دوں گا اس طرح تم آسانی سے مجھ تک پہنچ جاؤ گے''...... عمران نے کہا۔

''بہت بہتر''...... ان سب نے کہا۔ عمران سینے کے بل لیٹ گیا اور اس سوراخ سے باہر نکل گیا۔ وہ سوراخ میں سے جھانکنے لگے اور عمران کو کھیت کی طرف رینگتا دیکھنے لگے۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے اور وہ یہ دعائیں کر رہے تھے کہ وہ بخیریت کھیت تک پہنچ جائے۔ آخر انہوں نے دیکھا۔ عمران اس طرح لیٹے لیٹے کھیت میں داخل ہو گیا۔

''چلیں مس جولیا۔ اب آپ کی باری ہے''...... صفدر نے کہا۔

''نہیں۔ پہلے تم چلو''...... جولیا نے کہا۔

''وقت ضائع نہ کریں۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''اچھی بات ہے''...... جولیا نے کہا اور سوراخ سے باہر نکل گئی۔ اب وہ سینے کے بل رینگتی ہوئی اس طرف بڑھ رہی تھی جس طرف تھوڑی دیر پہلے عمران گیا تھا۔ اچانک ان لوگوں نے ایک آواز سنی۔

''ارے ہم بھول گئے۔ ہمیں مکان کے پچھلے حصے کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہیں وہ دیوار توڑ کر نہ نکل جائیں''...... کسی نے کہا۔ اسی وقت دوڑتے قدموں کے ساتھ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ جولیا ابھی کھیت سے دور تھی۔ آواز اس نے بھی سن لی تھی۔ آواز سنتے ہی اس نے یہ عقل مندی کی کہ فوراً اٹھی اور کھیت میں چھلانگ لگا دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو کوئی گولی اس کے جسم میں داخل ہو چکی تھی۔

''یہ نقب لگا چکے ہیں''...... کوئی چلایا اور پھر انہیں بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

''ٹائیگر۔ کیا تمہارے پاس ریوالور ہے''...... تنویر نے ٹائیگر سے پوچھا۔

''ہاں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو پھر تم یہاں آ کر پوزیشن لے لو لیکن سوراخ کے سامنے نہ بیٹھنا''...... تنویر نے کہا۔

"اسلحہ ہم سب کے پاس ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"بہت خوب تو پھر تم بھی سوراخ کے ارد گرد آ جاؤ۔ جیسے ہی کوئی اس طرف آتا دکھائی دے ہم اسے فوراً گولی مار دیں گے چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو"...... تنویر نے کہا۔ دوسری طرف کھیت پر فائرنگ شروع ہوگئی تھی اور عمران اور جولیا جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ شاید جگہیں بدل بدل کر فائرنگ کر رہے تھے تاکہ دشمنوں کو ایسا تاثر دیا جا سکے کہ وہ سب کمرے سے نکل کر کماد کے کھیتوں میں موجود ہیں اس طرح ان کی ساری توجہ کھیتوں پر ہی مبذول رہتی۔

"سوراخ سے اندر بھی فائر کرو"...... انوارا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے مشین گنیں گرجیں اور دیوار کے ہول کے ارد گرد کئی گولیاں پڑیں۔ کئی گولیاں ہول سے اندر آ کر سامنے والی دیوار میں گھس گئی تھیں۔ وہ سب چونکہ دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے تھے اس لئے باہر سے آنے والی کسی گولی نے انہیں نہ چھوا تھا۔ جس طرف سے ان پر فائرنگ کی گئی تھی اس طرف کا اندازہ لگاتے ہی تنویر، صدیقی اور چوہان نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مشین پسٹلز سے فائرنگ کر دی دوسرے لمحے باہر سے ایک چیخ فضا میں گونجی شاید کوئی دشمن گولیوں کا شکار ہوگیا تھا۔ اب دشمن درمیان میں تھے ٹائیگر، صفدر، تنویر، صدیقی اور چوہان ابھی تک کمرے کے اندر ہی تھے۔ وہ دیوار سے چپکے ہوئے تھے۔ ٹخنوں تک پانی میں

کھڑے باہر کا جائزہ بھی لے رہے تھے اور وہ سوراخ سے ہاتھ نکال کر وقفے وقفے سے دائیں اور بائیں فائرنگ بھی کر رہے تھے۔ دوسری طرف گنے کے کھیت سے بھی فائر ہو رہے تھے۔

"آدھے آدمی گنے کے کھیت پر فائر کریں اور آدھے نقب پر اور سب زمین پر لیٹ جائیں"...... اچانک انوارا نے گرج کر کہا۔

"کمرے کی دیوار پر ہینڈ گرنیڈ مار دو"...... اچانک انوارا پھر چلایا۔ اس جملے کے ساتھ ہی ان کی سٹی گم ہوگئی۔ وہ ساکت رہ گئے۔

عمران جو کماد کے کھیت میں چھپا ہوا تھا اس نے بھی انوارا کے یہ الفاظ سن لئے تھے۔ اس نے سوچا۔ اگر انہوں نے واقعی دیوار پر ہینڈ گرنیڈ مار دیا تو کمرے میں موجود اس کے باقی ساتھیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اب ان کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کھل کر سامنے آجانے کا اور ہینڈ گرنیڈ پھینکنے والے پر فائر کر کے اسے ہلاک کر دینے کا۔

اس صورت میں یہ بھی ممکن تھا کہ دشمن کی گولی خود اسے ہی چاٹ جاتی لیکن یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہیں تھا۔ وہ فوا کھیت میں کھڑا ہو گیا۔ وہ کنارے سے چند ہی فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اس نے اس آدمی کو دیکھا جو بم کا سیفٹی پن دانتوں سے کھینچ کر نکال رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے عمران کے ریوالور سے ایک فائر ہوا اور گولی اس آدمی کے ہاتھ میں موجود ہینڈ گرنیڈ پر پڑی۔ ایک زور دار دھماکے سے ہینڈ گرنیڈ بلاسٹ ہوا اور اس آدمی کے پرخچے

اڑ گئے۔ اپنے ساتھی کو اس طرح بم سے ہلاک ہوتے دیکھ کر انوارا اور اس کے مسلح ساتھی جیسے ساکت سے ہو کر رہ گئے۔ یہی وہ وقت تھا جب ان پر کاری ضرب لگائی جا سکتی تھی لیکن عمران بلا وجہ خون بہانے کے عادی نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا کیا کہ بیک وقت پانچ فائر کئے اور انورا اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں سے ریوالور نکل گئے۔ اب وہ خالی ہاتھ تھے۔

"بھاگو"...... دوسرے ہی لمحے انوارا نے چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ سب پلٹ کر دوسری طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہیں بھاگتے دیکھ کر عمران کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ وہ تربیت یافتہ ایجنٹ نہ تھے بلکہ عام کرمنلز تھے جو بھلا عمران اور اس کے منجھے ہوئے ساتھیوں کے مقابلے میں کہاں تک ٹھہر سکتے تھے۔ کچھ ہی دیر میں میدان صاف تھا۔ وہ باہر نکل آئے۔ اب سب ایک جگہ کھڑے تھے۔ ان میں سے کسی کے جسم پر خراش تک نہیں آئی تھی جبکہ دشمن اپنے تین آدمیوں کی لاشوں کے ٹکڑے چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔

"ان لاشوں کے ٹکڑے وہ لوگ خود ہی واپس آ کر اٹھا کر لے جائیں گے ہمیں تو پہلے غریب چوہدری اللہ دتہ کی خبر لینی ہے۔ وہ ناحق مارا گیا ہے"...... عمران نے کہا اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

"ہاں۔ مجھے بھی اس کا بہت افسوس ہو رہا ہے"...... جولیا نے کہا۔ باقی سب بھی چوہدری اللہ دتہ کے لئے متفکر تھے۔

"ہوسکتا ہے ابھی وہ زندہ ہو"...... صفدر نے کہا۔

"آؤ دیکھیں"...... عمران نے کہا۔ وہ احاطے کے گرد گھوم کر آئے۔ ٹیوب ویل کے قریب چوہدری اللہ دتہ بے جان پڑا تھا۔ انہوں نے اس کی نبض دیکھی لیکن وہ دم توڑ چکا تھا گولی اس کے دل کے پار ہوگئی تھی۔ عمران نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد یہ لوگ ایک بار پھر سردار گڑھ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی سڑک پر ہی پہنچے تھے کہ عمران ٹھٹک کر رک گئے دوسرے بھی رک گئے اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"ہم بھول گئے۔ ان میں سے چند افراد زخمی بھی ہوئے تھے۔ اگر ہم خون کے قطروں کو دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے جائیں تو نہایت آسانی سے ان کے ٹھکانے تک پہنچ سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ یہ زیادہ مناسب رہے گا ان کے ٹھکانے کا پتہ چل جائے تو ہم وہاں جاتے ہی ان پر حملہ کر دیں گے ورنہ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کریں"...... تنویر نے کہا۔

"تو پھر آؤ۔ واپس چلتے ہیں۔ کیونکہ خون کے قطروں کا سراغ وہیں سے لگ سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔ ایک بار پھر وہ واپس آئے۔ کھیت کے قریب انہوں نے خون کے قطروں کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس جگہ پر خون اور گوشت کے لوتھڑے ضرور موجود تھے جہاں انہوں نے ایک دشمن کے پرخچے اڑائے تھے۔ لیکن جس

سمت میں دشمن فرار ہوا تھا۔ اس سمت میں خون کے کسی قطرے کا کوئی نشان نہیں تھا۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے خود ان لوگوں میں سے کم از کم دو کو زخمی ہوتے دیکھا تھا"...... چوہان نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر ان کی ٹانگوں سے بہنے والا خون کہاں گیا"...... صدیقی نے حیران ہوکر کہا۔

"اس کا تو ایک ہی مطلب ہے"...... جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اور وہ کیا"...... صفدر نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ جب ہم یہاں سے سڑک کی طرف گئے تو کوئی خون کے نشان مٹانے کے لئے یہاں آیا اور اس نے نشانات مٹا دیئے"...... جولیا نے کہا۔

"مگر کس طرح"...... چوہان نے کہا۔

"یا تو اس نے ان قطروں پر مٹی ڈال دی یا پھر وہ کسی چیز سے زمین کو کھرچتا چلا گیا۔ زمین بہت نرم ہے۔ اس کے ساتھ وہ کھرچنے کے نشانات بھی مٹاتا چلا گیا"...... جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ"...... وہ سب حیران رہ گئے۔ کچھ دیر تک وہ وہیں کھڑے سوچتے رہے کہ کیا کریں۔

"اس بات میں ہمیں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ دشمن پھر

ہمارے مقابلے پر آئے گا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان کا، کالا ناگ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا گروپ موجود ہے جو ان کی مدد کر رہا ہے لیکن وہ سب کام چھپ کر کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی طرف سے ہوشیار رہنا ہو گا اور اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ہم اس طرح سردار گڑھ نہیں پہنچ سکتے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب''...... صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

''اس کے لئے ہمیں باقاعدہ پروگرام ترتیب دینا ہو گا دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم دو یا تین پارٹیوں میں تقسیم ہو جائیں''...... عمران نے کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب''...... صفدر کے منہ سے نکلا۔ سب حیران ہو کر عمران کو دیکھنے لگے۔

''آؤ۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں''...... عمران نے کہا۔ وہ ٹیوب ویل کے پاس موجود پختہ زمین پر بیٹھ گئے۔

''اب ہم تین پارٹیوں کی صورت میں آگے بڑھیں گے۔ ہمیں یہ راستہ پیدل طے کرنا پڑے گا یا زیادہ سے زیادہ کسی سے لفٹ مل سکتی ہے جیسے بھی ہو۔ اب ہم وقفے وقفے سے روانہ ہوں گے۔ پہلی ٹیم میں، میں ٹائیگر اور صفدر شامل ہوں گے۔ سب سے پہلے ہم روانہ ہوں گے دوسری پارٹی میں صدیقی اور تنویر شامل ہوں گے۔ یہ ہم سے آدھ گھنٹے بعد روانہ ہوں گے۔ تیسری پارٹی میں کیپٹن شکیل، چوہان اور جولیا شامل ہوں گے۔ آدھ گھنٹے بعد

روانہ ہوں گے''...... عمران نے کہا۔

''بہت خوب۔ بہت شاندار پروگرام ہے''...... جولیا نے خوش ہو کر کہا۔

''اور سردار گڑھ پہنچ کر ہوٹل سیف الملوک میں قیام کرنا ہے۔ وہاں ہمارے لئے کمرے بک کرا دیئے گئے ہیں۔ اب پہلی ٹیم روانہ ہوتی ہے''...... یہ کہتے ہوئے عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کے ساتھ ہی ٹائیگر اور صفدر بھی اٹھ گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو اللہ حافظ کہا اور سڑک کی طرف بڑھ گئے۔ عمران کے ساتھی انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

''اب ہمیں آدھ گھنٹے تک انتظار کرنا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ اس کے بعد تم اور میں روانہ ہوں گے''...... تنویر نے کہا۔

''میرا خیال ہے۔ اب دشمن ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کریں گے''...... جولیا نے کہا۔

''ان کے تین آدمی بیکار ہو گئے ہیں۔ تین تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور دو افراد زخمی ہو گئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زخمی دو سے زیادہ ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وہ انہیں سنبھالیں گے یا ہمارا راستہ روکیں گے۔ اب ضرور ہماری ان سے ٹکر سردار گڑھ میں ہی ہو گی''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں کہ وہاں پہنچ

جائیں"...... چوہان نے کہا۔
"میں حیران ہوں کہ سردار گڑھ میں کیا آخر ہو رہا ہے"۔ تنویر نے کہا۔
"اور میں حیران ہوں کہ یہ اتنے بدمعاش ٹائپ افراد کسی ایک کے لئے کیوں کام کر رہے ہیں اور وہ آدمی جسے وہ سردار صاحب کہتے ہیں آخر کون ہے"......کیپٹن شکیل نے کہا۔
"حیران تو میں بھی ہوں لیکن ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ کس بات پر حیران ہوں"...... چوہان نے کہا اور وہ ہنس پڑے۔
"آج تو تم نے بالکل عمران صاحب کے انداز میں بات کی ہے۔ شاید تم پر عمران صاحب کا رنگ چڑھ گیا ہے"...... کیپٹن شکیل نے مسکرا کر کہا۔
"نہیں۔ میں نے تو اپنے انداز میں بات کی ہے"...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔
"اب اتنے بھی حیران نہ ہو جائیں کہ آگے چل کر کسی بات پر حیران نہ ہو سکیں"......صدیقی نے بھی پرمزاح لہجے میں کہا۔ اس کی بات پر وہ لوگ ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔
"جہاں تک میرا خیال ہے اب تک جتنے عجیب وغریب مجرموں سے ہمارا پالا پڑا ہے۔ یہ ان مجرموں میں سب سے زیادہ عجیب وغریب اور خطرناک ہیں"...... جولیا نے کہا۔
"اور چالاک بھی بہت ہے۔ اس سردار صاحب نے کام کے

لئے ایسے لوگ چنے ہیں جو اس کے وفادار ہیں اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے ہر وقت کٹنے مرنے کے لئے بھی تیار رہتے ہیں"...... چوہان نے کہا۔
"اور ایک اور بات یہ کہ یہ لوگ جس آدمی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اسے ایسا زہر دیتے ہیں کہ مرنے کے بعد اس کی موت ہارٹ فیل ظاہر ہوتی ہے"......صدیقی نے کہا۔
"کیا ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آخر اتنے بہت سارے بدمعاشوں کو ایک ساتھ جمع کیسے کیا گیا ہے اور وہ سردار صاحب کے حکم کے پابند کیسے ہوئے ہوں گے"...... چوہان نے کہا۔
"یہ اندازہ لگانا اتنا مشکل نہیں"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"وہ کیسے۔ ذرا ہم بھی تو آپ کا اندازہ سنیں"...... چوہان نے چونک کر کہا۔
"یا تو سردار صاحب کے پاس ان تمام بدمعاشوں کا کرمنل نف موجود ہو گا اس لئے وہ اس سے ڈر کر اس کے لئے کام کرتے ہوں گے یا پھر سردار صاحب انہیں بھاری معاوضے دیتا ہو گا اور ایسے بدمعاشوں کے لئے سب کچھ دولت ہوتی ہے جس کے لئے وہ اپنے ملک اور قوم کے ساتھ غداری کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں اور کرائم تو ویسے ہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے یہ سب کچھ کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے"...... جولیا

نے کہا۔

"میرا خیال ہے پہلی ٹیم کو روانہ ہوئے آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے اب دوسری پارٹی کو روانہ ہو جانا چاہئے"...... صدیقی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے"...... چوہان نے کہا اور دوسری ٹیم کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے کیپٹن شکیل، چوہان اور جولیا کو اللہ حافظ کہا اور چل پڑے۔ ٹیوب ویل پر جولیا، کیپٹن شکیل اور چوہان بیٹھے انہیں جاتے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ جولیا، چوہان اور کیپٹن شکیل کی طرف مڑی لیکن بھونچکی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت خوف سا اُمڈ آیا۔

کیپٹن شکیل اور چوہان نے جولیا کی آنکھوں میں خوف دیکھا تو حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے اس سمت میں دیکھا۔ جس طرف جولیا دیکھ رہی تھی۔ ان کے سامنے چھ بدمعاش وحشیانہ انداز میں کھڑے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک لمبے پھل والا چاقو تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ باقی چار کے ہاتھوں مشین گنیں تھیں اور ان کے ارادے کتنے خطرناک تھے یہ ان کے مسکرانے کے انداز سے ہی نظر آ رہا تھا۔

"ہم اپنے تین ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اب ان تین ساتھیوں کا انتقام ہم تم تینوں سے لیں گے۔ تم لوگوں کے باقی ساتھی تو آگے جا چکے ہیں لیکن تم ہمارے ہتھے چڑھ گئے ہو۔ اب

آگے جانے والے تو واپس لوٹ کر آئیں گے نہیں لیکن تم ان کے پاس نہیں جاؤ گے کیونکہ ہم اپنے ساتھیوں کی موت کو اتنی آسانی سے بھلانے والے نہیں"...... یہ الفاظ مشین پسٹل والے کے منہ سے نکلے تھے۔ اس کی آواز سنتے ہی وہ پہچان گئے کہ وہ انوارا تھا جو باہر موجود اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے رہا تھا اور جس نے چوہدری اللہ دتہ کو گولیاں مار کر ہلاک کیا تھا۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"لیکن تمہارا ایک ساتھی تو اپنے ہاتھ میں پکڑے ہینڈ گرنیڈ کے پھٹنے سے ہلاک ہوا تھا۔ اس میں ہمارا تو قصور نہیں تھا"...... جولیا نے مسکرا کر کہا۔ دشمنوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ اسلحہ جولیا اور اس کے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی تھا لیکن جولیا کا مشین پسٹل اس کے ہینڈ بیگ میں تھا اور چوہان اور کیپٹن شکیل کا مشین پسٹل ان کی جیبوں میں اگر وہ دونوں مشین پسٹل نکالنے کی کوشش کرتے تو انوارا اور اس کے ساتھی یقیناً ان پر فائر کھول سکتے تھے اور وہ جس جگہ موجود تھے ان کا گولیوں کی زد میں آنا مشکل نہ تھا۔

"ہمارے دو ساتھیوں کے ٹانگوں میں گولیاں لگی تھی۔ وہ تھوڑا سا بھاگنے کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ ہم نے سوچا اب یہ لوگ ہمارے ساتھ بھاگ دوڑ نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے ہم نے انہیں......" یہ کہتے کہتے انوارا رک گیا۔ اس کا لہجہ بہت بھیانک ہو گیا تھا۔

"پھر کیا کیا تم نے"...... جولیا نے پوچھا۔

"انہیں ختم کر دیا"...... انوارا نے کہا۔

"اچھا کیا۔ دو تو جہنم واصل ہوئے"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں دھک سے رہ گئے۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کے لئے اس قدر بے رحم ہو سکتے تھے وہ ان سے کس طرح نرم سلوک کر سکتے تھے۔

"ہمارے سردار صاحب کا یہی حکم ہے کہ جب کوئی ساتھی بے کار ہو جائے اسے ختم کر دو"...... انوارا نے کہا۔

"سنو تم ہمیں کمزور اور بے بس خیال کر رہے ہو گے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے"...... جولیا نے اچانک کہا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ انوارا مشین پسٹل ہاتھ میں لئے اس کے کافی نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مشین پسٹل کا رخ جولیا کی طرف کر رکھا تھا۔

"کیا مطلب"...... انوارا کے منہ سے نکلا۔ وہ سب جولیا کو گھورنے لگے۔ اسی وقت سڑک کی طرف سے ایک کار کے رکنے کی آواز سنائی دی وہ چونک اٹھے۔ انوارا اور اس کے ساتھی بھی گھبرا گئے۔ ان کی بوکھلاہٹ جولیا کے کام آئی۔ اس نے ایک زور دار ہاتھ مشین پسٹل والے کے ہاتھ پر مارا۔ مشین پسٹل اچھلا اور دوسرے ہی لمحے چوہان اسے کرکٹ کی گیند کی طرح کیچ کر چکا تھا۔

"بہت خوب مس جولیا آپ نے کمال کر دیا"...... چوہان نے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے کہا۔ مشین پسٹل اپنے ہاتھ سے نکل کر دشمن کے ہاتھ میں جاتے دیکھ کر انوارا اور اس کے ساتھی ساکت رہ گئے۔ چوہان نے آگے بڑھ کر مشین پسٹل کی نال انوارا کی گردن سے لگا دی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اپنا اسلحہ پھینک دیں۔ ورنہ......" چوہان نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"پھ۔ پھ۔ پھینک دو اسلحہ"...... انوارا نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا تو اس کے ساتھیوں نے فوراً اپنا اسلحہ نیچے گرا دیا۔

"اب تم اسلحے سے دس قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ جلدی کرو"...... چوہان غرایا تو وہ تیزی سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ جولیا نے بھی اپنے ہینڈ بیگ سے مشین پسٹل نکال لیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی جیب سے مشین پسٹل نکالنے میں دیر نہ لگائی۔

"میں اور کیپٹن شکیل انہیں اپنے نشانے کی زد پر رکھتے ہیں تم سڑک پر جا کر اس کار والے سے لفٹ کی بات کرو"...... جولیا نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے"...... چوہان نے کہا اور تیزی سے اس طرف دوڑتا چلا گیا جس طرف انہیں سڑک پر کار کے رکنے کی آواز سنائی دی تھی۔ چوہان دوڑتا ہوا نہایت تیزی سے سڑک پر پہنچا جہاں سفید

رنگ کی کار کھڑی تھی۔ کار سے ایک آدمی نکل کر چوہدری اللہ دتہ کے مکان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چوہان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ آدمی وہیں رک گیا۔

"کیا بات ہے۔ خیر تو ہے۔ میں نے اس طرف کسی گڑبڑ کے آثار دیکھے تھے"...... کار والے نے چوہان سے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے اور میری بہن کو چند بدمعاشوں نے گھیر لیا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے حالات ہمارے کنٹرول میں ہیں"...... چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب"...... کار والے نے چونک کر کہا۔

"ان کے پاس اسلحہ تھا جو اب ہمارے قبضے میں ہے کیا آپ، ہماری مدد کر سکتے ہیں"...... چوہان نے کہا۔

"میں آپ کے لئے کیا کروں"...... اس نے پوچھا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ ان بدمعاشوں سے پیچھا چھڑا کر کسی طرح سردار گڑھ پہنچ جائیں"...... چوہان نے کہا۔

"میں اپنی کار میں آپ لوگوں کو سردار گڑھ تک تو لے جا سکتا ہوں لیکن ان بدمعاشوں سے کیسے پیچھا چھڑا سکتا ہوں"...... اس نے کہا۔

"وہ ہم کر لیں گے"...... چوہان نے کہا۔

"چلیں۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... اس نے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ٹیوب ویل کے پاس آئے۔ جولیا اور کیپٹن شکیل چاق

چوبند کھڑے تھے۔ کار والا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"کمال کی لڑکی ہے اس نے تو مشین پسٹل سے ان بدمعاشوں کو کور کر رکھا ہے"...... اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ ہمیں اپنے ساتھ سردار گڑھ تک لے جانے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اب مسئلہ ان لوگوں سے پیچھا چھڑانے کا ہے"...... چوہان نے جولیا اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ان سے پیچھا چھڑانا کیا مشکل ہے۔ چلو تم سب سڑک پر۔ تم آگے آگے چلو گے۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ کسی نے بھی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گا"۔ کیپٹن شکیل نے ان بدمعاشوں سے کہا اور وہ ان کے آگے چلنے لگے۔

اس طرح چلتے ہوئے وہ سڑک تک آ گئے۔

"اب تم لوگ سڑک پر چلتے چلے جاؤ۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا"...... جولیا نے کار کے پاس پہنچ کر ان بدمعاشوں سے کہا۔ انہوں نے کچھ نہ کہا اور کار سے دور ہٹتے چلے گئے۔ جولیا اور کیپٹن شکیل سڑک پر مشین پسٹل تانے کھڑے رہے۔

"آپ لوگ کار میں بیٹھ جائیں۔ کار کا انجن اسٹارٹ کر دیں"...... جولیا نے چوہان، کیپٹن شکیل اور کار والے سے کہا۔ وہ تینوں کار میں بیٹھ گئے کار والے شخص نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اب وہ لوگ کار سے بہت دور چلے گئے تھے۔ جولیا نے کار کا دروازہ کھولا اور مشین پسٹل کا رخ بدستور بدمعاشوں کی طرف رکھے

ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

''اب آپ چل پڑیں''...... جولیا نے کہا۔ کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ لوگ سڑک پر کھڑے دور ہوتی ہوئی کار کو دیکھ رہے تھے۔

''ان لوگوں کی آپ سے کیا دشمنی تھی''...... کار والے نے پوچھا۔

''بس یوں سمجھ لیں۔ خدا واسطے کا بیر ہے ان لوگوں کا ہم سے''...... کیپٹن شکیل نے گول مول سا جواب دیا۔

''مجھے تو اس لڑکی پر حیرت ہے۔ کس قدر بے خوفی سے ان پر گن تانے کھڑی تھی''...... کار والے نے کہا۔

''ابھی تک ہم نے آپ کا نام بھی نہیں پوچھا۔ معافی چاہتے ہیں۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ کیا آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گے''...... چوہان نے کہا۔

''کیوں نہیں۔ مجھے میر خلیل جمالی کہتے ہیں میں سردار گڑھ کے گورنمنٹ کالج میں ہسٹری کا پروفیسر ہوں''...... اس آدمی نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''میرا نام چوہان احمد ہے اور ان کا نام مس مہرین ہے۔ ہم بہن بھائی ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی''...... میر خلیل جمالی نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ۔ آپ کب سے یہاں رہ رہے ہیں''۔

چوہان نے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ میں سردار گڑھ کب سے رہ رہا ہوں''...... میر خلیل جمالی نے کہا۔

''جی ہاں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''میں پہلے دارالحکومت رہتا تھا لیکن میرا آبائی قصبہ یہی سردار گڑھ ہی ہے اس لئے میں نے خصوصی طور پر یہاں ٹرانسفر کرایا تھا اور اب میں پچھلے دس سالوں سے یہاں رہ رہا ہوں''...... میر خلیل جمالی نے کہا۔

''تب تو آپ سردار گڑھ کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہوں گے''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں۔ کیوں نہیں''...... میر خلیل جمالی نے کہا۔

''تو کیا آپ نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح سردار گڑھ میں کوئی خاص بات محسوس کی ہے''...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''خاص بات۔ میں سمجھا نہیں''...... میر خلیل جمالی نے چونکتے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے کہ پچھلے کچھ دنوں سے سننے میں آ رہا ہے کہ سردار گڑھ کے حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا آپ کو وہاں کسی گڑبڑ کے ہونے کا علم نہیں ہے''...... جولیا نے کہا۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سردار گڑھ کے حالات نارمل ہیں ہاں کچھ دن پہلے پہاڑی علاقے میں کچھ نقل و حمل دیکھی گئی

تھی۔ شاید سرحد پار دشمنوں کی طرف سے کوئی کارروائی کی گئی تھی جس کے لئے پہاڑیوں میں رینجرز کی نفری بڑھا دی گئی ہے اس کے علاوہ آبادی والے علاقے کے حالات تو نارمل ہیں۔ سب چین اور سکون سے اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں“...... میر خلیل جمالی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو اچھی بات ہے“...... جولیا نے کہا۔

”کیا آپ پہلی بار سردار گڑھ جا رہے ہیں“...... پروفیسر خلیل جمالی نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ سنا ہے سردار گڑھ خاصا خوشگوار اور پرفضاء تاریخی مقام ہے اس لئے ہم پہلی بار سیاحت کا پروگرام بنا کر آئے ہیں لیکن راستے میں ایسی باتیں سنیں کہ ان دنوں سردار گڑھ کے حالات ٹھیک نہیں وہاں جانا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے اس لئے آپ سے یہ سب پوچھ رہے تھے“...... چوہان نے کہا تو میر خلیل جمالی بے اختیار ہنس دیا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سردار گڑھ واقعی دلفریب اور پرفضاء مقام ہے۔ وہاں آپ کو سیر و سیاحت کر کے لطف آ جائے گا“۔ میر خلیل جمالی نے کہا۔

”تب ٹھیک ہے۔ آپ نے ہماری ساری پریشانی دور کر دی اب ہم واقعی وہاں اطمینان سے انجوائے کریں گے“...... جولیا نے کہا تو میر خلیل جمالی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”سردار گڑھ پہنچنے سے پہلے راستے میں مجھے ایک دوست کو پیغام دینا ہے۔ چند منٹ لگیں گے۔ امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے“...... میر خلیل جمالی نے اس طرح کہا جیسے اچانک یاد آیا ہو۔

”کوئی بات نہیں“...... چوہان نے کہا۔ چند منٹ تک چلنے کے بعد کار ایک جگہ رک گئی۔

”آپ لوگ بھی ساتھ ہی آ جائیں۔ کہیں وہ لوگ یہاں تک نہ پہنچ جائیں“...... میر خلیل جمالی نے کار سے نیچے اترتے ہوئے ان سے کہا۔

”ہاں یہ بھی ٹھیک ہے“...... چوہان نے کہا اور وہ بھی اس کے ساتھ کار سے نیچے اتر گئے۔ میر خلیل جمالی اب ایک پگڈنڈی پر چل رہا تھا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلے جا رہے تھے۔

عمران، ٹائیگر اور صفدر سڑک پر چلے جا رہے تھے انہیں بیس کلو میٹر کا فاصلہ پیدل طے کرنا تھا یا پھر کوئی لفٹ مل جاتی تو اس صورت میں یہ فاصلہ چند منٹوں میں طے ہو سکتا تھا۔ اچانک ایک کار ان کے قریب سے گزر گئی۔ وہ ہاتھ ہی دیتے رہ گئے پھر یہ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ کار آگے جا کر رک گئی تھی اور اب بیک ہو رہی تھی۔ کار ان کے نزدیک آ کر رک گئی۔

”کہاں جائیں گے“...... اس میں بیٹھے ایک ادھیڑ عمر کے بیک آدمی نے کہا۔

”ہم سردار گڑھ جانا چاہتے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”سردار گڑھ اور وہ بھی پیدل“...... اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہماری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ ہم اسے پیچھے چھوڑ آئے ہیں“...... عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو آئیں۔ میں بھی سردار گڑھ جا رہا ہوں۔ وہاں میرا کلینک ہے۔ میں ڈاکٹر ہوں اور میرا نام ڈاکٹر کاشف مرزا“...... کار والے نے کہا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی“...... عمران نے کہا پھر انہوں نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملائے اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی۔

”آپ کب سے سردار گڑھ میں پریکٹس کر رہے ہیں“...... صفدر نے باتوں کا سلسلہ شروع کرنے کی غرض سے پوچھا۔

”مجھے دس سال سے زائد عرصہ ہو گیا ہے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

”سنا ہے۔ سردار گڑھ کی پہاڑیاں بہترین تفریحی مقام ہیں“...... صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

”مقام تو بے شک بہت پر فضا ہے لیکن آج کل وہاں عام لوگوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے“...... ڈاکٹر نے کہا۔

”اوہ۔ وہ کیوں“...... صفدر نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا حالانکہ وہ وجہ جانتا تھا۔

”کیا آپ لوگ سیر و تفریح کی غرض سے گھر سے نکلے ہیں“...... ڈاکٹر نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں“...... عمران نے بھی گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

”بات یہ ہے کہ آج کل سردار گڑھ کی پہاڑیوں پر حالات عجیب وغریب ہیں۔ پچھلے دنوں وہاں ایک فوجی کی موت واقع ہو گئی تھی۔ موت بڑے پراسرار انداز میں ہوئی تھی۔ اس دن سے وہاں رینجرز کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور انہیں یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ عام لوگوں کو پہاڑیوں سے دور ہی رکھا جائے اس لئے کسی کو بھی ان پہاڑیوں کی طرف نہیں جانے دیا جاتا چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔اب ہم کیا خاک سیر کریں گے“۔ صفدر نے جان بوجھ کر افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

”فکر نہ کرو۔ میں تمہیں پہاڑیاں دکھا دوں گا“...... عمران نے مسکراتے کہا۔

”آپ کیسے دکھا دیں گے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے چونک کر اور حیران ہو کر پوچھا۔

”میرے کچھ فوجیوں سے تعلقات ہیں“...... عمران نے کہا۔

”بہت مشکل ہے۔ میرا خیال ہے آپ کامیاب نہیں ہو سکیں گے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”خیر دیکھا جائے گا۔ ویسے آپ کے خیال میں وہ رینجر کس طرح مرا تھا۔ آخر آپ ڈاکٹر ہیں۔ آپ نے کچھ تو اندازہ لگایا ہو گا“...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرا بھی ایک دوست فوج میں ملازم ہے اس سے معلوم ہوا

تھا کہ فوجی ہارٹ فیل ہونے سے مرا تھا لیکن فوجی اتنا صحت مند اور بہادر تھا کہ اس کا ہارٹ فیل سے مرنا بہت عجیب سا لگتا ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک ذاتی رائے ہے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

”کیا رائے ہے آپ کی“...... عمران نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے اس فوجی کو کسی نے زہر دے کر ہلاک کیا ہے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ وہ رینجر حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوا تھا اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ اسے زہر دیا گیا تھا“...... عمران نے حیرت ظاہر کی۔

”ایک ایسا زہر موجود ہے۔ جس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے لیکن موت کا سبب ہارٹ فیل ثابت ہوتا ہے۔ یہ زہر افریقہ کے ایک درخت سے حاصل کیا جاتا ہے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے جواب دیا۔

”اوہ“...... عمران کے منہ سے نکلا۔

”اور لطف کی بات یہ کہ اس زہر کو کھانے یا پینے کی چیز میں ملانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ صرف ایک سوئی کی نوک پر لگا کر کسی کے جسم میں چبھو دینے سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے“...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے مزید بتایا۔

”حیرت ہے“...... صفدر نے کہا۔

"کیا آپ زہروں کے ماہر ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"میں ماہر تو نہیں لیکن مجھے زہروں سے دلچسپی بہت ہے۔ میں زہروں کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا رہتا ہوں"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

"لیکن کسی کو ان پہاڑیوں میں ایک فوجی کو ہلاک کرنے کی کیا ضرورت تھی"...... عمران نے کہا۔

"یہ تو ہلاک کرنے والا ہی بتا سکتا ہے"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"کیا آپ پہلے دارالحکومت میں پریکٹس کیا کرتے تھے"۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ مگر آپ نے یہ سوال کیوں کیا"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے چونک کر کہا۔

"یوں ہی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے آپ کو دارالحکومت میں کہیں دیکھا ہے"...... عمران نے کہا۔

"دارالحکومت تو میں ہر مہینے میں تین چار مرتبہ جاتا ہی ہوں۔ دوائیں جو خرید کر لانا پڑتی ہیں"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہاں آپ اپنا کاروبار کرتے رہے ہوں یا وہاں آپ کا کوئی ذاتی ہسپتال یا کلینک ہو"...... عمران نے کہا۔

"جی نہیں"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

"تو پھر مجھے آپ کا چہرہ اس قدر جانا پہچانا سا کیوں لگ رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اب اس کے بارے میں بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے آپ کو بتایا تو ہے کہ کلینک کے سامان اور خاص طور پر ادویات کے لئے مجھے شہر جانا ہی پڑتا ہے ہوسکتا ہے آپ نے راستے میں کہیں مجھے دیکھ لیا ہو اور آپ کو میرا چہرہ یاد رہ گیا ہو"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے ہنس کر کہا۔

"کیا آپ کا نام واقعی کاشف مرزا ہے۔ میرا مطلب ہے ڈاکٹر کاشف مرزا"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں آپ سے جھوٹ بول رہا ہوں"۔ ڈاکٹر کاشف مرزا نے اس بار غصیلے اور انتہائی ناخوشگوار سے لہجے میں کہا۔

"نہیں ایسا تو نہیں ہے"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر آپ نے ایسی بات کیوں کی"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس ویسے ہی زبان پھسل گئی تھی"...... عمران نے بڑی معصومیت سے کہا تو ڈاکٹر کاشف مرزا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

"ارے ارے۔ میں یہیں ہوں مجھے دیکھنے کی بجائے سڑک پر نظر رکھیں"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر کاشف مرزا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے کار میں ایک عجیب سی فضا چھا گئی تھی۔ ہر شخص خاموش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر ڈاکٹر کاشف مرزا کار دوڑاتا رہا پھر اس نے اچانک کار کو بریک لگائے اور کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

"کیا بات ہے۔ آپ رک کیوں گئے"...... عمران نے ڈاکٹر کاشف مرزا کو کار روکتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے کار نہیں روکی۔ شاید کار میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کار میں یہی خرابی ہے چلنے پر آئے تو کئی سو کلومیٹر تک چلتی چلی جاتی ہے اور رکنے پر آئے تو اچانک رک جاتی ہے اور پھر چلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اب کسی مکینک کو ڈھونڈنا پڑے گا"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ لیکن یہاں مکینک کہاں سے مل سکے گا"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس طرف ایک پگڈنڈی نظر آ رہی ہے۔ شاید اس پر چلتے ہوئے ہم کسی آبادی تک پہنچ جائیں۔ آپ لوگ یہاں ٹھہرنا پسند کریں گے یا میرے ساتھ چلیں گے"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

"یہاں رک کر ہم نے کیا کرنا ہے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی چلتے ہیں"...... عمران نے کہا اور پھر وہ تینوں بھی اس کے ساتھ چل

پڑے۔ تھوڑی دیر تک چلنے کے بعد انہیں ایک بڑا سا مکان نظر آیا۔

"مجھے پیاس لگ رہی ہے اگر آپ اجازت دیں تو اس گھر کے مالک سے تھوڑا سا پانی لے کر پی لوں"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

"ضرور۔ اس میں بھلا پوچھنے کی کیا بات ہے"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر کاشف مرزا اس مکان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ ایک بوڑھے آدمی نے کھولا۔

"محترم تھوڑا سا پانی چاہئے"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے اس بوڑھے سے کہا۔

"اندر دستی نلکا لگا ہوا ہے۔ وہ کچھ خراب ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں مجھ سے نہیں چلتا۔ آپ لوگ خود اسے چلا کر پانی نکال سکتے ہیں تو اندر آ جائیں"...... بوڑھے آدمی نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ"...... ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا اور وہ اندر داخل ہو گئے اور جونہی اندر پہنچے۔ انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا۔ سامنے صحن میں کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر جیکی دادا اور القاسم ہوٹل کا منیجر بیٹھے تھے۔ ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں دکھائی دے رہی تھیں جن کے رخ ان کی جانب تھے۔ انہوں نے پلٹ کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی طرف

دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی ویسی ہی مسکراہٹ نظر آئی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ انہی کا آدمی تھا۔ ایک بار پھر وہ پھنس چکے تھے۔

"آخر تم پھنس ہی گئے"...... جیکی دادا نے ہنس کر کہا۔

"تو تم ہمیں سردار گڑھ پہنچنے سے روکنے کے لئے یہ سارا کھیل کھیل رہے ہو"...... عمران نے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم اور تمہارے ساتھی لاکھ کوششیں کر لیں لیکن تم میں سے کوئی ایک بھی سردار گڑھ نہ پہنچ سکے گا"...... جیکی دادا نے غرور بھرے لہجے میں کہا۔

"تم جتنی بھی چالیں چل لو اور جتنے چاہے کھیل کھیل لو لیکن یاد رکھو تم ہمیں سردار گڑھ پہنچنے سے نہیں روک سکو گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب یہ ناممکن ہو گیا ہے۔ تم لوگ وہاں نہیں پہنچ سکتے تمہارے باقی ساتھی بھی یہیں لے آئے جائیں گے"...... جیکی دادا نے کہا۔

"وہ کیسے"...... عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس سڑک کے ایک ایک چپے پر ہماری نظر ہے۔ شیر خان تم جاؤ۔ اس کے دو اور ساتھی پیدل آتے ہوں گے۔ انہیں بھی یہاں لے آؤ"...... جیکی دادا نے بوڑھے سے کہا۔

"جی اچھا"...... بوڑھے نے کہا اور مکان سے باہر نکل گیا۔

"تم لوگوں کا پروگرام کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"تم سب لوگوں کو اس مکان میں بند کر کے ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ مکان کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے تم مکان کا دروازہ یا دیوار توڑ سکو۔ یہ مکان مغلیہ دور کا ہے۔ مغل دور کے کسی امیر آدمی نے اسے بنوایا تھا۔ اس کا دروازہ اور دیواریں کنکریٹ کی ہیں اور بہت مضبوط ہیں۔ انہیں تم بموں سے بھی نہ توڑ سکو گے اور تمہیں یہاں قید کر کے تمہاری طرف سے ہم بے فکر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سردار گڑھ میں ہمارا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہو گا"...... جیکی دادا نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"تم سردار گڑھ میں کیا کرنا چاہتے ہو"...... عمران نے پرسکون آواز میں پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتا۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔ صرف سردار صاحب جانتے ہیں"...... جیکی دادا نے کہا۔

"یہ سردار صاحب کون ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ ہمارے کنگ ہیں اور ہم ان کے محکوم ہیں"...... جیکی دادا نے کہا۔

"کیا وہ تمہیں بلیک میل کر کے کام لے رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ وہ ہمیں چھوٹے سے چھوٹے کام کے بھی بڑے بڑے معاوضے دیتا ہے اور دولت کے لئے ہم اس کے لئے کچھ بھی کر

سکتے ہیں''...... جیکی دادا نے کہا۔

''ملک سے غداری بھی''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''جرم اور غداری سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہمیں بس دولت چاہئے جو ہمیں مل رہی ہے اور ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے''...... جیکی دادا نے جواب دیا۔

''تم تو جیل میں قید تھے اور تمہیں عمر قید سنائی گئی تھی۔ تمہارے جرموں کی فہرست بہت لمبی تھی تمہیں کسی بھی حالت میں اور کسی بھی ضمانت پر رہائی ملنا ناممکن تھی پھر تم جیل سے باہر کیسے آ گئے''...... عمران نے کہا۔

''ایک رات مجھے جیل کا دروازہ کھلا ملا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔ میرا راستہ کسی نے نہ روکا۔ دوسرے دن مجھے ایک خط ملا۔ خط سردار گڑھ کے سردار صاحب کی طرف سے تھا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ جیل سے انہوں نے ہی مجھے رہائی دلائی ہے اور یہ کہ اب میں ان کے لئے کام کروں گا۔ بس اس دن سے میں ان کے لئے کام کر رہا ہوں''...... جیکی دادا نے کہا۔

''سوال یہ ہے کہ جیل کے دروازے تمہارے سردار نے کس طرح کھلوا دیئے''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ میں نہیں جانتا''...... جیکی دادا نے کہا۔

''اور مجھے اسی بات پر سب سے زیادہ حیرت ہے''۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا

گئی۔ عمران، صفدر اور ٹائیگر سوچ رہے تھے کہ اس مکان سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔ حالات اس بار تیزی سے بدل رہے تھے کہ سوچنے سمجھنے کی ذرا بھی مہلت نہیں ملی تھی۔ انہوں نے تو سوچا تھا کہ الگ الگ پارٹیوں کی صورت میں وہ آرام سے سردار گڑھ پہنچ جائیں گے لیکن مجرم پہلے ہی جال بچھائے بیٹھے تھے۔ اگرچہ اب تک وہ قدم قدم پر مجرموں کو شکست دیتے آئے تھے لیکن مجرم بھی ہار ماننے پر تیار نہیں تھے۔ اب ایک بار پھر وہ انہیں گھیرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

''سنو۔ تم جس کے لئے بھی کام کر رہے ہو۔ ایک دن پھنس جاؤ گے۔ قانون کا شکنجہ تمہیں جکڑ لے گا اور اس دن تمہارا سردار صاحب بھی تمہیں نہیں بچا سکے گا بلکہ اس بار وہ خود بھی قانون کے شکنجے سے نہیں بچ سکے گا''...... عمران نے کہا۔

''یہ تمہاری بھول ہے۔ تم سردار صاحب کو نہیں جانتے۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ اتنا بڑا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے''...... جیکی دادا نے منہ بنا کر کہا۔

''اگر وہ اتنا ہی بڑا ہے تو پھر وہ مجھ سے کیوں ڈرتا ہے۔ آخر میں سردار گڑھ پہنچ کر اس کا کیا بگاڑ لوں گا''...... عمران نے کہا۔

''اس کی باتیں وہی جانے۔ یہ تو اسے ہی معلوم ہے کہ تمہارے وہاں پہنچ جانے سے کیا فرق پڑے گا''...... جیکی دادا نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ جیکی دادا نے اپنے ایک آدمی کو

اشارہ کیا۔

''جاؤ۔ عمران کے دو ساتھی اور آ گئے ہیں انہیں بھی لے آؤ''...... جیکی دادا نے کہا۔

''جی بہتر''...... اس نے کہا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ وہی بوڑھا اور عمران کے دو ساتھی تھے جنہیں دیکھ کر عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

صدیقی اور تنویر تیز تیز قدم اٹھاتے سردار گڑھ کی طرف جانے والی سڑک پر چلے جا رہے تھے۔

''اگر ہم اس طرح آہستہ آہستہ چلتے رہے تو سردار گڑھ پہنچنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگ جائیں گے''...... تنویر نے صدیقی سے کہا۔

''تو پھر کیا کریں۔ یہاں تو دور دور تک کوئی سواری دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ کوئی بیل گاڑی یا گدھا گاڑی بھی مل جاتی تو ہم اس سے لفٹ لے لیتے''...... صدیقی نے مسکرا کر کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ آہستہ چلنے کی بجائے کیوں نہ ہم دوڑتے ہوئے سردار گڑھ پہنچ جائیں''...... تنویر نے کہا۔

''ہم نے دوڑ لگائی تو ہم عمران اور دوسرے ساتھیوں سے بھی آگے نکل جائیں گے یا ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے جب کہ عمران صاحب کا پروگرام ہے کہ ہماری تینوں ٹیمیں الگ الگ سفر کرتی ہوئی سردار گڑھ پہنچیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو

تنویر ہنس پڑا۔

''ہم نے نے عام انداز میں دوڑ لگانی ہے میراتھن ریس کی دوڑ تو نہیں لگانی جو ہم آگے نکل جائیں گے''...... تنویر نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ ہم باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں اس لئے نہ ہمیں فاصلے کے گزرنے کا پتہ چلے گا اور نہ ہی ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس ہو گی''...... صدیقی نے کہا۔

''اچھا۔ اگر اس وقت ہمارا اچانک مسلح مجرموں سے سامنا ہو جائے تو''...... تنویر نے کہا۔

''تو کیا۔ ہم کوئی ڈرنے والے ہیں''...... صدیقی نے مسکرا کر کہا تو تنویر بھی ہنس پڑا۔

''میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ ہم سردار گڑھ جا کر کریں گے کیا''...... تنویر نے کہا۔

''کرنا کیا ہے۔ پہاڑیوں کو کھنگالتے پھریں گے۔ یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہمیں وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے وہاں کیا ہو رہا ہے اور کون کر رہا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''اس مرتبہ دشمن بہت چالاک ہی نہیں بلکہ بہت بڑی تعداد اور باوسائل بھی ہے۔ قدم قدم پر تو اس کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ سردار گڑھ سے دارالحکومت تک اس کے آدمی

موجود ہیں۔ جبکہ ہم ان کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جھڑپوں پر جھڑپیں ہو رہی ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ عمران صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ مس صالحہ، خاور اور نعمانی کے ساتھ جوزف اور جوانا کو بھی لے آتے اس طرح ہماری طاقت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا اور کچھ نہیں تو مجرم جوزف اور جوانا کا قد کاٹھ اور ان کے دیو قامت جسم ہی دیکھ کر ڈر جاتے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خیر کم تو ہم بھی نہیں ہیں۔ ہم اگر کھل کر ان کے مقابلے پر آگئے تو ان کا بچنا مشکل ہو جائے گا اور انہیں ہم سے چھپنے کے لئے کہیں پناہ بھی نہ ملے گی''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔ تم اگر مخصوص ایکشن میں آ گئے تو پھر دشمنوں کو دم دبا کر بھاگنا ہی پڑے گا''...... صدیقی نے اسی طرح ہنستے ہوئے کہا تو تنویر بھی ہنس دیا۔

''تنویر ایکشن کے سامنے اچھے اچھوں کا خون خشک ہو جاتا ہے''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں بالکل۔ اسی لئے تو عمران صاحب بھی تنویر ایکشن سے ڈرتے ہیں''...... صدیقی نے ہنس کر کہا۔

''وہ ڈرتا نہیں ہے صرف ڈرنے کی اداکاری کرتا ہے''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو یہی بہت ہے کہ وہ تمہارے سامنے ڈرنے کی اداکاری ہی کر لیتے ہیں ہم تو ان کے سامنے کھانس بھی نہیں سکتے ہیں"۔ صدیقی نے کہا تو تنویر ایک بار پھر ہنس پڑا۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے جا رہے تھے کہ تنویر یکلخت چونک پڑا۔

"ارے۔ یہ سڑک کے کنارے کون کھڑا ہے"...... اچانک تنویر نے چونک کر کہا۔ اسے کافی فاصلے پر سڑک کے کنارے ایک آدمی کھڑا نظر آیا تھا۔

"ہماری ہی طرح کوئی پیدل مارچ کرتے ہوئے تھک گیا ہو گا"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ شاید لفٹ کے انتظار میں ہے"...... تنویر نے خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"شاید یہ نہیں جانتا کہ اس سڑک سے سارے دن میں تین چار گاڑیاں ہی گزرتی ہوں گی"...... صدیقی نے کہا۔

"شاید"...... تنویر نے کہا۔

"کافی بوڑھا آدمی معلوم ہو رہا ہے"...... صدیقی نے اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ واقعی ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر بے چارگی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ اب ان کے لئے یہ ناممکن تھا کہ اس سے بات کئے بغیر آگے بڑھ جاتے۔

"کیا بات ہے محترم"...... صدیقی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"میں۔ میں کچھ نہیں"...... وہ جیسے کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اوہ۔ آپ کو ہم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے فکر ہو کر بتائیں محترم۔ ہمیں آپ اپنا ہمدرد سمجھیں"...... صدیقی نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"سڑک سے اس طرف چند گھر ہیں۔ میں ان سے ایک میں رہتا ہوں۔ اس علاقے میں ایک ظالم زمیندار بھی رہتا ہے۔ اس کے غنڈے میری بیٹی کو زبردستی اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ دروازہ بہت مضبوط ہے میں اسے توڑ کر اندر نہیں جا سکتا۔ وہ میری بیٹی کو ہلاک کر دے گا۔ وہ بہت ظالم ہے اور وہ ہمارا بہت پرانا دشمن ہے"...... بوڑھے نے بری طرح سے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیا نام ہے اس زمیندار کا"...... صدیقی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام چوہدری تفضل حسین ہے"...... بوڑھے آدمی نے جواب دیا۔

"اور آپ کا کیا نام ہے"...... تنویر نے پوچھا۔

"میرا نام فضل دین ہے۔ سب مجھے فضلو بابا کہتے ہیں"۔ بوڑھے آدمی نے جواب دیا۔

"اور آپ کی بیٹی۔ اس کا کیا نام ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"بلقیس بی بی۔ اس کا نام بلقیس بی بی ہے"...... فضلو بابا نے

جواب دیا۔

''کیا آپ جانتے ہیں کہ اس چوہدری تفضل حسین کا گھر کہاں ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ہاں''...... بوڑھے نے کہا۔

''تو پھر آپ فکر نہ کریں اور ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہم اس کی قید سے آپ کی بیٹی کو چھڑا کر لاتے ہیں دیکھتے ہیں وہ آپ کی بیٹی کو کیسے آزاد نہیں کرتا''...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اللہ تمہارا بھلا کرے''...... فضلو بابا نے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر ایک پگڈنڈی کی طرف بڑھ گیا۔ پگڈنڈی بہت چھوٹی تھی۔ سب سے آگے فضلو بابا تھا پھر صدیقی اور آخر میں تنویر تھا۔ تقریباً پانچ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد انہیں ایک بڑا سا مکان دکھائی دیا۔

اس مکان کا دروازہ بہت مضبوط دکھائی دے رہا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ وہ یہ مکان دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ اس جنگل میں یہ مکان کہاں سے آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی پہلا خیال جو انہیں آیا وہ ان گھروں کا تھا۔ جن کے بارے میں بوڑھے نے بتایا تھا لیکن اس مکان کے آس پاس اور کوئی مکان نہیں تھا۔ تنویر نے چونک کر بوڑھے کو دیکھا۔

''بڑے میاں یہاں تو صرف ایک مکان ہے۔ دوسرے مکان کہاں گئے''...... تنویر نے بوڑھے سے پوچھا۔

''وہ اس کھیت کے دوسری طرف ہیں۔ کھیت پار کرنے کے بعد ہی نظر آ سکتے ہیں''...... بوڑھے نے کہا۔

''اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے''...... صدیقی نے کہا اور آگے بڑھ کر مکان کے دروازے پر زور سے دستک دی۔ فوراً ہی انہوں نے کسی کے دروازے کی طرف آنے کی آوازیں سنی انہیں عجیب سا احساس ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں الجھن تھی۔ عین اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ ایک کرخت آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

''کیا بات ہے۔ کون ہو تم''...... دروازہ کھولنے والے آدمی نے کہا۔ انہوں نے دیکھا وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ چہرے پر درندگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''کیا تم نے فضلو بابا کی بیٹی کو اغوا کیا ہے''...... صدیقی نے اس آدمی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بڑے سخت اور غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں کیا ہے۔ کیوں۔ تم کون ہو''...... اس نے غرا کر کہا۔

''کہاں ہے اس کی بیٹی بلقیس بی بی۔ فوراً اسے ہمارے سامنے لاؤ ورنہ......'' تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل دیکھ کر وہ آدمی گھبرا گیا۔

''سنو۔ تم اصل بات نہیں جانتے''...... اچانک اس نے عجیب

سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

''چلو تم اصل بات بھی بتا دو''......صدیقی نے کہا۔

''بتاتا ہوں۔ ایسا کرو کہ تم دونوں اندر آ جاؤ۔ آج اس بات کا فیصلہ بھی ہو جائے۔ اس بوڑھے کو بھی اندر لے آؤ''...... اس نے کہا۔ وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے اور اندر داخل ہوتے ہی ان کے چہروں پر حیرت کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔ ان کے سامنے عمران، ٹائیگر اور صفدر دو افراد کے سامنے کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

''تو انہوں نے تمہیں بھی دھوکے سے یہاں بلا لیا''...... عمران نے انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس سڑک پر ہی نہیں بلکہ اس سارے علاقے پر اس وقت ہمارا راج ہے''...... جیکی دادا نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''لیکن تم وہاں سے کیوں بھاگ گئے تھے''...... تنویر نے تلملا کر کہا۔ وہ سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔ بوڑھا انہیں دھوکے سے یہاں لے آیا تھا۔

''ہاں۔ اس وقت تم بازی جیت گئے تھے۔ وقتی طور پر ہم پیچھے ہٹ گئے۔ پھر ہم نے چھپ کر تمہاری باتیں سن لیں اور فوراً پروگرام ترتیب دے ڈالا۔ یہاں ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ آدمی، کاریں، ریوالور، دستی بم، مشین گنیں غرض ہر چیز ہے۔

یہاں تک کہ اس مکان پر بھی ہم پہلے ہی قبضہ جما چکے تھے۔ اس پر ایک زمیندار کا قبضہ ہے۔ ہم نے اس سے یہ مکان چند دنوں کے لئے کرائے پر لے لیا تھا''...... جیکی دادا نے کہا۔

''خوب۔ تم لوگ واقعی بہت تیز جا رہے ہو۔ تمہیں جس نے بھی اپنی پارٹی بھی شامل کرنے کے لئے چنا ہے۔ وہ بھی ضرور بہت عقل مند اور تجربہ کار ہے۔ لیکن جرم تو جرم ہے وہ چھپ نہیں سکتا''...... عمران نے کہا۔

''دیکھا جائے گا''...... جیکی دادا نے کہا۔

''اب تمہارا کیا پروگرام ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''بس تمہارے باقی تین ساتھیوں کا انتظار ہے۔ وہ بھی آتے ہی ہوں گے۔ ان کے آنے کے بعد ہم تمہیں اس مکان میں بند کر کے سردار گڑھ روانہ ہو جائیں گے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ اس کے بعد تمہارے لئے سردار گڑھ کی سڑک صاف ہو گی۔ مگر تم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔ تم یہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے۔ لوگ تمہیں ڈھونڈتے رہ جائیں گے مگر تمہاری کوئی خبر نہیں ملے گی۔ اس سے شاندار پروگرام اور کیا ہو سکتا ہے''...... جیکی دادا نے کہا اس کا لہجہ خوفناک تھا۔

''اس وقت حالات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جو تمہارا جی چاہے کر لو لیکن جب ہماری باری آئے گی۔ اس وقت ہم تمہارا کوئی لحاظ نہیں کریں گے''...... عمران نے کہا۔

"فی الحال اپنی خیر منائے۔ تم پر برا وقت آ گیا ہے"...... جیکی دادا نے کہا۔ اسی لمحے ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ دروازہ کھولا گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ کیپٹن شکیل، چوہان اور جولیا ایک اور آدمی کے ساتھ اندر داخل ہو رہے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

جولیا، کیپٹن شکیل اور چوہان بھی فوراً ہی سمجھ گئے کہ ان کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ جولیا تو پہلے ہی ٹھٹھک کر رہ گئی تھی مگر یقین اسے اس وقت آیا۔ جب وہ اس مکان کے اندر داخل ہو گئی اور باقی لوگوں کو پہلے ہی وہاں موجود پایا۔

"تو ہم ایک بار پھر ایک جگہ جمع ہو گئے"...... عمران نے کہا۔

"ہم تو الگ الگ سفر کرنے پر تیار تھے مگر ہمارے ان مہربانوں کو ہی یہ منظور نہیں تھا"...... چوہان نے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ ہم الگ الگ رہنے کی بجائے ایک ساتھ ہی خوش رہ سکتے ہیں"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب یہ لوگ کیا چاہتے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ان کا پروگرام ہمیں اس مکان میں قید کرنے کا ہے۔ ہمیں قید کرنے کے بعد یہ یہاں سے سردار گڑھ کے لئے روانہ ہو جائیں گے"...... عمران نے انہیں بتایا۔

"واہ۔ کتنا شاندار پروگرام ہے"...... جولیا نے خوش ہو کر کہا۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم لوگ اپنی زندگی کی

سب سے بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو"...... جیکی دادا نے کہا۔

"وہ کیسے"...... صفدر نے پوچھا۔

"شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو گے کہ ہم تمہیں اس مکان میں یونہی قید کر کے چھوڑ جائیں گے"...... جیکی دادا نے کہا۔

"تو پھر کیسے چھوڑ کر جاؤ گے"...... صفدر نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہمارے پاس ریشم کی ڈوریوں کے کچھ گولے ہیں۔ ہم اس موقع پر انہیں کام میں لانا چاہتے ہیں۔ آخر ہم نے ان پر پیسے خرچ کر رکھے ہیں"...... جیکی دادا نے شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تو کیا تم ہمیں یہاں باندھ کر جاؤ گے"...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔ ان کے ارادے واقعی خطرناک تھے۔ پھر انہوں نے باندھنے کا کام شروع کر دیا۔ صفدر، تنویر اور جولیا نے کچھ کرنے کے لئے اجازت طلب نظروں سے عمران کی طرف دیکھا لیکن اس نے اجازت نہ دی کیونکہ وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ مشین گنیں چل جانے کی صورت میں گولی کسی نہ کسی کے لگ سکتی تھی۔ انہوں نے خود کو نہایت اطمینان سے بندھوا لیا۔ سب کے ہاتھ پشت پر کر کے باندھے گئے اور اس کے بعد ٹانگوں کو جکڑا گیا۔ جلد ہی سب لوگ باندھے جا چکے تھے۔

"اوکے دوستو۔ اللہ حافظ۔ اب تم سے ملاقات اگلی دنیا میں ہی

ہو گی‘‘...... جیکی دادا نے مسکراتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

’’میرا تو خیال ہے تم سے وہاں ملاقات نہیں ہو سکے گی‘‘۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

’’وہ کیوں‘‘...... اس نے حیران ہو کر کہا۔

’’اس لئے کہ تم لوگ ملک اور قوم کے غدار ہو تم دوزخ میں جاؤ گے اور ہم انشاء اللہ جنت میں۔ لہٰذا ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’جو ہوگا دیکھا جائے گا‘‘...... جیکی دادا نے لاپرواہی سے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔

’’چلو دوستو۔ یہاں ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں سردار گڑھ پہنچنا ہے‘‘...... جیکی دادا نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ جیکی دادا کے پیچھے چلتے ہوئے مکان سے نکل گئے۔ انہوں نے دروازہ بند ہونے کی زوردار آواز سنی۔ اب انہیں خوفناک صورتحال کا سامنا تھا۔

چند منٹ تک مکان میں خاموشی طاری رہی۔ ان سب کے ذہن سوچ میں گم تھے۔ مجرموں نے کم از کم اتنا ضرور کیا تھا کہ ان کے منہ نہیں باندھے تھے ورنہ وہ ایک دوسرے سے بات تک نہ کر سکتے۔

’’اب ہمیں سب سے پہلے ان رسیوں سے آزاد ہونے کی کوشش کرنی ہے‘‘...... آخر عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

’’لیکن ہم رسیوں کو کس طرح کھول سکتے ہیں اگر آپ کے ناخنوں میں بلیڈ ہیں تو آپ کوشش کریں‘‘...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

’’نہیں۔ اتفاق سے میرے ناخنوں میں بھی بلیڈ موجود نہیں ہیں ورنہ مجھے تم سب کو کوشش کرنے کا نہ کہنا پڑتا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’تو پھر ہم کیا کریں گے۔ کیا واقعی اب ہم یہاں اسی طرح بندھے پڑے رہیں گے‘‘۔ چوہان نے کہا۔

’’نہیں۔ ہم آخری دم تک کوشش کریں گے‘‘...... عمران نے

ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ہم ان رسیوں سے آزاد کیسے ہوں گے۔ یہ نائیلون کی رسیاں ہیں جنہیں ہم جتنا کھولنے کی کوشش کریں گے یہ اتنا ہی تنگ ہوتی چلی جائیں گی''...... جولیا نے کہا۔

''میں کوشش کرتا ہوں۔ ٹائیگر''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ٹائیگر سے مخاطب ہوا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''فرش پر گھسٹتے ہوئے میرے قریب آؤ۔ اپنے ہاتھ میرے منہ کی طرف لے آؤ۔ میں دانتوں سے تمہاری رسیاں کھولنے کی کوشش کروں گا۔ اس طرح سب ایک دوسرے کی رسیاں کھولنے کی کوشش شروع کر دیں۔ کسی ایک کی رسی بھی کھل گئی تو ہم سب ان رسیوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں''...... عمران نے پہلے ٹائیگر سے پھر باقی سب سے کہا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ عمران اپنے دانتوں کو ٹائیگر کے ہاتھوں کی رسی پر آزما رہے تھے۔ صفدر، صدیقی کے ہاتھوں پر جھکا ہوا تھا۔ اسی طرح جولیا، چوہان کے ہاتھوں پر کوشش کر رہی تھی اور ٹائیگر، کیپٹن شکیل کی رسی کھولنے میں محو تھا۔ آخر سب سے پہلے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''مجھے کچھ کامیابی ہوئی ہے مگر چوہان کے ہاتھ کی رسی ایک حد تک ڈھیلی ضرور ہوئی ہے لیکن گرہ ابھی تک نہیں کھل سکی۔ ان لوگوں نے ڈوریوں کے سروں پر بھی گرہیں لگا دی ہیں۔ اب میں پہلے

سرے کی گرہ کھولنے کی کوشش میں ہوں۔ کیونکہ جب تک وہ گرہ نہیں کھلتی رسی نہیں کھلے گی''...... جولیا نے کہا۔

''عمران صاحب میری سمجھ میں ایک اور ترکیب آئی ہے۔ میرا خیال ہے اس ترکیب پر عمل کر کے ہم ان رسیوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں''...... اچانک صفدر نے کہا۔

''تو بتاؤ بھائی دیر کیوں کر رہے ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری جیب میں ایک چھوٹا سا چاقو موجود ہے اگر کسی طرح اسے جیب سے نکال لیا جائے اور پھر کھول کر منہ میں پکڑ لیا جائے تو رسیاں لمحوں میں کٹ سکتی ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''ترکیب تو اچھی ہے مگر ہم چاقو جیب سے کیسے نکالیں پھر اسے کھولیں کس طرح اور اگر کھول بھی لیں تو منہ میں کیسے پکڑیں گے''...... تنویر نے مذاق سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ایک طریقے سے چاقو جیب سے نکل سکتا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''وہ کیسے۔ ذرا ہم بھی تو سنیں''...... صدیقی نے کہا۔

''صفدر کی جیب کو پھاڑ دیا جائے تو چاقو نکل آئے گا پھر ہم اسے دانتوں میں پکڑ کر کھول بھی سکتے ہیں''۔ جولیا نے کہا۔ عمران نے ایسے ہی کیا اور صفدر کی پتلون کی جیب پر جھک گیا۔ اس نے دانتوں میں جیب کا ایک کنارہ مضبوطی سے پکڑ کر ایک زور دار جھٹکا

دیا۔ پہلے ہی جھٹکے میں جیب ادھڑ گئی اور تیسرے جھٹکے میں چاقو فرش پر آ گرا تھا۔

"اب کیا کیا جائے"...... صدیقی نے کہا۔

"میں فرش پر جھک کر چاقو کے دستے کو دانتوں میں پکڑ لوں گا اور صفدر اس کے پھل کو دانتوں میں پکڑ کر اپنی طرف کھینچے گا۔ اس طرح چاقو کھل جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"ترکیب واقعی اچھی ہے لیکن رسیاں کھل جانے کے بعد بھی ہماری مصیبت ختم نہیں ہو جاتی۔ مکان سے باہر نکلنے کا مسئلہ پھر بھی باقی رہے گا"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پہلے ہاتھ پیر تو آزاد کرا لیں"...... صدیقی نے کہا۔ پھر کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد صفدر کے ہاتھوں کی رسیاں کٹ چکی تھیں۔

"کیا مزے سے کھڑے ہاتھ مل رہے ہو۔ پہلے ہماری رسیاں کاٹو"...... جولیا نے کہا۔

"ابھی لیں"...... صفدر نے کہا۔ اس نے چاقو لیا اور سب سے پہلے جولیا کی طرف بڑھا۔

"احتیاط سے۔ رسیاں ضائع نہ ہونے پائیں۔ صرف گرہ پر سے کاٹنا۔ ان حالات میں ہر چیز نہایت قیمتی ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ رسیاں ہمارے بہت کام آئیں گی"...... جولیا نے جلدی سے کہا۔ اسے ان رسیوں کے ذریعے مکان سے باہر نکلنا بہت آسان نظر آنے لگا۔ جلدی جلدی سب کے ہاتھ کھولے گئے۔

پھر تمام رسیاں کو ملا کر ایک لمبی اور قدرے موٹی رسی بنائی گئی اور وہ مکان کی چھت کی طرف دوڑے۔ چھت بہت اونچی تھی اور شاید مجرموں نے سوچا ہو گا کہ اگر یہ لوگ کسی طرح رسیوں سے آزاد بھی ہو گئے تو بھی چھت سے چھلانگ نہیں لگا سکیں گے لیکن وہ یہ بھول گئے تھے کہ ان کی ریشم کی رسیاں ہی اس سلسلے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ اس کے ذریعے چھت سے نیچے اترنے کا کام تنویر کے سپرد کیا گیا۔ یہ کام اس نے بندروں کی سی پھرتی سے کر دکھایا بس پھر کیا تھا۔ اس نے فوراً دروازہ باہر سے کھول دیا اور وہ سب مکان سے باہر آ گئے۔

"اب ہم سڑک پر نہیں جائیں گے"...... اسی وقت عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ نے سردار گڑھ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا"...... صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں اگرچہ دشمنوں نے ہمیں مکان میں بند کرتے وقت کہا تھا کہ اب سڑک پر نہیں رکیں گے اور سیدھے سردار گڑھ پہنچیں گے لیکن ہوسکتا ہے یہ بھی ان کی چال ہو اور سڑک پر اب بھی ان کے آدمی موجود ہوں۔ نہ بھی ہوں تو یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ سردار گڑھ میں انہوں نے سڑک کی نگرانی پر کسی کو مقرر کر دیا ہو۔ اس لئے ہم اب سڑک کے ذریعے سردار گڑھ نہیں جائیں گے۔ بلکہ جنگل میں سے ہوتے ہوئے پہاڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کریں گے"۔ عمران

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ یہ سامنے تو پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں"...... تنویر نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں خیر۔ یہ اتنی نزدیک تو نہیں ہیں۔ فاصلہ تو اب بھی آٹھ دس کلو میٹر کے قریب ہو گا لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے ہم ضرور ان تک پہنچ جائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر بسم اللہ کریں"...... صدیقی نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ جنگل میں سے ہوتے ہوئے سردار گڑھ کی پہاڑوں کی طرف چل پڑے۔ انہی پہاڑیوں کی طرف جہاں چند دن پہلے ایک فوجی پراسرار طور پر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اب وہی پہاڑیاں ان کے سامنے تھیں۔ گھنے جنگل کا راستہ دشوار گزار بھی تھا اور پر خطر بھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی اس طرف سے کبھی نہ گزرا ہو کیونکہ کوئی پگڈنڈی نظر نہیں آئی تھی۔ اگر کوئی اور لوگ ہوتے تو شاید جنگل میں گھسنے کی جرأت نہ کرتے لیکن یہ عمران اور ان کے ساتھی تھے۔ ہمت ہارنا انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا اس لئے وہ بے خوف و خطر آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

"اگر ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پہاڑیوں تک نہ پہنچ سکے تو مشکل میں پڑ جائیں گے"...... چوہان نے فکر مند ہو کر کہا۔

"ہاں۔ ہمیں تیز تیز قدم اٹھانے چاہئیں لیکن قدم قدم پر جھاڑیاں اور درخت ہمارا راستہ روکے ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے

رفتار بہت کم ہو کر رہ گئی ہے"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے"...... جولیا نے کہا۔

"کرنا کیا ہے۔ اللہ کو یاد کرتے ہوئے چلتے رہو"...... صدیقی نے کہا۔

"اور اگر جنگل میں پھنس کر رہ گئے تو پھر کیا کریں گے"۔ صفدر نے کہا۔

"ہم اب بھی کیا کر سکتے ہیں ظاہر ہے کہ سڑک کے راستے تو جا نہیں سکتے۔ لہٰذا چلتے رہو"...... چوہان نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ چلتے رہنے میں ہی ہمارا بھلا ہے"...... صفدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جنگل بھی تو لمحہ بہ لمحہ گھنا ہی ہوتا جا رہا ہے۔ کاش ہمارے پاس پھاوڑے ہوتے۔ ہم ان کے ذریعے راستہ صاف کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے"...... صدیقی نے کہا۔

"اب کاش واش سے کام نہیں چلے گا۔ صرف ہمت سے کام چلے گا"...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

"تم نے تو اس طرح منہ بنایا ہے جیسے لفظ کاش سے تمہیں خاص قسم کی نفرت ہو"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے ٹھیک کہا۔ مجھے یہ لفظ ایک آنکھ نہیں بھاتا"...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تم اسے دونوں آنکھوں سے دیکھ لیا کرو"...... عمران نے

ہنس کر کہا۔

”محاورے کی ٹانگ نہ توڑا کرو“...... تنویر نے جل بھن کر کہا۔

”اب تمہاری ٹانگ تو توڑنے سے رہا“...... عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔

”میری ٹانگ تو تم سے ویسے بھی نہیں ٹوٹے گی“...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اتنی بھی مضبوط نہیں ہے تمہاری ٹانگ۔ ویسے بھی جو خود کو بہت طاقتور سمجھتے ہیں۔ دراصل بہت کمزور ہوتے ہیں“...... عمران نے جواب دیا۔

”ثابت ہوا۔ تم بہت کمزور ہو“...... تنویر نے جھٹ سے کہا۔

صرف یہ تینوں ہی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ دوسرے ان کی باتوں کو سن سن کر مسکرا رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ ایک پر لطف فضا قائم ہوگئی تھی۔ انہیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب وہ فکر مند نہ رہے ہوں۔ دس کلو میٹر کا یہ فاصلہ اگر وہ سڑک کے ذریعے طے کرتے تو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگتے لیکن جنگل کے ذریعے سفر کر کے پہاڑیوں تک پہنچنے میں انہیں پورے پانچ گھنٹے لگے اور جب وہ جنگل سے نکل کر پہاڑیوں کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ کافی دور سے ہی انہیں فوجیوں کے خیمے نظر آنے لگے۔

”اب ہم ان خیموں تک جائیں گے“...... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے خیموں سے آگے نہیں جائیں گے“۔ صدیقی نے کہا۔

”پہاڑیوں کے اردگرد پہرہ معلوم ہوتا ہے۔ پہلے ہمیں فوجیوں سے بات کرنی ہوگی۔ اگر وہ ہمیں اجازت دیں گے تب ہی ہم آگے جائیں گے اور ان پہاڑیوں کی چیکنگ کریں گے۔ اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو پھر مجھے چیف سے بات کرانی پڑے گی۔ یہاں کے حالات واقعی کچھ اچھے دکھائی نہیں دے رہے ہیں“۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”فوج کا تو یہاں اچھا خاصا پہرہ معلوم ہو رہا ہے تقریباً ہر پہاڑی پر مسلح رینجرز موجود ہیں اس کے باوجود یہاں اگر کوئی گڑبڑ ہے تو واقعی حیرت کی بات ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن اس قدر سخت پہرہ بھی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ بہرحال یہاں کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے“۔ صدیقی نے کہا۔

”شاید یہ پہرہ اسی اسانگا سنڈیکیٹ کا مخصوص کارڈ کے ملنے کی وجہ سے بڑھایا گیا ہو کیونکہ اسانگا سنڈیکیٹ ہر قسم کی عسکری کارروائیوں میں مصروف رہتی ہے اور خاص طور پر ان کا نشانہ فوج کے افسران ہی ہوتے ہیں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔ وہ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اچانک پہاڑی چٹانوں کے پیچھے انہیں چند فوجی دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین

گنیں تھیں وہ یکلخت چٹانوں کے پیچھے سے نکل کر ان کے سامنے آ گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہیں بیس سے زائد فوجی جوانوں نے مشین گنوں کے نرغے میں لے لیا۔

"ہینڈز اپ"...... ان میں سے ایک فوجی نے چیختے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور ان سب کے ہاتھ تیزی سے اٹھتے چلے گئے۔

"ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپ تو کر لیا ہے لیکن کیا ہم جان سکتے ہیں کہ ہمیں ہینڈز اپ کرانے والا کون ہے۔ میرا مطلب ہے آپ کا کیا رینک ہے"...... عمران نے سامنے کھڑے فوجی سے مخاطب ہو کر بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"میں اس علاقے کا انچارج ہوں۔ کرنل طارق محمود"...... اس فوجی نے آگے بڑھ کر کہا تو عمران نے اس کے کاندھوں پر موجود اسٹارز اور اس کے سینے پر لگا ہوا بیج دیکھ لیا جس پر واقعی طارق محمود کا نام لکھا ہوا تھا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"یہاں کیوں آئے ہو"...... کرنل طارق محمود نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"آپ سے ملنے"...... عمران نے کہا تو کرنل طارق محمود چونک پڑا۔

"مجھ سے ملنے۔ کیا مطلب۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں"۔ کرنل طارق محمود نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا اسی سے ملنے آیا جا سکتا ہے جس سے پہلے سے جان پہچان ہو۔ جان پہچان تو ملنے ملانے سے ہوتی ہے۔ سمجھ لیں کہ آپ نے مجھ سے مل لیا اور میں نے آپ سے تو ہو گئی ہماری جان پہچان"...... عمران نے کہا تو کرنل طارق محمود حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا جیسے وہ یہ سوچ رہا ہو کہ اس کے دماغ کے کس حصے میں خلل ہے۔

"فرمائیں۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... کرنل طارق محمود نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں ہاتھ نیچے کرنے کی اجازت دیں۔ میں ہینڈز اپ کا مریض ہوں۔ زیادہ دیر ہاتھ اوپر نہیں اٹھا سکتا"...... عمران نے کہا۔

"ہینڈز اپ بیماری کیسے ہو سکتی ہے"...... کرنل طارق محمود نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہینڈز اپ ہوتے ہی میرا دماغ چکرانے لگتا ہے اور مجھے ایک کے تین تین نظر آنے لگتے ہیں"...... عمران نے کہا تو کرنل طارق محمود کے چہرے پر ناگواریت کے تاثرات اور زیادہ نمایاں ہو گئے۔

"پہلے یہ بتائیں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں"...... کرنل

طارق محمود نے اسی انداز میں کہا۔

''میرا نام عمران ہے یہ لوگ میرے ساتھی ہیں۔ ہمیں ان پہاڑیوں پر اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ ہلاک ہونے والے فوجی کی موت کا سبب معلوم کیا جا سکے اور یہ جانا جا سکے کہ پہاڑیوں میں کیا چکر چل رہا ہے''...... عمران نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو اس بار کرنل طارق محمود اور وہاں موجود تمام فوجی چونک پڑے۔

''کیا آپ کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے''...... کرنل طارق محمود نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں''...... عمران نے کہا۔

''تب آپ اپنا کارڈ دکھائیں۔ صرف آپ ہاتھ نیچے گرا سکتے ہیں۔ لیکن نہیں اس سے پہلے ہم آپ کی تلاشی لیں گے''...... کرنل طارق محمود نے سنجیدگی سے کہا۔

''ضرور لیں۔ میری دائیں سائیڈ کی جیب میں ریوالور ہے جبکہ اندرونی جیب میں مشین پسٹل اور ہمارے پاس شناخت کے لئے کارڈز تو نہیں ہیں لیکن کوڈ کے لئے ایکسٹو کافی ہے''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا تو کرنل طارق محمود ایک بار پھر چونک پڑا۔

''اوہ ٹھیک ہے۔ ایکسٹو کا کوڈ ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ آپ لوگ ہاتھ نیچے کر سکتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ آپ کو زحمت ہوئی''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''کوئی بات نہیں''...... عمران نے ہاتھ گراتے ہوئے کہا تو اس

کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

''میں نے آپ کا نام سن رکھا ہے۔ لیکن آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لئے میں آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس کے لئے میں ایک بار پھر آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ آپ کی آمد کے بارے میں ہمیں اطلاع مل چکی تھی اور ہم پچھلے کئی روز سے آپ کی آمد کے منتظر تھے''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''کیسے آتے۔ ہمیں یہاں آنے سے مسلسل روکنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور متعدد بار ہمیں ہلاک کرنے کی بھی کوشش کی گئی تھی یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم زندہ سلامت یہاں آ گئے ورنہ آپ ہمارا انتظار ہی کرتے رہ جاتے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں''...... کرنل طارق محمود نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میری باتیں آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں ہیں۔ ہم طویل سفر کر کے آئے ہیں۔ اگر آپ ہمیں تھوڑا ریسٹ کرنے کا موقع دے دیں تو فریش ہوتے ہی ہم آپ کو سب کچھ تفصیل سے سمجھا دیں گے پھر آپ کی سمجھ میں ہر بات آ جائے گی اور شاید ہمیں بھی آپ سے کچھ سمجھنے کا موقع مل سکے''...... عمران کی زبان چل پڑی۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ آپ واقعی خاصے تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔

یہاں خیمے لگے ہوئے ہیں جنہیں ہم رہائش کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ آپ کسی خیمے میں آرام کرلیں پھر بعد میں آپ سے باقاعدہ ملاقات ہو گی''...... کرنل طارق محمود نے کہا اور انہیں لے کر ایک پہاڑی کی طرف چل پڑا۔ اس کے اشارے پر رینجرز نے مشین گنیں نیچے جھکا لی تھیں اور پھر وہ واپس ان چٹانوں کی طرف بڑھ گئے جن کے پیچھے سے نکل کر وہ ان کے سامنے آئے تھے۔

''آپ کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ ان پہاڑیوں کی چیکنگ کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہمیں اوپر سے اطلاع ملی تھی کہ آپ سردار گڑھ آنا چاہتے ہیں وہ بھی محض سیر وتفریح کے لئے اور یہاں آپ کی جانوں کو خطرہ ہوسکتا ہے اس لئے ہم آپ کو یہاں تحفظ فراہم کریں اور بس''...... کرنل طارق محمود نے عمران کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''شاید آپ کو پوری بات نہیں بتائی گئی تھی۔ اصل میں ہم یہاں ان پہاڑیوں کا جائزہ لینے کے لئے آئے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''وہ کس لئے''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''یہ جاننے کے لئے کہ فوجی کیوں کر ہلاک ہوا۔ اسے کس نے ہلاک کیا اور یہاں کیا ہو رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''فوجی کی موت کے بعد ہم لوگوں نے پہاڑیوں کو اچھی طرح چیک کیا تھا۔ لیکن یہاں کہیں بھی کسی گڑبڑ کا نام ونشان نظر نہیں آیا۔ لہٰذا یہی خیال کر لیا گیا ہے کہ اس کی موت ہارٹ فیل ہونے

سے ہی ہوئی ہے''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''اس کے باوجود میں اپنا اطمینان کرنا چاہوں گا کیونکہ انہی پہاڑیوں سے دنیا کی خطرناک ترین اسانگا سنڈیکیٹ کا کارڈ بھی ملا تھا۔ وہ کارڈ یہاں کہاں سے آیا تھا ہمارے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے''...... عمران نے کہا۔

''مجھے افسوس ہے آپ ان پہاڑیوں میں نہیں جا سکتے''۔ کرنل طارق محمود نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا تو عمران چلتے چلتے رک گیا۔ اس کے ساتھی بھی رک گئے۔

''کیا مطلب''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''جس روز سے فوجی ہلاک ہوا ہے۔ ان پہاڑیوں پر لوگوں کی آمد و رفت مکمل طور بند کر دی گئی ہے۔ ان پہاڑیوں کے گرد سخت پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ یہ تو آپ کی خوش قسمتی ہے کہ میں اس طرف موجود تھا اور میرے حکم پر آپ کو ہینڈز اپ کرایا گیا تھا ورنہ اس طرف آنے والے غیر متعلقہ افراد کو فوری گولی مارنے کا حکم ہے''...... کرنل طارق محمود نے کہا تو عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''بغیر چیکنگ اور بغیر کسی پوچھ گچھ کے آپ یہاں آنے والے افراد کو گولی مار دیتے ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

"کیا یہ اعلیٰ حکام کا حکم ہے یا آپ کے حکم پر ایسا کیا جانا ہے"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کا کوئی شوق نہیں ہے"...... کرنل طارق محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"تب پھر مجھے اس سلسلے میں چیف سے بات کرنی پڑے گی اور آپ جانتے ہیں کہ چیف کے سامنے پرائم منسٹر اور پریذیڈنٹ صاحب بھی نہایت عزت اور تکریم سے پیش آتے ہیں اور ان کے حکم کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو کرنل طارق محمود کے چہرے پر قدرے خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ نہیں۔ آپ کو چیف سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں محض آپ کو چیک کر رہا تھا کہ آیا واقعی آپ کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے یا نہیں"...... کرنل طارق محمود نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا اور اچانک اس کا رویہ بدلتے دیکھ کر عمران اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔

"آپ حیران نہ ہوں۔ مجھے واقعی آپ کی باتیں عجیب لگ رہی تھیں اس لئے میں نے جان بوجھ کر آپ سے ایسی باتیں کی تھیں تاکہ اس بات کا یقین کر سکوں کہ آپ واقعی وہی علی عمران ہیں یا نہیں"...... کرنل طارق محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ جیسا علی عمران دنیا میں ایک ہی ہے جسے آپ فرسٹ اینڈ

لاسٹ پیس کہہ سکتے ہیں"...... عمران نے مسکرا کر کہا تو اس بار کرنل طارق محمود بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران نے اس کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ واقعی سچ بول رہا ہے۔ اس کے چہرے پر کسی بناوٹ کے تاثرات نہ تھے۔

"مجھے ایک بار پھر معاف کیجئے جناب۔ میں وائرلیس پر آپ لوگوں کے متعلق ہدایات دے دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ آزادانہ ان پہاڑیوں پر گھوم پھر سکیں گے۔ کیا آپ صبح جانا پسند کریں گے"...... کرنل طارق محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہم اسی وقت جائیں گے اور ساری رات ان پہاڑیوں میں گزاریں گے"...... عمران نے کہا۔

"بہت خوب۔ کیا آپ کے پاس ٹارچ ہے"...... کرنل طارق محمود نے اس بار بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"افسوس ہمیں سردار گڑھ تک جانا نصیب نہیں ہوا۔ پروگرام یہ تھا کہ ضروری چیزیں شہر سے خرید کر ان پہاڑیوں کا رخ کریں گے لیکن سڑک پر دشمنوں کا قبضہ تھا۔ ان سے جھڑپیں بھی ہوئیں اور آخر ہمیں جنگل کے راستے یہاں تک آنا پڑا"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ میں دو ٹارچوں کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو بتا دیں آپ کو مہیا کر دی جائے گی۔ ویسے آپ تھوڑی دیر ریسٹ کر لیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔ اسی بہانے مجھے آپ کی خدمت کا بھی موقع مل

جاتا''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''خدمت سے آپ کی کیا مراد ہے راستے میں بھی ہماری بہت خدمت ہو چکی ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''آپ کے لئے قیام و طعام کی بات کر رہا ہوں''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آپ اتنی عزت اور محبت سے کہہ رہے ہیں تو ہم قیام بھی کریں گے اور طعام بھی لیکن اگر طعام قیام سے پہلے ہو جائے تو بہتر ہو گا''...... عمران نے کہا تو کرنل طارق محمود ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''ظاہر ہے طعام کے بعد ہی قیام ہوتا ہے''...... کرنل طارق محمود نے کہا اور پھر وہ انہیں ایک فراخ اور کشادہ غار میں لے آیا جہاں واقعی بڑے بڑے خیمے لگے ہوئے تھے۔

کرنل طارق محمود نے ان کے لئے بہترین طعام و قیام کا اہتمام کیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے چائے پی اور پھر وہ ایک خیمے میں ریسٹ کرنے چلے گئے۔ انہوں نے چار گھنٹے ریسٹ کیا اور پھر وہ فریش ہو کر خیموں سے نکل آئے۔ انہوں نے ایک بار پھر کرنل طارق محمود سے ملاقات کی اور پھر وہ اس سے رخصت لے کر پہاڑیوں کی جانب روانہ ہو گئے۔ کرنل طارق محمود نے اپنی طرف سے بھی کچھ چیزوں کا بندوبست کر دیا تھا۔

''اب ہمارے لئے خطرات اور زیادہ بڑھ جائیں گے۔ پہاڑیوں میں ہمارا قدم قدم پر موت سے سامنا ہو سکتا ہے اس لئے سب کو بے حد چوکنا اور محتاط رہنا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''لیکن کرنل طارق محمود کا تو یہ کہنا ہے کہ پہاڑیوں میں اب کوئی بھی نہیں ہے اور وہاں کسی گڑبڑ کا بھی کوئی نشان نہیں ۔ ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

"یہ ان کا کہنا ہے مگر میرا خیال ہے دشمن ان پہاڑیوں میں ضرور موجود ہیں اور وہ عام دشمن نہیں بلکہ ان کا تعلق دنیا کی دہشت گرد اور انتہائی خوفناک سنڈیکیٹ اسانگا سے ہے"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر وہ لوگ کرنل طارق محمود یا ان کے ساتھیوں کو دوبارہ کیوں دکھائی نہیں دیئے"...... صدیقی نے کہا۔

"پہرہ دیکھ کر ہوسکتا ہے وہ وقتی طور پر چھپ گئے ہوں گے۔ اب جبکہ تلاشی لی جا چکی ہے وہ پھر بے فکر ہو کر اپنے کام میں لگ گئے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنگل سے پہاڑیوں تک آنے کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہو اور وہ تلاشی کے وقت پہاڑیوں سے نکل گئے ہوں اور اب پھر سے آ گئے ہوں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ تمہارا خیال ٹھیک ہی معلوم ہوتا ہے"...... جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ وہ آگے بھی بڑھ رہے تھے اور لحظہ بہ لحظہ فوجیوں کے خیمے دور ہوتے جا رہے تھے۔

"یہ پہاڑیاں۔ رات کی تاریکی میں بالکل دیوؤں جیسی لگ رہی ہیں ایسا لگتا ہے جیسے بے شمار سیاہ دیو سر اٹھائے کھڑے ہوں"۔ صفدر نے کہا۔

"دیو نہیں جنات کہو۔ یہ جنات جیسی پہاڑیاں لگ رہی ہیں"...... جولیا نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے

"سوال یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں ہمیں یہاں کیا نظر آئے گا ہم ان کا جائزہ کس طرح لے سکیں گے"...... صفدر نے کہا۔

"اچھا سوال ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس نے آگے کوئی بات نہ کی اور خاموش ہو گیا۔

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ سوال کس طرح اچھا ہے"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہ تم بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر سنیں۔ جواب یہ ہے کہ دن کی روشنی میں مجرم یہاں سرگرم نہیں رہتے ہوں گے اور آپ کے مطابق اس وقت وہ ان پہاڑیوں میں ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے۔ اس لئے رات کی تاریکی میں ہی انہیں تلاش کرنے کا کام کیا جا سکتا ہے"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بات بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کئی کلو میٹروں میں پھیلی ان پہاڑیوں میں ہم دشمنوں کو آسانی سے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اس سوال کا جواب تو میں دے سکتی ہوں"...... جولیا نے کہا۔

"بہت خوب تو پھر جلدی بتاؤ"...... عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"جس جگہ اس فوجی کی موت واقع ہوئی تھی ہمیں اس جگہ کے

آس پاس دیکھنا چاہئے۔ ہمیں یقیناً وہیں سے کوئی کلیو ملے گا''۔ جولیا نے کہا۔

''ویل ڈن۔ تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ میں بھی اسی پوائنٹ پر سوچ رہا تھا''...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن آپ نے کرنل سے وہ جگہ کب پوچھی ہے''...... صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

''پوچھتا تو میں اس وقت جب ہمارے ساتھ ٹائیگر نہ ہوتا''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب۔ ٹائیگر کے ساتھ ہونے سے نہ پوچھنے کا کیا تعلق''...... چوہان نے کہا ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''گہرا تعلق ہے۔ میں نے چلتے وقت اسے چند آلات ساتھ لانے کے لئے کہا تھا اور یہ آلات اپنے ساتھ لایا ہے۔ کیوں ٹائیگر''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ وہ میرے سفری بیگ میں اس وقت بھی موجود ہیں''...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بس تو پھر ہم ان میں سے ایک آلے کی مدد سے اس جگہ تک پہنچ سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''آخر کیسے''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹائیگر ڈی ڈی ایس مشین نکالو جو مقناطیس کی موجودگی اور اس کی سمت کو ظاہر کرتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس نے کاندھے سے سفری بیگ اتار کر نیچے رکھا اور اسے کھولنے لگا۔

''کیا تمہارا خیال ہے کہ ان پہاڑیوں میں مقناطیس موجود ہے''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اور کیا دشمن یہاں سے مقناطیس کا ذخیرہ حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''نہیں۔ یہ بات نہیں۔ جہاں دشمن موجود ہوں گے وہاں مقناطیس بھی کافی مقدار میں موجود ہو گا اور ہمارا آلہ اس سمت میں ہماری رہنمائی ضرور کرے گا''...... عمران نے کہا۔

''اوہ''...... جولیا کے منہ سے پرجوش انداز میں نکلا۔ دوسرے ہی لمحے ٹائیگر نے اپنے بیگ سے ایک ٹائم پیس نما آلہ نکالا اور اس میں لگے دو تین بٹن پریس کئے اور ایک ناب گھمائی۔ وہ ٹارچ کی مدد سے اس کی حرکت کرتی ہوئی سوئی کو دیکھ رہے تھے اور پھر سوئی ایک جگہ رک گئی۔

''مقناطیس اس طرف ہے''...... ٹائیگر کے منہ سے نکلا۔

''یعنی دشمن اس طرف ہے''...... عمران نے بڑبڑا کر کہا۔ ٹائیگر نے آلہ بند کر کے بیگ میں رکھ لیا اور وہ اس سمت میں چل پڑے۔

''کیا خیال ہے ٹائیگر۔ اس مشین کے مطابق مقناطیس یہاں

سے کتنی دور ہو گا''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ آلہ زیادہ سے زیادہ پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر موجود مقناطیس کو ظاہر کرسکتا ہے۔ اس لئے وہ جگہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ پانچ کلو میٹر اور کم از کم ایک کلو میٹر دور ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کم از کم ایک کلو میٹر کس طرح''...... صفدر نے پوچھا۔

''یہ بات آلے کی سوئی کی حرکت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ جگہ ایک کلو میٹر سے بھی کم دور ہوتی تو سوئی ایک دم سو کے ہندسے پر پہنچ جاتی۔ مگر آپ نے دیکھا ہو گا کہ سوئی سو کے ہندسے سے کچھ آگے بڑھ کر رکی تھی''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''کیا یہ فاصلہ اور کم نہیں ہو سکتا''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب''...... ٹائیگر نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میرا مطلب ہے اگر تم اس آلے کی مدد سے یہ معلوم کر سکو کہ وہ جگہ کم از کم کتنی دور ہے تو ہمیں اور زیادہ آسانی ہو جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''سوری باس۔ یہ آلہ اس سے زیادہ مدد نہیں کر سکتا۔ آپ نے مجھے روانہ ہوتے وقت صرف یہ کہا تھا کہ ایک ایسا آلہ بھی ساتھ لے لوں جس سے مقناطیس کی موجودگی اور سمت کا پتا چل سکے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں حیران ہوں یہاں مقناطیس کا کیا کام ہے''...... کیپٹن

شکیل نے کہا۔

''مقناطیس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں مقناطیس کی کوئی کان موجود ہے''...... عمران نے ہنس کر کہا۔

''تو پھر کیا مطلب ہے''...... صفدر نے پوچھا۔

''یہاں کسی جگہ مقناطیس کی طاقت سے کام لیا جا رہا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''بات کچھ پلے نہیں پڑی''...... چوہان نے کہا۔

''بہت جلد پڑ جائے گی۔ آؤ آگے چلتے ہیں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھنے لگے۔ رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کے نشیب و فراز طے کرنا آسان کام نہیں ہوتا لیکن ان کے حصے میں آسان کام آتے ہی کہاں تھے۔ ہمیشہ ہی مشکل کاموں سے واسطہ پڑتا تھا۔

''کیا آج ساری رات ہم یہی کام کریں گے۔ میرا مطلب ہے ان پہاڑیوں میں گھومتے پھرتے رہیں گے''...... صفدر نے پوچھا۔ اس کا لہجہ الجھا ہوا تھا۔

''کیوں تمہیں نیند آ رہی ہے''...... عمران نے حیرت سے کہا۔

''اوہ نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے''...... صفدر نے کہا۔

''تو پھر کیا بات ہے''...... عمران نے اسی کے انداز میں کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

''ہم مسلسل اونچی نیچی پہاڑیوں پر چل رہے ہیں۔ پہاڑیوں کی

طرف آتے ہوئے ہمیں اتنی تھکاوٹ نہیں ہوئی تھی جتنی اب ہو رہی ہے اسی لئے میں نے یہ بات پوچھی تھی“...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر زیادہ تھک گئے ہو تو کسی غار میں آرام کر لیتے ہیں۔ یہاں غاروں کی کمی نہیں ہے“...... عمران نے کہا۔

”کیا کہا غار میں“...... جولیا نے بوکھلا کر کہا۔

”ہاں کیوں۔ کیا غار میں رات بسر نہیں کی جا سکتی“...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے سن رکھا ہے۔ غاروں میں زہریلے حشرات الارض اور سانپ اور بچھو ہوتے ہیں اور اگر کسی غار میں ویسے ہی نیلے بچھو مل گئے تو ہم کیا کریں گے“...... جولیا نے کہا۔

”تو ہم ان سے ہیلو ہائے کر لیں گے۔ انہوں نے جواب دیا تو ٹھیک ہے ورنہ سب کے پاس پسٹلز ہیں۔ سب کو گولیاں چلانی بھی آتی ہیں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے یہ ضروری ہے۔ ہم اب واپس جائیں گے بھی کہاں۔ ہمیں رات گزارنے کے لئے کسی غار کو تلاش کرنا ہی ہوگا لیکن اس سے پہلے ہم اصل کام کریں گے۔ ہو سکتا ہے ہمیں کامیابی ہو جائے“...... صفدر نے کہا۔

”آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آخر آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آپ کچھ نہ کچھ اندازہ لگا چکے ہیں اور

اس انداز پر کام کر رہے ہیں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ تم نے درست اندازہ لگایا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر وہ اندازہ کیا ہے“...... جولیا نے تیزی سے کہا۔

”تم خود اندازہ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے آج کی رات صرف اندازوں میں ہی بسر ہو جائے گی“...... تنویر نے عمران کی طرح منہ بنا کر کہا۔

”واہ۔ خوب اندازہ لگایا ہے تنویر نے“...... صدیقی نے ہنس کر کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

”کہیں تم لوگوں کو اندازے کا دورہ تو نہیں پڑ گیا“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔ اچانک ٹارچوں کی روشنی میں انہیں ایک عجیب چیز نظر آئی۔ وہ چونک اٹھے یہ ایک ہیلمٹ تھا۔ کسی فوجی کا فولادی ہیلمٹ۔

ہیلمٹ پر نظر پڑتے ہی ان سب کی ٹارچوں کا رخ اس کی طرف ہو گیا اور پھر کیپٹن شکیل نے تیزی سے آگے بڑھ کر ہیلمٹ اٹھا لیا اور ٹارچ کی روشنی میں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا پھر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

''کیا خیال ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''کس بارے میں''...... عمران نے کہا۔

''اس ہیلمٹ کے متعلق پوچھ رہا ہوں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تم بتاؤ۔ آخر تم سب میں بھی عقل نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ آپ تو ناراض ہو رہے ہیں۔ اچھا رہنے دیں آپ بتائیں میں بتا دیتا ہوں یہ کسی فوجی کا ہیلمٹ ہے''...... کیپٹن شکیل نے مسکرا کر کہا۔

''یہ تو سب ہی دیکھ رہے ہیں کہ یہ کسی فوجی کا ہیلمٹ ہے۔ اس میں تم نے کون سی نئی بات بتائی ہے''...... عمران نے کہا۔

''صرف دیکھ ہی رہے ہیں نا۔ یہ بات بتائی تو صرف میں نے ہے''۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اب تم مذاق کے موڈ میں ہو''...... عمران نے کہا۔

''کبھی کبھار آپ کو دیکھ کر ایسا ہی ہو جاتا ہے''...... کیپٹن شکیل نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مطلب یہ کہ گدھے کو دیکھ کر گدھا رنگ پکڑتا ہے''...... عمران نے ہنس کر کہا۔

''گدھا نہیں۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے''۔ تنویر نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

''گدھے سے میں نے تمہاری مراد لی تھی اور تم ہی سب سے پہلے بول پڑے''...... عمران نے کہا تو تنویر نے بڑا سا منہ بنا لیا جبکہ باقی سب کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

''کیپٹن شکیل۔ مذاق چھوڑو اور اس ہیلمٹ کے بارے میں اور کیا کچھ بتا سکتے ہو تم''...... جولیا نے کہا۔

''آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں''...... کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہی کہ ہیلمٹ کتنا پرانا ہے۔ اسے یہاں پر گرے ہوئے کتنا

عرصہ ہو گیا ہے جس کا یہ ہیلمٹ ہے وہ آدمی موٹا ہے یا پتلا اور یہ ہیلمٹ یہاں اس سے کس طرح گر گیا۔ اس نے اٹھایا کیوں نہیں"...... جولیا نے کہا تو کیپٹن شکیل اور باقی ساتھی حیرت سے جولیا کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیپٹن شکیل آدمی ہے۔ کوئی نجومی تو نہیں جو ہیلمٹ کو دیکھ کر اتنا سب کچھ بتا دے گا"...... عمران نے کہا تو وہ سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

"تو کیا نجومی آدمی نہیں ہوتے"...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہوتے ہوں گے۔ تم ہی بتاؤ۔ کیپٹن شکیل ان سوالوں کے جواب ایک ہیلمٹ کو دیکھ کر کس طرح دے سکتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بتاتا ہوں۔ یہ ہیلمٹ آج ہی یہاں گرا ہے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گرا ہے چونکہ رات کا وقت تھا ہیلمٹ والے نے سوچا ہوگا کہ اندھیرے میں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا دن میں آ کر ڈھونڈ لوں گا۔

رہا یہ سوال کہ یہ اس کے سر سے گر کس طرح گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے کندھے پر کوئی بھاری چیز اٹھائی ہوئی ہو گی۔ اس کا سر ایک طرف کو جھکا ہوا ہوگا۔ اس جگہ سر کچھ زیادہ ہی جھک گیا اور ہیلمٹ گر گیا۔ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ ہیلمٹ کافی بڑا ہے۔ پرانا ہے اور جس کا بھی یہ ہے وہ ضرور کافی موٹا آدمی

ہے"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا تو وہ سب حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ وہ سب کیپٹن شکیل کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ واقعی نجومی ہو اور اس نے علم نجوم سے یہ ساری باتیں معلوم کی ہوں۔

"حیرت ہے تم تو واقعی کسی نجومی جیسی باتیں کر رہے ہو۔ آخر تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ باقی سب کے چہروں پر بھی حیرت کے تاثرات نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔

"کیپٹن شکیل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہیلمٹ کو ذرا غور سے دیکھنے سے یہ باتیں ایک عام آدمی بھی اخذ کر سکتا ہے۔ ہیلمٹ کافی بڑا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ ہیلمٹ والے کا سر بہت بڑا ہے اس لئے وہ ضرور موٹا ہوگا۔ یا کم از کم جسیم تو ضرور ہوگا۔ اس ہیلمٹ کا رنگ اڑا ہوا اور کنارے گھسے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت پرانا ہے۔ اگر یہ کل گرا ہوتا تو اس وقت ہمیں یہاں نہ ملتا۔ جس کا یہ ہے وہ اسے کب کا لے گیا ہوتا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ"...... اچانک جولیا کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہوا"...... صفدر نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ یہاں فوجی کہاں سے آ گیا۔ وہ تو پہاڑیوں کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ اندر آنے کی تو کسی کو اجازت ہی

نہیں ہے“...... جولیا نے کہا۔

”فوجی تو آ ہی سکتے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”کاش ہمارے پاس وائر لیس سیٹ بھی ہوتا۔ ہم ابھی کرنل طارق محمود سے بات کر لیتے اور اس بات کی تصدیق ہو جاتی کہ رینجرز کو یہاں آنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اب یہ کام صبح ہی کیا جا سکتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ ہیلمٹ کسی رینجر کا نہ ہو بلکہ یہ ہیلمٹ مجرموں میں سے کسی کے سر پر رہا ہو“...... صفدر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو وہ سب ایک بار پھر چونک پڑے۔

”لیکن مجرم یہ فوجی ہیلمٹ کیوں پہننے لگے“...... جولیا نے کہا۔

”حفاظت کے لئے ظاہر ہے کہ اردگرد فوجیوں کا پہرہ ہے اور کسی وقت بھی شبہ پڑنے پر وہ فائرنگ کر سکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے سروں کو گولیوں سے بچانے کے لئے ہیلمٹ پہن رکھے ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ رینجرز کی وردیوں میں بھی رہتے ہوں تاکہ کوئی ان پر شک نہ کر سکے۔ ظاہر ہے یہاں موجود تمام رینجرز ایک دوسرے کے بارے میں تو نہ جانتے ہوں گے کہ کون کون کہاں کہاں پہرہ دے رہا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ یہ عین ممکن ہے“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن یہ ہیلمٹ ان کے پاس کہاں سے آ گئے“...... صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ کباڑ کی مارکیٹ سے ہر چیز مل جاتی ہے“...... عمران نے کہا۔

”اوہ تو اس کا مطلب ہے کہ۔ کہ......“ صفدر کہتے کہتے رک گیا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو“...... عمران نے پوچھا۔

”اگر یہ ہیلمٹ مجرموں میں سے کسی کے سر پر تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے دور نہیں ہیں اور ہم ان کی پناہ گاہ کے آس پاس ہی موجود ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ٹائیگر ذرا آلے کو ایک بار پھر اکال کر دیکھو۔ فاصلہ ایک کلو میٹر سے کم تو نہیں ہے“...... عمران نے چونک کر کہا۔ ٹائیگر نے آلہ نکالا اور جیسے ہی اس نے اس آلے کا بٹن پریس کیا۔ اس کی سوئی یکلخت سو سے جا لگی۔ جس کا مطلب تھا مقناطیس اب ایک کلو میٹر سے بھی کم فاصلے پر موجود ہے۔ یہ دیکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔ اچانک ہی روشنی کی ایک کرن ان کی آنکھوں میں پڑی اور وہ چونک پڑے۔

”ارے یہ روشنی کی کرن کہاں چمکی تھی“...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ روشنی ایک لمحے کے لئے چمکی تھی اور پھر ختم ہو گئی تھی۔

”ہوشیار۔ کسی غار میں روشنی ہو رہی ہے۔ ہم دشمن کے بہت نزدیک پہنچ چکے ہیں“...... عمران نے سرگوشی کی۔ وہ دبے پاؤں

آگے بڑھنے لگے۔ اب انہوں نے ٹارچیں بجھا دیں تھیں اور اندھیرے میں ہی آگے بڑھ رہے تھے لیکن ایسے میں اگر ان میں سے کسی کا توازن بگڑ جاتا تو وہ سینکڑوں فٹ گہری کھائی میں جا گرتا۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے آگے بڑھ رہے تھے۔ روشنی کی کرن بھی ایک بار نظر آ کر پھر دکھائی نہیں دی تھی۔ اس کے باوجود عمران ٹارچ روشن کرنے پر تیار نہیں تھا۔

"جولیا۔ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں"...... اچانک عمران کی دبی دبی آواز نے انہیں حیران کر دیا۔ عمران نے بات بھی تو ایسی ہی عجیب کی تھی۔

"کیا بکواس ہے"...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ عمران کی یہ بات اسے پسند نہیں آئی تھی۔

"مم مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہم اس وقت کھائیوں کے کنارے پر ہیں اور کھائیاں انتہائی گہری ہیں۔ اگر میرا پاؤں پھسل گیا تو میں کہاں ہوں گا۔ ظاہر ہے کہ اگلے جہاں میں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ وصیت تو کر جاؤں تاکہ کسی کا حق نہ مارا جائے اور کوئی تو ہو جو میرے باورچی کی سابقہ تنخواہیں اور اس کا قرض ادا کر سکے"...... عمران نے کہا۔

"چپ رہو۔ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے"...... جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں مذاق کی نہیں وصیت کی بات کر رہا ہوں۔ ہاں تو

سنو......" عمران نے کہنا چاہا۔

"چپ ہو جاؤ۔ اگر اب بولے تو میں خود تمہیں کھائی میں دھکا دے دوں گی"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے پھر تو تم سچ مچ قاتلہ بن جاؤ گی اور قاتلہ سے شاید رقیب روسفید بھی شادی کرنا پسند نہیں کرے گا۔ کیوں تنویر"...... عمران نے ہنس کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔ ہم اس وقت موت کے دہانے پر ہیں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے"...... تنویر نے بھڑک کر کہا۔

"نہیں۔ مجھے مذاق نہیں سوجھ رہا۔ میں واقعی ڈر رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"ڈر اور تم محسوس کر رہے ہو۔ یہ میں مر کر بھی نہیں مان سکتا"...... تنویر نے اسی طرح غصیلے انداز میں کہا۔

"تو پھر مر کر دکھاؤ تاکہ مجھے بھی تمہاری بات پر یقین آ جائے"...... عمران نے کہا۔

"پلیز عمران صاحب۔ اب چپ ہو جائیں۔ غار نزدیک ہی معلوم ہوتا ہے کہیں ان کے کانوں تک ہماری آواز نہ پہنچ جائے"...... صفدر نے کہا۔

"لیکن اتنی اہم باتیں کرنے کا وقت پھر کب ملے گا۔ اگر موت آ گئی تو"...... عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والوں میں سے تھا۔

"حد ہو گئی۔ تم تو موت کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو"...... جولیا نے جھلا کر کہا تو سب کو ہنسی آ گئی۔

"ویسے تنویر کیا تم کوئی وصیت نہیں کرو گے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام تمہیں ہی مبارک ہو"...... تنویر نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہم بے کار باتوں میں الجھ گئے ہیں۔ اس وقت تو ہمیں صرف یہ سوچنا چاہئے کہ اگر کسی غار میں دشمنوں سے ٹکراؤ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"کرنا کیا ہے۔ ان کا مقابلہ کریں گے"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ پوری طرح تیار ہوں گے بلکہ انہوں نے غار میں نہ جانے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ یہ تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا"...... عمران کی بات پر کیپٹن شکیل نے چونک کر کہا۔

"اس کے باوجود ہمیں اس غار میں داخل ہونا ہے۔ جب تک ہماری ان لوگوں سے مڈبھیڑ نہیں ہو جاتی۔ ہم معاملے کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں گے"...... عمران نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ کر لیتے ہیں مڈبھیڑ"...... صدیقی نے کہا۔ اس طرح باتیں کرتے وہ آگے بڑھتے رہے پھر اچانک وہ ٹھٹک کر رک گئے۔

ان کے سامنے ایک چھوٹے سے دہانے والا غار تھا۔ اس غار میں روشنی ہو رہی تھی۔ غار کے دہانے پر ایک فوجی کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے مشین گن کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے بھاری سی آواز سنی۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ"...... بھاری آواز نے کہا۔ ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ پہاڑیوں کے اندر بھی فوجی ہو سکتے ہیں۔ کرنل طارق محمود کے بیان کے مطابق تو صرف پہاڑیوں کے اردگرد پہرہ دیا جا رہا تھا۔

"چلو اندر۔ کسی نے حرکت کرنے کی کوشش کی تو ڈھیر کر دوں گا"...... اس فوجی نے تیز آواز میں کہا تو وہ اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے غار کے اندر داخل ہونے لگے۔

غار کا دہانہ اتنا چھوٹا تھا کہ ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی اندر جا سکتا تھا لیکن جب وہ اندر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ غار اندر سے بہت کشادہ تھا۔ یہ کسی بڑے ہال کی طرح تھا۔ یہی نہیں اس ہال کے آگے بھی ایک چھوٹا سا دہانہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس دہانے کے دوسری طرف بھی غار موجود تھا اور نہ جانے وہ کتنا بڑا تھا۔ غار قدرتی تھا۔ اس میں انسانی ہاتھوں کا کمال نہیں تھا۔

غار کی چھت اس قدر اونچی تھی کہ غار میں ہونے والی روشنی

بہت مدہم سی دہانے تک جا رہی تھی۔ جگہ جگہ نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ یہ نوکیلی چٹانیں اوپر سے لے کر نیچے تک تھیں۔ غار کا فرش صاف تھا اور اسے یقیناً انسانی ہاتھوں نے صاف کیا ہوگا اور سب سے زیادہ حیرت تو انہیں اس بات پر ہوئی کہ غار کے اندر تیس کے قریب فوجی موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے کاندھے سے مشین گن لٹک رہی تھی۔

یہ سب ابھری ہوئی پتھریلی چٹانوں پر بیٹھے تھے یہ شاید ان کی کرسیاں تھیں ان میں سے ایک پتھر پر بڑی بڑی اور نہایت شاندار مونچھوں والا ایک آدمی بھی نظر آیا۔ اس کے سینے پر بیج اور تمغے لگے ہوئے تھے۔ ان فوجیوں کے سامنے دس افراد کا ایک بندھا ہوا ڈھیر پڑا تھا۔ وہ سب بے ہوش دکھائی دے رہے تھے۔

''یہ لوگ کون ہیں''...... مونچھوں والے نے گرج کر پوچھا۔

''یہ پہاڑیوں میں گھوم پھر رہے تھے''...... اس فوجی نے جواب دیتے ہوئے کہا جو انہیں ساتھ اندر لایا تھا۔

''کیوں۔ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ پہاڑیوں میں داخلہ بند کر دیا گیا ہے''...... مونچھوں والے فوجی نے گرج کر کہا۔

''معلوم ہے کیا آپ کو کرنل طارق محمود نے وائرلیس پر ہمارے بارے میں کوئی پیغام نہیں دیا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ کون ہو تم لوگ''...... اس نے کہا۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے میجر توفیق کہتے ہیں"...... اس نے کہا۔

"تو میجر توفیق صاحب۔ میرا نام عمران ہے اور میں باقاعدہ اجازت لے کر پہاڑیوں پر آیا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"کس کی اجازت سے"...... میجر توفیق نے پوچھا۔

"کرنل طارق محمود کی اجازت سے"...... عمران نے کہا۔

"میں اس کی اجازت کو نہیں مانتا۔ ان لوگوں کو بھی باندھ دو"...... میجر توفیق نے غرا کر کہا۔

"کیا کہا۔ آپ کرنل طارق محمود کی اجازت کو نہیں مانتے"۔ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ نہیں مانتا۔ اس وقت یہاں کا کنٹرول میرے ہاتھ میں ہے۔ یہاں میری مرضی چلے گی"...... میجر توفیق نے کہا۔

"بہت خوب۔ تو ہم واپس چلے جاتے ہیں"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اب یہ ناممکن ہے۔ تمہیں گرفتار کر کے تمہارا کورٹ مارشل کیا جائے گا"...... میجر توفیق نے کہا۔

"اور اگر میں پاکیشیائی پرائم منسٹر اور پریذیڈنٹ سے آپ کی بات کرا دوں تو"...... عمران نے کہا۔

"تو بھی کچھ نہیں ہوگا"...... میجر توفیق نے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر جو آپ کا جی چاہتا ہے کر لیں"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ہوشیار۔ یہ سب نقلی فوجی ہیں"...... اچانک صدیقی نے چلا کر کہا۔

"کیا"...... ان سب کے منہ سے نکلا۔ دوسرے ہی لمحے عمران کے ہاتھ میں مشین پسٹل نظر آیا اس نے برق رفتاری سے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا تھا۔

"خبردار"...... عمران نے گرج کر کہا لیکن اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل دیکھ کر میجر توفیق اور اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"اتنی مشین گنوں کی موجودگی میں تم کیا کر لو گے۔ اس کھلونے کو پھینک دو۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"...... میجر توفیق نے ہنس کر کہا۔

"جتنی دیر میں تم پوزیشن لے کر گولی چلاؤ گے۔ میرے مشین پسٹل سے نکلنے والی گولیاں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے جسموں میں بے شمار سوراخ بنا دیں گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم بھول رہے ہو۔ اس میں صرف چند گولیاں ہیں۔ میرے ساتھیوں کے ہاتھوں میں موجود مشین گنوں میں سینکڑوں گولیاں لوڈ ہیں"...... میجر توفیق نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ بھی غلط ہے۔ ذرا میرے ان چار ساتھیوں کی طرف بھی دیکھ لو۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین پسٹلز ہیں"...... عمران نے صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جن کے ہاتھوں میں واقعی مشین پسٹل دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین پسٹل دیکھ کر پہلی بار میجر توفیق کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے تاثرات دکھائی دیئے کیونکہ وہ انہیں مشین پسٹل نکالتے ہوئے نہیں دیکھ سکا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو"...... میجر توفیق نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگوں کو گرفتار کرنا اور یہ دیکھنا کہ آخر یہاں کیا ہو رہا ہے اور تم لوگ اصل میں کون ہو"...... عمران نے کہا۔

"یہ تم کبھی معلوم نہیں کر سکو گے۔ یہ غار تم سب کا مقبرہ بنے گا"...... میجر توفیق نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"واہ واہ۔ شکریہ دوست۔ کتنا شوق تھا ہمیں مقبروں میں دفن ہونے کا ویسے تم نے ان لوگوں کو کیوں باندھ رکھا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یہ وہ فوجی ہیں جو ان پہاڑیوں پر پہرہ دے رہے تھے۔ انہیں اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے تاکہ ان کی جگہ ہمارے آدمی لے سکیں"...... میجر توفیق نے ہنس کر کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہمارے ملک کے فوجی نہیں

ہو"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو"...... میجر توفیق نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"خبردار۔ مشین گن والے ہاتھ کو حرکت نہ دو"...... عمران نے اچانک گرج کر کہا۔ کیونکہ ایک فوجی نے حرکت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر عمران کی دھمکی سن کر وہ ساکت ہو گیا۔

"یاد رکھو۔ میرا نشانہ بہت پختہ ہے۔ ایک منٹ کے اندر بھون کر رکھ دوں گا۔ صفدر، تنویر اور جولیا ہری اپ۔ ان کے ہاتھوں سے مشین گنیں لے لو اور ان کے ہاتھ پشت پر رسیوں سے باندھ دو"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتے مسلسل فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی عمران اور اس کے چاروں ساتھیوں کے ہاتھوں سے مشین پسٹل نکل گئے۔ اس کے ساتھ ہی غار کے اندرونی دروازے میں انہیں تین آدمی کھڑے نظر آئے اور یہ دیکھ کر تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ ان تین میں سے ایک جیکی دادا تھا جو القاسم ہوٹل سے غائب ہو گیا تھا اور دوسرا ہوٹل کا منیجر تھا جو عمران کو دھوکا دے کر فرار ہو گیا تھا البتہ تیسرے کے چہرے پر نقاب تھا۔ اس کے ہاتھوں پر بھی دستانے تھے اور پیروں میں فوجیوں جیسے جوتے تھے لیکن یہ جوتے جسامت کے لحاظ سے بہت لمبے چوڑے اور اونچے تھے۔ انہیں دیکھ کر خوف سا آتا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی جبکہ نقاب کی وجہ سے وہ تیسرے آدمی کا چہرہ دیکھ ہی

نہیں سکتے تھے۔

"تم یہاں تک آ ہی پہنچے۔ اگرچہ ہم نے اپنی طرف سے تمہیں روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی"...... جیکی دادا نے انہیں خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں سے اس جگہ مل کر خوشی ہوئی مگر یہ تمہارے ساتھ تیسرے صاحب کون ہیں اور انہوں نے عورتوں کی طرح اپنا چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے"...... عمران نے کہا۔

"تمیز سے بات کرو۔ یہ ہمارے سردار صاحب ہیں"...... جیکی دادا نے غرا کر کہا۔

"اوہ۔ تو یہ ہیں وہ سردار صاحب۔ دارالحکومت میں ان کا تذکرہ سننے میں تو آیا تھا لیکن یہ امید نہیں تھی کہ ان سے اتنی آسانی سے ملاقات ہو جائے گی"...... عمران نے کہا۔

"اور مجھ سے یہ ملاقات تمہاری زندگی کی آخری ملاقات ثابت ہو گی"...... نقاب پوش سردار نے جواب دیا تو عمران اور اس کے ساتھی اس کی آواز سن کر چونک پڑے کیونکہ اس کی آواز بے حد باریک تھی۔ بالکل عورتوں جیسی آواز تھی۔

"ارے۔ کیا تم عورت ہو"...... صفدر کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے"...... تنویر نے کہا۔

"پھر تو اس سے مجھے بات کر لینے دو"...... جولیا ایک قدم آگے

بڑھی مطلب یہ تھا کہ ان میں سے کوئی اس کی اوٹ میں آ جائے اور کچھ کر گزرے لیکن اس وقت جیکی دادا چلا اٹھا۔

"اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ گولی مار دوں گا"...... جیکی دادا نے گرج کر کہا۔

"یہ دھمکی ہم نجانے کتنی مرتبہ سن چکے ہیں۔ لیکن آج تک ایسا ہوا نہیں"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آج ضرور ہو گا۔ اب تم لوگ اس غار سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میجر توفیق نے تم سے جو کہا تھا اب ویسا ہی ہو گا۔ یہیں تمہارا مقبرہ بنے گا لیکن دنیا کو معلوم نہیں ہو سکے گا اور کوئی تمہارا جنازہ نہیں پڑھ سکے گا۔ لوگ پہاڑیوں میں سر ٹکرا ٹکرا کر مر جائیں گے مگر کسی کو نہ تمہاری لاش ملے گی اور نہ تمہارا کوئی نشان ملے گا"...... سردار نے کہا۔

"ہمیں اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ موت تو برحق ہے۔ آج نہیں تو کل آنی ہی ہے۔ لیکن اتنا تو بتا دو کہ تم لوگ یہاں کر کیا رہے ہو"...... عمران مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے۔ تاکہ مرنے کے بعد بھی تم اپنے وطن کے لئے روتے رہو"۔ نقاب پوش سردار نے کہا۔

"بھلا مرنے کے بعد ہم کس طرح روئیں گے"...... عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمہاری روحیں روئیں گی"...... نقاب پوش سردار نے ہنس کر کہا۔

"بہت خوب۔ یہ کتنا اچھا ہو گا۔ ہم اپنی روحوں کو روتے دیکھ سکیں گے"...... عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا تم لوگ غیر ملکی ایجنٹ ہو"...... اچانک کسی خیال کے آتے ہی صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"یہی سمجھ لو"...... سردار نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا اس جگہ سے قیمتی معدنیات چوری کر رہے ہو"...... صدیقی نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم اس جگہ پاکیشیا کے انسانوں کے خون کا چشمہ جاری کریں گے"...... نقاب پوش سردار نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"خون کا چشمہ۔ کیا مطلب"...... کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ ساری بات تمہیں سمجھ آ جائے گی"...... جیکی دادا نے کہا۔

"اگر تم واقعی ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہو تو پھر ہمیں ہلاک کرنے سے پہلے ہماری آخری خواہش تو پوری کر دو"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کریں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو"...... اس مرتبہ رنگیس کرمانی نے کہا۔

"ہمیں اپنے سردار صاحب کا چہرہ دکھا دو۔ بس اس سے زیادہ

ہم کچھ نہیں چاہتے"...... عمران نے کہا یہ سن کر ان کے منہ بن گئے۔

"ان کا چہرہ تو آج تک ہم نے بھی نہیں دیکھا"...... جیکی دادا نے منہ بنا کر کہا۔

"تم میرا چہرہ دیکھ کر کیا کرو گے"...... نقاب پوش سردار نے پوچھا۔

"آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں گے۔ اگر تم حسین و جمیل عورت ہوئی تو دل کو سکون ملے گا"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو جوابا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔

"فکر نہ کرو۔ تمہاری آنکھیں ابھی جو کچھ دیکھیں گی۔ اس سے آنکھوں کو ہی نہیں تمہارے سارے جسم کو ٹھنڈک پہنچے گی"۔ نقاب پوش سردار نے ہنس کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ"...... صفدر نے کہا۔

"صفدر تم اس سے بھی ضروری ایک بات بھول رہے ہو"۔ عمران نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا عمران صاحب"...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"جیکی دادا، کالا ناگ اور اس جیسے غنڈے جو جیلوں میں اپنے جرائم کی سزائیں کاٹ رہے تھے۔ سردار صاحب نے ان لوگوں کو جیلوں سے کس طرح باہر نکلوایا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ یہ تو ہم بھول ہی گئے۔ اس بات پر ہمیں اب تک

حیرت ہے''...... جولیا نے کہا۔

''شکر ہے۔ صرف حیرت ہی ہے اگر رنج، افسوس اور دکھ بھی ہوتا تو بھی ان لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں تو کیا آپ بتائیں گے کہ جیلوں سے لوگوں کو کس طرح فرار کرایا گیا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ تمہارے کسی ایک جیلر سے تعلقات ہوں لیکن یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ سب جیلروں سے ہی تعلقات ہوں''...... صفدر نے کہا۔

''اس کے لئے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ بہت لمبا چکر چلانا پڑا تھا''...... سردار نے کہا۔

''آخر وہ کیا چکر تھا''...... جولیا نے پوچھا۔

''تم لوگ تو سنا ہے بہت عقل مند ہو۔ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہو۔ کیا اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے''...... سردار نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کم از کم ہم تو اندازہ نہیں لگا سکے۔ اگر عمران صاحب سمجھ گئے ہیں تو ہم کہہ نہیں سکتے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہاں میں جانتا ہوں۔ جب آدمی حالات اور واقعات پر پوری طرح غور کرتا ہے تو ساری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ میں نے بھی غور کیا تھا اور میں جان گیا تھا کہ تم نے یہ کام کیسے کیا ہوگا''۔ عمران نے کہا۔

''بہت خوب۔ کیا تم بتاؤ گے کہ کس طرح''...... سردار نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہاں ہو کیا رہا ہے۔ وہ کون سا خطرناک کھیل ہے جو تم کھیل رہے ہو۔ اور وہ کون تھا۔ جو یہاں سے بھاگ کر میری ساتھی کے گھر تک پہنچ گیا تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''جو یہاں سے بھاگ کر گیا۔ وہ بھی ایک مجرم تھا جسے میں نے ایک دوسرے شہر کی جیل سے نکلوایا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس قدر وطن پرست بھی ہوسکتا ہے۔ جب وہ یہاں پہنچا اور میں نے اس سے کام لینا شروع کیا تو وہ سارا معاملہ بھانپ گیا۔ ایک رات اس نے فرار ہونے کا پروگرام بنایا لیکن مجھے خبر مل گئی اور میں نے اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ اس نے صرف ایک لقمہ کھایا اور پھر نہ جانے اسے کس طرح شک ہوگیا کہ اس کے کھانے میں زہر ملایا جا چکا ہے۔ بس اس نے نظر بچا کر کھانا پھینک دیا اور رات کو بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ دراصل میں تو یہ سمجھا تھا کہ وہ سارا کھانا کھا چکا ہے اور صبح اس کی لاش ملے گی لیکن دوسرے روز وہ غائب تھا۔ چونکہ اس نے صرف ایک لقمہ کھایا تھا اس لئے وہ دارالحکومت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا''...... سردار نے کہا۔

''اس فوجی کو بھی میں تم نے ہی ہلاک کیا تھا جس کی ان پہاڑیوں میں لاش ملی تھی اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق

اسے ہارٹ اٹیک ہوا تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میرے ایک آدمی نے اس کی گردن پر زہریلی سوئی چبھو دی تھی۔ وہ اس غار تک پہنچ گیا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے اپنے لباسوں پر مختلف نشان لگاتے ہیں۔ جیسے کالا سانپ، سرخ تیر اور سرخ بچھو۔ ایک دن میرے آدمی ٹہلتے ہوئے دور نکل گئے۔ اس فوجی کی نظر میرے ساتھیوں کے لباسوں پر بنے ہوئے سرخ بچھو کے نشانوں پر پڑ گئی۔ وہ ان کے پیچھے لگ گیا۔ میرے آدمی جان بوجھ کر اسے یہاں تک لے آئے اور پھر اسے زہریلی سوئی چبھو دی۔ پھر اسے اٹھا کر دور پھینک آئے۔ یہ زہر افریقہ کے ایک درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سے آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن جب اس کا معائنہ یا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے تو رپورٹ زہر خوردنی کی بجائے ہارٹ فیل ہونے کی بنتی ہے۔ یہ زہر سیدھا دل پر اثر کرتا ہے اور دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے اور ہاں کیوں نہ تم لوگوں کو بھی اس زہر کی ایک ایک سوئی چبھو دی جائے"...... سردار نے کہا۔

"مگر اس صورت میں ہمارا مقبرہ یہاں کیسے بن سکے گا"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کا سرے سے نام اور نشان تک مٹ جائے"...... سردار نے کہا۔

"بہت خوب۔ تمہارا پروگرام تو واقعی بہت شاندار ہے"...... صفدر

نے کہا۔

"تم لوگ بہت مطمئن نظر آ رہے ہو۔ کہیں تمہارے پیچھے کوئی اور ٹیم تو نہیں آ رہی"...... سردار نے اچانک الجھے ہوئے اور پریشان لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ ہماری اور کوئی ٹیم نہیں ہے۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ بات صرف اتنی سی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"اور چونکہ سب باتیں معلوم ہو گئی ہیں صرف وہ باقی رہ گئی ہیں جو تم ہمیں دکھانا چاہتے ہو اس لئے چلو۔ اندر چلیں"...... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے ریوالور دشمنوں کے ہاتھوں میں نہیں ان کے ہاتھوں میں ہوں۔

"ٹھیک ہے۔ تم سب آگے آگے چلو گے۔ اور ہم تمہارے پیچھے اندر داخل ہوں گے لیکن نہیں اس سے پہلے تم سب کی تلاشی لی جائے گی"...... سردار نے کہا۔

"ہماری جیبوں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا"...... چوہان نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری جیبوں میں نہ سہی۔ باقی لوگوں کے پاس تو ضرور اسلحہ ہو گا"...... سردار نے کہا۔

"نہیں۔ ہم سب کی جیبیں خالی ہیں۔ بے شک چیک کر لو"...... صفدر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"پھر بھی ہم تلاشی لیں گے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے

پاس سائنسی اسلحہ موجود ہو“...... سردار نے کہا۔

”بہت اچھا۔ جو تمہارا جی چاہتا ہے کرلو لیکن اس سے پہلے ایک بات بتا دو“...... عمران نے کہا۔

”کون سی بات“...... سردار نے چونک کر کہا۔

”کیا تم اسانگا ہو“...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میں ہی اسانگا ہوں۔ بین الاقوامی سنڈیکیٹ کا سربراہ اور کرتا دھرتا“...... سردار نے کہا۔

”بہت خوب۔ بس اب مجھے تم سے اور کچھ نہیں پوچھنا“۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”تم دونوں تلاشی لو ان کی اور تم سب ان پر مشین گنیں تان کر رکھو۔ اگر یہ ذرا بھی غلط حرکت کریں تو انہیں گولیوں سے بھون دینا“...... سردار نے پہلے رئیس کرمانی اور جیکی دادا سے اور پھر مشین گن برداروں سے مخاطب ہو کر کہا تو رئیس کرمانی اور جیکی دادا آگے بڑھے اور عمران اور اس کے ساتھیوں کی تلاشی لینے لگے۔ جولیا کے کاندھے پر سفری تھیلا تھا۔ اس کے کاندھے سے صرف وہ تھیلا اتارا گیا اور اسے کھول کر چیک کیا گیا۔ لیکن کسی کے پاس کچھ نہ نکلا۔

”نہیں سردار صاحب۔ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے“۔ جیکی دادا نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”اچھی طرح سے چیک کرنا تھا ان کی خفیہ جیبیں تو نہیں ہیں“......

سردار نے کہا۔

”ہم نے ان کے لباسوں کی باریکی سے چیکنگ کی ہے سردار صاحب۔ ان کے لباسوں میں کوئی خفیہ جیبیں نہیں ہیں“...... رئیس کرمانی نے کہا۔

”تو چلو۔ انہیں کور کر لو اور ساتھ چلو“...... سردار نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی سردار نے ان کے سامنے دیوار میں لگا ایک بٹن دبایا۔ غار کا دہانہ بند ہوگیا اور پھر ان کے آگے چلتے ہوئے غار کے دوسرے دہانے کی طرف بڑھنے لگے پھر جونہی وہ اندر داخل ہوئے یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ تو ایک پہاڑی سرنگ تھی لیکن اندر اندھیرا نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جس بات پر انہیں سب سے زیادہ حیرت ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ سرنگ بالکل گول تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سیمنٹ کے کسی بہت بڑے پائپ میں چل رہے ہوں۔ سرنگ کی دیواریں بالکل ہموار تھیں اور یہ ہرگز قدرتی نہیں ہوسکتی تھی۔ اندر جگہ جگہ بلب روشن تھے۔ جو بیٹری سے چل رہے تھے۔ ان کی حیرت میں ہر لمحے اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

سرنگ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی بلکہ شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی جا رہی تھی اور ان سب کا حال بہت برا تھا۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے اور ذہن یہ سوچ رہے تھے یہ کیسی سرنگ ہے جو قدرتی نہیں ہے لیکن بظاہر یہ بھی ناممکن نظر آتا ہے کہ اسے انسانی ہاتھوں نے بنایا ہو۔ انسانی ہاتھ اس قدر ہموار اور اکیا سلنڈر کی طرح گول سرنگ نہیں بنا سکتے اور اگر یہ کسی مشین کا کام تھا تو انہوں نے آج تک ایسی مشین نہیں دیکھی تھی۔

"یہ سرنگ ہے یا موت کا کنواں"...... بہت دیر بعد ان کے کانوں سے عمران کی آواز ٹکرائی اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے سرنگ کے اندر زندگی کی لہر دوڑ گئی ہو۔

"خدا کا شکر ہے تم ایسے میں بھی بولنے کی سکت رکھتے ہو"۔ جولیا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بولنے کی ہی نہیں۔ اگر تم کہو تو میں ہنس کر بھی دکھا سکتا

ہوں"...... عمران نے کہا۔ یہ کہہ کر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ قہقہہ کی آواز سرنگ میں گونج اٹھی۔ انہوں نے چونک کر عمران کو دیکھا جیسے سوچ رہے ہوں کہیں وہ پاگل تو نہیں ہو گیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ذرا ماحول کے دباؤ کو دور کر رہا ہوں"...... عمران نے ان سب کو اپنی طرف عجیب سی نظروں سے گھورتا پا کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بہت خوب۔ تم واقعی زندہ دل ہو۔ ورنہ تمہارے ساتھیوں کو تو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا تھا"...... سردار نے کہا۔

"خدا نہ کرے کہ ہمیں کوئی سانپ سونگھے۔ سانپ سونگھے ہمارے دشمنوں کو۔ کیوں تنویر"...... عمران نے کہا۔

"لیکن اس سرنگ میں سانپ کہاں سے آ گیا"...... جیگی دادا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب تو یوں لگتا ہے جیسے ہم لوگ گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے ہوں"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ آگے جا کر تم سب کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی بلکہ تم سب کی زبانوں کو تالا لگ جائے گا"...... عقب سے ریکس کرمائی کی آواز سنائی دی۔

"لو۔ دوسری پارٹی کی زبان کا تالا بھی کھل گیا"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"زبان ہی کھلی ہے۔ کوئی دکان تو نہیں کھلی"...... چوہان نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"بے تکی نہ ہانکو"...... صفدر نے جھلا کر کہا۔

"اب اس شیطان کی آنت جیسی لمبی سرنگ میں تک کی بات کہاں سے لاؤں"...... چوہان نے مسکرا کر کہا۔

"چپ رہو۔ اب کان تو نہ کھاؤ"...... جولیا نے کہا۔

"تو اور یہاں کھانے کو کیا کیا مل سکتا ہے"...... عمران نے اس طرح کہا جیسے کسی ہوٹل کے بیرے سے پوچھا ہو۔

"تمہارا سر"...... جولیا نے غصے میں آکر کہا۔

"میرا سر۔ مگر میں اپنا سر کس طرح کھا سکتا ہوں۔ ہاں اگر کہو تو تنویر کا کھانا شروع کر دوں"...... عمران نے کہا۔

"وہ تو تم نہ جانے کب سے کھا رہے ہو"...... تنویر نے اپنا نام آنے پر غراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ کیا لڑنے کا ارادہ ہے"...... صفدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر عمران کی آنکھوں میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ تینوں اس وقت سب سے آگے تھے۔ ننھے ننھے بلبوں کی وجہ سے پوری سرنگ روشن تھی۔ اس لئے عمران کی آنکھوں میں صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خفیہ اشارہ تھا۔

"ہاں۔ اگر اب تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلا۔ تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی"...... جولیا نے بلند آواز میں کہا۔

"میری زبان اتنی ڈھیلی فٹ نہیں کی گئی ہے کہ تم اسے کھینچ لو

گی۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو پھر تنویر کی زبان کھینچ لو"...... عمران نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"تم ہر بات میں مجھے کیوں گھسیٹ لیتے ہو"...... تنویر نے غرا کر کہا۔

"میرا بس نہیں چلتا ورنہ میں تمہیں یہیں گھسیٹ گھسیٹ کر مارنا شروع کر دوں"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ تم مجھے گھسیٹ گھسیٹ کر مارنا چاہتے ہو تو آؤ۔ ہو جائے آج اس بات کا فیصلہ کہ کون کسے گھسیٹتا ہے اور کون کسے مارتا ہے"...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے صفدر ارے ارے کرتا ان کے درمیان آ گیا اور تینوں گڈمڈ ہو کر نیچے گر پڑے۔ باقی سب بھی ارے ارے ہی کرتے رہ گئے۔ جتنی دیر میں وہ آگے بڑھ کر انہیں چھڑاتے وہ اپنا کام دکھا چکے تھے۔

نیچے گرتے ہوئے تنویر نے اپنی انگلی سے ایک انگوٹھی نکال لی جبکہ عمران نے ریسٹ واچ کلائی سے اتاری اور پھر ان دونوں نے بیک وقت انگوٹھی اور ریسٹ واچ اپنے ساتھیوں کے سروں کے اوپر سے سردار اور اس کے ساتھیوں کی جانب اچھال دیں۔ اگر وہ یہ کام لڑنے کے بہانے نیچے گرے بغیر کرتے تو شاید انہیں دیکھ لیا جاتا پھر اچانک سرنگ میں دو زور دار دھماکے ہوئے اور دشمنوں کے ہاتھوں سے مشین گنیں نکل گئیں۔ نہ صرف مشین گنیں بلکہ ان کے

دماغ بھی چکرا گئے تھے کیونکہ یہ دھماکے ان کے لئے حیرت انگیز تھے۔ سرنگ بھی تھرا کر رہ گئی تھی وہ اچھل اچھل کر گرتے چلے گئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے عمران اور اس کے ساتھیوں نے ان کی نیچے گری ہوئی مشین گنیں اٹھائیں اور پھر سرنگ مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں سے بری طرح سے گونج اٹھا۔

"نقاب پوش سردار، جیکی دادا اور رنجیس کرمانی کو چھوڑ کر سب کو اُڑا دو"...... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے وہاں موجود افراد پر مسلسل فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ انہیں فائرنگ کرتے دیکھ کر اور پانسہ پلٹتے دیکھ کر نقاب پوش سردار، جیکی دادا اور رنجیس کرمانی نے وہاں سے پلٹ کر بھاگنا چاہا لیکن اسی لمحے عمران کے ہاتھ میں موجود مشین گن گرجی اور وہ تینوں دوڑتے دوڑتے چیختے ہوئے نیچے گرے اور پھر نہ اٹھ سکے۔ عمران نے ان تینوں کی ٹانگوں پر گولیاں برسائی تھیں۔

"تم میں سے آدھے سرنگ سے باہر جاؤ اور آدھے سرنگ کے دوسرے حصے میں اور جو دکھائی دے اسے اُڑا دو۔ تب تک میں ان تینوں کی مزاج پرسی کرتا ہوں"...... عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ مڑے اور آدھے سرنگ کے دہانے کی طرف دوڑتے چلے گئے جبکہ باقی سرنگ کے دوسرے حصے کی طرف بھاگتے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں سرنگ کے اندر اور باہر تیز فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیسے دو متحارب گروپس میں ٹھن گئی

ہو اور وہ ایک دوسرے پر تسلسل کے ساتھ فائرنگ کر رہے ہوں۔ سردار، جیکی دادا اور رنجیس کرمانی کی ٹانگیں زخمی تھیں اور وہ زخمی ٹانگوں کے ساتھ وہاں سے گھسٹتے ہوئے سرنگ کی ایک دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"بس تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ اب تم نے ایک انچ بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں تم تینوں کو اتنی گولیاں ماروں گا کہ تمہارے جسم شہد کی مکھیوں کے چھتے میں تبدیل ہو جائیں گے"...... عمران نے مشین گن لے کر ان کے قریب آتے ہوئے کہا تو وہ عمران کی جانب انتہائی خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"تت۔ تت۔ تم تم"...... سردار نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہہ لو۔ اب مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم اس سرنگ کو میرا اور میرے ساتھیوں کا مقبرہ بناؤ گے۔ اب یہ کام میں کروں گا۔ یہ سرنگ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا مدفن ضرور بنے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے چھوڑ دو عمران۔ مجھے ہلاک مت کرنا۔ میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا پھر کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ میری جان بخش دو پلیز"...... سردار نے بڑے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے اتنی جلدی پارسان گئے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو تم بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے۔ اب کیا ہوا"...... عمران نے ہنس کر کہا۔

''پہلے بازی ہمارے ہاتھ میں تھی لیکن اب تم موت بن کر ہمارے سروں پر کھڑے ہو''...... سردار نے خوف کے عالم میں کہا۔

''تو تم موت سے ڈرتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ کون ہے جو موت سے نہیں ڈرتا۔ میں ڈرتا ہوں۔ بہت ڈرتا ہوں اپنی موت سے''...... سردار نے کہا۔

''حیرت ہے۔ پوری دنیا میں جس اسانگا کی شہرت اس کی دہشت کی وجہ سے ہے وہ اسانگا اپنی موت سامنے دیکھ کر ڈر رہا ہے۔ کیا تم واقعی اسانگا ہو یا اس کے روپ میں کوئی اور ہو''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں اسانگا ہوں۔ میں ہی ہوں اسانگا۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں آج تک کبھی کسی معاملے میں سامنے نہیں آیا لیکن اس بار منصوبہ بے حد اہم تھا جسے میں ہر صورت میں کامیاب کرنا چاہتا تھا اس لئے مجھے اس منصوبے کو مکمل کرنے کے لئے خود آنا پڑا۔ مجھے تم سے ڈر تھا کہ تم میرے آڑے آ سکتے ہو اس لئے میں نے تمہاری ہلاکت کے تمام انتظامات مکمل کرا دیئے تھے لیکن بعد میں پتہ نہیں میری عقل کیوں ماری گئی کہ میں نے تمہاری موت کے لئے بھیجے ہوئے ہرکاروں کو منع کر دیا کہ وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہلاک نہ کریں بلکہ تمہیں تمہارے تمام ساتھیوں سمیت زندہ گرفتار کریں تا کہ میں تم سب کو اپنے ہاتھوں اذیتیں دے دے کر ہلاک کروں اور میری یہی حماقت میری ناکامی کی وجہ بن گئی۔

اب میں تمہارے سامنے بے بس ہوں اور میں جانتا ہوں تم بے بس انسانوں پر ظلم نہیں کرتے۔ انہیں ہلاک نہیں کرتے''۔ سردار نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں واقعی خوف کا تاثر نمایاں تھا۔

''تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔ میرا مطلب ہے تمہاری سنڈیکیٹ کا تعلق کس ملک سے ہے۔ سچ بولنا ورنہ میں یہ بھول جاؤں گا کہ میں بے بس اور لاچار انسانوں پر گولیاں نہیں چلاتا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''مم مم۔ میں سچ بتاتا ہوں۔ میرا تعلق اسرائیل سے ہے اور میری سنڈیکیٹ بھی اسی ملک سے تعلق رکھتی ہے لیکن ہم پوری دنیا میں کام کرتے ہیں۔ ہر ملک میں میرے الگ الگ گروپس ہیں اور میں نے اپنے کام پورے کرانے کے لئے جس ملک میں کارروائی کرنی ہوتی ہے وہیں سے مجرموں کی ٹیم یا گروپس بناتا ہوں اور انہیں بھاری معاوضے دے کر اپنے ساتھ ملا لیتا ہوں''۔ سردار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہارا یہ منصوبہ بھی اسرائیل سے وابستہ ہے جسے پورا کرنے کے لئے تمہیں یہاں خود آنا پڑا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ یہ منصوبہ اسرائیل اور کافرستان کا مشترکہ منصوبہ ہے اور میں دونوں ممالک کے لئے کام کر رہا تھا''...... سردار نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"منصوبے کی تفصیل بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"وہ وہ۔ میں میں......" سردار نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ دوسرے لمحے اس کا سر ڈھلک گیا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے سردار کی دل کی دھڑکن اور اس کی نبض چیک کی اور پھر وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ سردار پر خوف ایسا غالب آیا تھا کہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ جیکی دادا اور رئیس کرمانی پہلے ہی بے ہوش پڑے تھے۔ عمران نے مشین گن کا برسٹ مار کر ان کی ٹانگوں کے پرخچے اُڑا دیئے تھے جس کے نتیجے میں ان کا کافی خون بہہ گیا تھا اور یہی ان کی بے ہوشی کا سبب بنا تھا۔

"بزدل کہیں کے"...... عمران نے کہا۔ باہر اور سرنگ کے دوسری طرف کافی دیر تک فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر آہستہ آہستہ فائرنگ کا سلسلہ رک گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کے سارے ساتھی واپس آ گئے۔

"سرنگ کی دوسری طرف تیس مسلح افراد تھے جو ہمارے فوجیوں کی وردیوں میں ملبوس تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا ہے"۔ جولیا نے کہا۔ وہ صفدر اور تنویر کے ساتھ سرنگ کے اندرونی حصے کی طرف گئی تھی جبکہ ٹائیگر، کیپٹن شکیل چوہان اور صدیقی سرنگ سے باہر گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بھی واپس آ گئے۔

"اس سرنگ کے ساتھ ہمیں چند غار اور ملے تھے جہاں دس دس فوجی وردیوں میں مسلح افراد موجود تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک

کر دیا ہے۔ ہم نے ان کے چہروں پر سے ماسک میک اپ اتار لیا تھا۔ وہ سب کے سب کافرستانی معلوم ہوتے ہیں"...... صدیقی نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیا یہ تینوں بھی ہلاک ہو گئے ہیں"...... جولیا نے سردار اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ زندہ ہیں۔ ٹانگوں کے پرخچے اُڑنے کی وجہ سے ان کا کافی خون ضائع ہو گیا ہے اس لئے یہ نقاہت سے بے ہوش ہو گئے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"سردار کے چہرے پر تو اب بھی نقاب ہے۔ کیا تم نے اس کا نقاب اتار کر دیکھا نہیں کہ یہ ہے کون"...... جولیا نے کہا۔

"نہیں۔ اس نے خود ہی بتا دیا ہے کہ یہ کون ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ کون ہے یہ"...... صفدر نے پوچھا۔

"اسانگا"...... عمران نے جواب دیا۔

"وہ تو ہمیں بھی پتہ ہے لیکن یہ اسانگا ہے کون اور اس کا کس ملک سے تعلق ہے اور اس کا منصوبہ کیا تھا"...... جولیا نے کہا۔

"اس کا تعلق اسرائیل سے ہے اور یہ یہاں اسرائیل اور کافرستان کا مشترکہ مشن مکمل کرنے آیا تھا جو ظاہر ہے پاکیشیا کے خلاف ہی تھا"...... عمران نے جواب دیا۔

"لیکن اس کا مشن تھا کیا"...... تنویر نے پوچھا۔

"اسی سے پوچھ لو"...... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ تو بے ہوش ہے"...... چوہان نے کہا۔

"تو اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لو"...... عمران نے جواب دیا تو وہ اسے تیز نظروں سے گھورنے لگے۔

"لگتا ہے ابھی آپ کا کچھ بتانے کا موڈ نہیں ہے"...... کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے میں تم سب کو وہ چیز دکھانا چاہتا ہوں جو اسانگا ہمیں دکھانے لے جانا چاہتا تھا"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی بے پناہ تشویش اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

"اوہ۔ وہ کیا چیز ہے۔ جس نے تمہیں اس قدر پریشان اور تشویش زدہ کر دیا ہے حالانکہ اس سے پہلے ہم نے تمہیں اس قدر پریشان اور تشویش میں مبتلا نہیں دیکھا"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران کے چہرے پر واقعی گہری سنجیدگی دکھائی دے رہی تھی۔

"جو چیز میں تمہیں دکھاؤں گا اسے دیکھ کر تم سب کے ہوش اُڑ جائیں گے"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"یااللہ رحم۔ آپ تو ہمیں سچ مچ ڈرا رہے ہیں"...... صفدر نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں۔ یہ واقعی انتہائی ڈرا دینے والی بات ہے۔ یہ تو ہم پر

بلکہ پورے پاکیشیا پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو گیا جو ہمیں بروقت یہاں ہونے والی سازش کا پتہ چل گیا ورنہ نجانے پاکیشیا کا کیا حال ہوتا اور دشمن کس طرح پاکیشیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا"۔ عمران نے کہا۔

"اب تو ہم وہ چیز دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں جو تم ہمیں دکھانا چاہتے ہو۔ چلو کہاں چلنا ہے"...... جولیا نے بے تابی سے کہا۔

"جیکی دادا اور رئیس کرمانی کو گولیاں مار دو اور اس سردار عرف اسانگا کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے چلو۔ اس کی ٹانگوں پر پٹیاں باندھ دو تاکہ یہ اس وقت تک زندہ رہے جب تک ہم یہاں موجود فوجیوں کے سامنے اس کی اصلیت نہ لے آئیں۔ یہ ان فوجیوں کا مجرم ہے اس لئے اسے موت کی سزا وہی دیں گے"۔ عمران نے کہا تو تنویر، چوہان اور صدیقی آگے بڑھے۔ تنویر نے رئیس کرمانی اور جیکی دادا کو گولیاں مار کر ہلاک کیا اور پھر ان کے لباس پھاڑ کر ان کی پٹیاں بنائیں اور سردار عرف اسانگا کی زخمی ٹانگوں پر باندھنے لگے۔ انہوں نے سرنگ سے مٹی اکٹھی کر کے اسے گیلی کر کے اس کا لیپ بنا کر اس کی زخمی ٹانگوں پر لگا دیا تھا تاکہ خون کا مزید اخراج نہ ہو سکے اور پھر انہوں نے اس کی ٹانگوں پر مضبوطی سے پٹیاں باندھ دیں۔

عمران کے کہنے پر انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت کی

طرف کر کے باندھ دیئے تھے تاکہ اگر اسے راستے میں ہوش آ جائے تو وہ کوئی حرکت نہ کر سکے۔ پھر عمران کے کہنے پر چوہان نے اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا اور پھر وہ سب سرنگ کے اگلے حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے۔ سرنگ بدستور طویل تھی اور سرنگ کے ختم ہونے کے ابھی تک کوئی آثار نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ساری عمر اس سرنگ میں چلتے رہیں گے لیکن یہ ختم نہیں ہو گی۔

''عمران صاحب ہم کب تک اس سرنگ میں چلتے رہیں گے۔ یہ سرنگ تو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے''۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''بس تھوڑی دیر اور یہ اب اختتام پذیر ہونے والی ہے''۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''مگر اس کے آخر میں کیا ہے۔ جسے ہم سب دیکھنے جا رہے ہیں اور تھوڑی دیر پہلے مجرم ہمیں دکھانے کے لئے لے جا رہے تھے''...... صدیقی نے کہا۔

''بہت خوفناک چیز۔ ایک تھرا دینے والی چیز''...... عمران کا لہجہ بہت عجیب تھا۔

''کیا تم اندازہ لگا چکے ہو''...... جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔ دوسرے بھی کچھ کم حیران نہیں تھے۔

''ہاں۔ اس سرنگ کو دیکھ کر مجھے علم ہو گیا ہوں کہ یہ سب کیا

چکر ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ تو پھر آپ ہمیں بتا کیوں نہیں رہے''...... صفدر نے کہا۔

''ابھی نہیں۔ اس جگہ چل کر بتاؤں گا۔ جہاں دشمن ہمیں لے جانا چاہتا تھا۔ اب یہ اور بات ہے کہ خدا کی مہربانی سے الٹا ہم اسے لے جا رہے ہیں''...... اچانک وہ چلتے چلتے رک گئے۔ سرنگ ختم ہو گئی تھی اور اب ان کے سامنے ایک عجیب و غریب مشین تھی۔

وہ سب بت بنے ہوئے تھے۔ نجانے کتنی دیر تک وہ حیرت بھری نظروں سے اس مشین کو دیکھتے رہے جیسے اس مشین کو دیکھ کر وہ حیرت سے پتھر کے بت بن گئے ہوں اور اب بھی حرکت نہ کر سکیں گے۔ وہ ایک مشین عجیب و غریب مشین تھی جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

''اوہ میرے خدا۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں''...... آخر کیپٹن شکیل کے منہ سے خوفزدہ انداز میں نکلا۔ وہ کیپٹن شکیل کے الفاظ سن کر حیران رہ گئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس مشین کو سمجھتا ہے۔ انہوں نے عمران کی طرف دیکھا لیکن وہ حیران نہ تھا بلکہ وہ مسکرا رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے۔ تم بھی مشین کے بارے میں جانتے ہو''...... جولیا نے پوچھا۔

''ہاں''...... عمران نے کہا۔ مشین سرنگ کی گولائی کے عین

مطابق تھی اور اس سے آگے انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''آخر یہ مشین ہے کیا اور اس مشین سے کیا کام لیا جا رہا تھا''۔ جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اسے عمران پر غصہ آ رہا تھا جو مسلسل پراسرار بنا ہوا تھا اور انہیں کچھ بتانے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔

''جانتے ہو۔ جب یہ مشین چلے گی تو کیا ہو گا''...... عمران نے اسی طرح بڑے پراسرار لہجے میں کہا۔

''جی نہیں۔ ہمارے پلے تو کچھ نہیں پڑا''...... صفدر نے کہا۔

''تو سنو۔ جب اس مشین کو چلایا جائے گا تو یہ ٹھوس پتھروں کو کاٹتی ہوئی مسلسل آگے بڑھتی جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''پتھروں کو کاٹتے ہوئے۔ تمہارا مطلب ہے زمین کے نیچے ٹھوس پتھروں کو کاٹتی ہوئی''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں اس کے ساتھ ایک گول پہیہ لگا ہوا ہے اور اس کے اگلے حصے پر ایک بڑا سا برما ہے۔ ایسا برما جو عام طور پر ڈرل مشین کے آگے لگتا ہے اور اس سے دیواروں حتیٰ کہ فولاد میں بھی سوراخ بنائے جا سکتے ہیں۔ جب پہیہ گھومے گا تو اس مشین کی ڈرلنگ بھی شروع ہو جائے گی اور یہ پتھروں میں بڑا اور گول سوراخ بناتی ہوئی آگے بڑھتی جائے گی جس سے یہ گول سرنگ بنتی چلی جائے گی''...... عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''لیکن پتھروں کا سفوف تو یہاں کہیں نظر نہیں آ رہا''...... جولیا

کے لہجے میں حیرت تھی۔

”یہی تو اس میں کمال ہے۔ جو پتھر گھسے گا یہ اسے ساتھ ساتھ گیس میں تبدیل کر دے گی اور گیس باہر نکل جائے گی۔ اس طرح سرنگ خود بخود صاف ہوتی چلی جائے گی اور اس مشین کی آواز باہر کہیں سنائی نہیں دیتی۔ یہ خاموشی سے کام کرتی ہے اور اس مشین سے سینکڑوں کلو میٹر طویل سرنگ بنائی جا سکتی ہے“...... عمران نے کہا۔

”لیکن گیس میں ان لوگوں کا دم کیوں نہیں گھٹتا“...... صفدر نے پوچھا۔

”وہ اس لئے کہ پتھر کی گیس بہت وزنی ہو گی۔ قدموں سے اوپر نہیں اٹھنے پائے گی اور یوں بھی یہ لوگ مشین کو چلا کر خود باہر نکل آتے ہوں گے۔ بس یہ سرنگ کے دہانے کے آس پاس کہیں رہتے ہوں گے تاکہ کوئی اس طرف آ جائے تو اسے ٹھکانے لگا دیں۔ اسی لئے تو وہ فوجی مارا گیا تھا“...... عمران نے کہا۔

”لیکن آخر اس کا مقصد کیا ہے۔ میرا مطلب ہے یہاں اس طرح طویل ترین سرنگ کیوں بنائی جا رہی ہے“...... جولیا نے پوچھا۔

”کیا تم لوگ ابھی تک نہیں سمجھے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”کچھ کچھ سمجھ تو رہے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”خیر۔ میں باہر نکل کر ساری باتیں بتاؤں گا۔ پہلے تو ہم کرنل

طارق محمود اور ان کے ساتھیوں کو یہاں بلائیں گے۔ اسانگا کو ان کے حوالے کریں گے اور پھر اطمینان سے باتیں کریں گے اور ان کے سامنے بھی ساری صورتحال واضح کریں گے“...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیکن عمران صاحب ایک بار آپ ہمیں اس مشین کو چلا کر تو دکھا دیں۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ یہ آخر کیسے کام کرتی ہے“۔ صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا سوچنا بھی مت کہ میں اس مشین کو چلاؤں گا اور اس سرنگ کو مزید آگے بڑھاؤں گا“...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اس کا سرد لہجہ سن کر وہ کانپ کر رہ گئے۔ وہ حیران بھی ہو رہے تھے کہ صدیقی نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس پر اسے غصہ آتا۔

”آؤ چلیں“...... عمران نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا اور پلٹ کر تیز تیز چلتا ہوا واپس چلنا شروع ہو گئے۔ وہ سب بھی اس کے پیچھے تھے۔ اسانگا بدستور بے ہوشی کی حالت میں چوہان کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔ سرنگ میں یہاں تک آتے ہوئے انہیں دو گھنٹے سے زیادہ وقت لگا تھا اب واپسی میں بھی انہیں اتنا ہی وقت لگ گیا۔ سرنگ سے نکلتے ہی انہوں نے سکون کا سانس لیا کیونکہ سرنگ کے اندر ہوا تو تھی لیکن آکسیجن کی مقدار قدرے کم تھی۔ سرنگ میں ہوا اور آکسیجن کا انتظام اسی مشین کے ذریعے کیا گیا تھا

جسے وہ دیکھ کر آئے تھے۔ تازہ ہوا میں پہنچے تو ان کی جان میں جان آئی اور وہ لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ پھر سب سے پہلے وہ کرنل طارق محمود کے ساتھیوں کو کھول کر ہوش میں لے آئے۔

''اب سوال یہ ہے کہ ہم اتنی دور سے کرنل طارق محمود کو کس طرح بلائیں''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ کیا مشکل ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں جاؤں انہیں بلانے''...... صدیقی نے کہا۔

''کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی آجائیں گے''۔ عمران نے کہا۔

''وہ کیسے۔ کیا یہاں ٹرانسمیٹر موجود ہے''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''نہیں۔ میں ابھی انہیں بلانے کا انتظام کرتا ہوں''...... عمران نے کہا اور یہ کہہ کر اس نے ایک مشین گن اٹھائی اور اس سے ہوائی فائر کرنے لگا۔

''باہر تم لوگوں نے جو فائرنگ کی تھی اس کی آوازیں فوجیوں اور کرنل کرنل طارق محمود تک پہلے ہی پہنچ چکی ہوں گی۔ اب ہونے والی فائرنگ سے انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ انہیں کہاں آنا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ویری گڈ۔ اسے کہتے ہیں عقل بڑی یا بھینس''...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''لگتی تو بھینس ہی بڑی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک بار پھر پہلے جیسی شوخی عود کر آئی تھی۔

پھر انہیں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں انہیں میگا فون پر کرنل طارق محمود کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''یہاں جو کوئی بھی ہے گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔ تم سب لوگوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ہاتھ اوپر اٹھا کر سامنے آجاؤ ورنہ ہم فائر کھول دیں گے''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''کرنل طارق محمود۔ میں عمران ہوں۔ میرے ساتھ میرے ساتھی ہیں اور ہم نے فائرنگ صرف آپ کو بلانے کے لئے کی تھی تاکہ آپ آواز کی سمت چلے آئیں''...... عمران نے بلند آواز میں کہا۔

''کیا کوئی خاص بات ہے''...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

''ہاں۔ بہت خاص۔ دشمنوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ''...... انہوں نے کرنل طارق محمود کی آواز سنی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

''کیا آپ آرہے ہیں کرنل طارق محمود''...... عمران نے کہا لیکن کرنل طارق محمود کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

''بس۔ اب وہ جواب نہیں دے گا''...... عمران نے کہا۔

''کیوں''...... جولیا نے پوچھا۔

"وہ سوچ رہا ہوگا کہیں ہم الٹا دشمنوں کے قبضے میں نہ ہوں اور دشمن چال نہ چل رہا ہوں۔ اب وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ پوزیشن لے کر آگے بڑھے گا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اسے یہی کرنا چاہئے"...... صدیقی نے کہا۔

"آپ سب ہمارے نشانوں کی زد پر ہیں۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو کیونکہ اتنی دور سے ہم کچھ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کیا معاملہ ہے"...... آخر پندرہ منٹ بعد انہیں کرنل طارق محمود کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے"...... عمران نے کہا اور ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد کرنل طارق محمود ان کے سامنے کھڑا ان سب کو گھور رہا تھا۔

"یہ اتنے لوگ پہاڑیوں میں کہاں سے آ گئے۔ میں نے تو صرف آپ لوگوں کو اندر آنے دیا تھا"...... کرنل طارق محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ لوگ ہم سے پہلے ہی یہاں موجود تھے اور یہ آپ کے ہی ساتھی ہیں جنہیں اغوا کیا گیا تھا اور ان کی جگہ میک اپ میں دشمن آپ کی فورس میں شامل ہو گئے تھے جو اس علاقے تک ہی محدود رہتے تھے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن کس راستے سے۔ پہاڑیوں کو تو ہم نے گھیرے میں لیا ہوا ہے"...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

"جنگل میں سے کوئی زمین دوز راستہ ان لوگوں نے بنا رکھا ہو

گا ایسے راستے بنانا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ تو پہاڑوں میں سرنگیں بنا لیتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"پہاڑوں میں سرنگیں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... کرنل طارق محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ تمام ملٹری آفیسرز کو کال کر لیں اور دارالحکومت کے آفیسر ان کو بھی فوری طور پر یہاں بلا لیں"...... عمران نے کہا۔

"آخر معاملہ کیا ہے"...... کرنل طارق محمود نے پوچھا۔

"بہت اہم معاملہ ہے۔ بس آپ جلدی کریں"...... عمران نے کہا۔ آخر دو گھنٹے کی کوشش کے بعد بیسوں آفیسر وہاں موجود تھے۔ ان میں سر سلطان بھی موجود تھے جنہیں عمران نے خصوصی طور پر کرنل طارق محمود کے سیل فون سے کال کر کے وہاں بلایا تھا۔

عمران نے ان سب کو جب سرنگ دکھائی تو وہ بھونچکے رہ گئے۔ ان کی آنکھیں باہر کو ابل آئیں۔

"یہ۔ یہ۔ یہ سب کیا ہے عمران بیٹے۔ یہ سرنگ۔ یہ مشین"۔ سر سلطان نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔ طویل سرنگ اور سرنگ بنانے والی ڈرلنگ مشین دیکھ کر وہ کافی حد تک سمجھ گئے تھے کہ وہاں کیا ہو رہا تھا اور یہ سرنگ کس مقصد کے لئے بنائی جا رہی تھی۔

"سردار گڑھ کی یہ پہاڑیاں ہمارے لئے قدرتی سرحد کا کام دیتی ہیں۔ ان کے دوسری طرف کافرستان ہے جو ہمارا بدترین دشمن

ہے اور ہمیشہ ہمیں نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ چند سال پہلے کافرستان اور اسرائیل نے مل کر پاکیشیا کے خلاف ایک بھیانک منصوبہ بنایا"...... عمران نے کہا۔

"کیسا منصوبہ"...... سر سلطان نے پوچھا۔ ملٹری فورس کے باقی آفیسرز اور کرنل طارق محمود بھی غور سے عمران کی باتیں سن رہے تھے۔

"میں آپ کو شروع سے ساری کہانی سناتا ہوں اس طرح آپ کو یہ سارا کیس سمجھنے میں آسانی بھی ہو جائے گی اور آپ کو اس بات کا علم بھی ہو جائے گا کہ ان پہاڑیوں میں کیا کھیل کھیلا جا رہا تھا اور اس کھیل کا اصل مقصد کیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ کیا کہانی ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"کافرستان اور اسرائیل نے مشترکہ طور پر اپنا ایک سیکرٹ ایجنٹ پاکیشیا بھیجا۔ یہ ایجنٹ پاکیشیا میں آ کر ایک ایجنسی کا فوٹو گرافر بن گیا۔ یہ ایجنٹ ہوٹلوں، کلبوں، بار رومز کے چکر کاٹتا رہتا تھا اور ایسے افراد کی تاک میں رہتا تھا جو حکومت کے اعلیٰ عہدے دار ہوتے تھے یا پھر ان کا تعلق فوج کے اعلیٰ افسران سے ہوتا جو اکثر خفیہ طور پر اور سول لباس میں ایسی جگہوں پر اپنا وقت گزارنے یا پھر خاص تفریح کی غرض سے آتے تھے۔ وہ ان کی ہر برائی کی اس خاموشی سے تصاویر اتار لیتا تھا۔ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی۔ پھر وہ ان تصویروں کو بذریعہ ڈاک ان لوگوں کو بھیج دیتا

اور انہیں ان تصویروں کے بل بوتے پر بلیک میل کرتا اور ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا۔ یہ بلیک میل سٹف ایسا ہوتا تھا کہ کوئی بھی اعلیٰ عہدے دار اپنی پوزیشن اور عزت بچانے کے لئے آسانی سے اس کے جال میں پھنس جاتا۔ اس طریقے سے وہ دیکھتے ہی دیکھتے مال دار ہو گیا۔ اس ایجنٹ نے خاص طور پر جیلروں کی تصویریں حاصل کرنا شروع کیں اور ان تصویروں کا دباؤ ڈال کر بہت سے بدمعاش قیدی چھڑا لئے۔ قیدیوں کی تفصیل وہ ہر روز اخبارات سے دیکھ لیتا تھا۔ قیدیوں کا ایک گروہ اس کے اشاروں پر ناچنے لگا۔ کیونکہ ایک تو اس نے انہیں رہائی دلائی تھی دوسرے اس نے انہیں لالچ دیا تھا کہ وہ ایک دن ملک کے بہت بڑے آدمی بن جائیں گے چنانچہ وہ ان لوگوں کے ذریعے دولت حاصل کرتا رہا اپنا گروہ بڑا بناتا رہا۔ جب یہ لوگ بہت مضبوط ہو گئے اور سردار گڑھ سے لے کر دارالحکومت تک پہنچ گئے تو اس نے کافرستان اور اسرائیل کو حالات سے باخبر کیا۔ اب انہوں نے اسے اصل منصوبے پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ سرنگ بنانے والی یہ مشین ہمارا دشمن ملک کافرستان ایجاد کر چکا ہے اور اس کے بارے میں ایک بار ایک رسالے میں مضمون بھی چھپا تھا۔ کافرستانی ایجنٹوں نے نہایت خاموشی سے اس ڈرلنگ مشین کو پارٹس کی شکل میں خفیہ طور پر کافرستان سے پاکیشیا منتقل کرنا شروع کر دیا جو بظاہر عام ٹیکسٹائل اور دوسری عام سی مشینریوں کے پارٹس جیسے ہوتے تھے۔ ان پارٹس

کو ان پہاڑیوں میں لا کر جوڑ کر مشین بنائی گئی اور پھر اس مشین کی مدد سے پہاڑیوں کے اندر ہی اندر ایک سرنگ بنانے کا کام شروع کر دیا گیا۔ اس مشین کے ذریعے یہ ان پہاڑیوں کے نیچے ایک طویل ترین سرنگ بنانا چاہتے تھے جس کا ایک سرا پاکیشیا میں ہوتا اور دوسرا دہانہ کافرستان میں۔ کافرستان اور اسرائیل نے اس کام کی ذمہ داری دنیا کی بدنام زمانہ سنڈیکیٹ اسانگا کو دی تھی۔ اسانگا کا پروگرام تھا کہ وہ پاکیشیا اور کافرستان کے اس پہاڑی حصے میں ایک طویل اور کشادہ سرنگ بنائی جائے اور پھر اس سرنگ کے راستے کافرستانی افواج اور ہر قسم کا گولہ بارود پاکیشیا میں پہنچا دیا جائے۔ دشمن افواج سردار گڑھ کی پہاڑیوں کی رکھوالی کرنے والے فوجیوں کو ہلاک کر کے ان کی جگہ لیتے چلے جا رہے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ جلد ہی پورے سردار گڑھ پر قبضہ کر لیں گے۔ سردار گڑھ میں دشمن افواج پوری تیاری کے ساتھ جمع ہو جاتی اور پھر یہ آہستہ آہستہ اردگرد کے علاقوں میں پھیلتے چلے جاتے اس طرح ان کی لاکھوں کی فوج ان علاقوں میں پہنچ جائے گی اور یہ اپنے ساتھ تباہ کن اسلحہ بھی لائیں گے اور پھر یہ اسی طرح خاموشی سے ایک ایک علاقے پر قبضہ کرتے چلے جاتے اور دارالحکومت تک پہنچ جاتے ہم بے خبری میں مار کھا جاتے اور پاکیشیا آسانی سے ان کے قبضے میں چلا جاتا کیونکہ یہ ہمارے فوجیوں میں اپنی فوج کو شامل کرتے چلے جاتے اس طرح جلد ہی یہاں ہماری فوج کی بجائے ان کی فوج ہوتی پھر

کافرستان اور اسرائیل کے مشترکہ ایجنٹ اسانگا کی پلاننگ کی وجہ سے پاکیشیا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا اور اس پر کافرستان کا قبضہ ہو جاتا۔ یہ تھا پورا پروگرام“...... عمران نے انہیں ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کی باتیں سن کر وہ سب سکتے کے عالم میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

”اب میں اس آدمی کی صورت بھی دکھا دوں جو اس پورے منصوبے کو کنٹرول کرتا رہا ہے“...... یہ کہہ کر عمران نقاب پوش سردار کی طرف بڑھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد دو فوجی مشین گنیں لئے چوکس کھڑے تھے کہ کہیں وہ زہریلی سوئی وغیرہ کے ذریعے خودکشی نہ کر لے تلاشی کے دوران اگرچہ ایسی تمام سوئیاں برآمد کر لی گئی تھیں لیکن اس بات کا امکان بھی تھا کہ اس نے ایک آدھ سوئی کسی جگہ چھپا لی ہو۔

عمران نے آگے بڑھ کر اس کا نقاب نوچ لیا۔ عمران کے سارے ساتھی یہ دیکھ کر بری طرح سے اچھل پڑے کہ وہ آدمی ہوٹل القاسم کا مالک سیٹھ کاشف مرزا تھا۔ جسے وہ ہوٹل میں چھوڑ کر سردار گڑھ آئے تھے۔ اس کے ہوٹل میں جیکی دادا اور رئیس کرمانی سے عمران کی جھڑپ ہوئی تھی اور دونوں غائب ہو گئے تھے۔

”یہ اصل سیٹھ کاشف مرزا نہیں ہے۔ اس کے چہرے کے پیچھے ایک اور چہرہ چھپا ہوا ہے جو اسرائیلی ایجنٹ اسانگا کا چہرہ ہے“...... عمران نے کہا اور اس نے سیٹھ کاشف مرزا کی گردن کے ایک حصے

میں چٹکی بھری۔ دوسرے لمحے اس کی گردن سے ایک جھلی اترنے لگی اور پھر وہ ایک غیر ملکی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہ آدمی شکل و صورت سے ہی انتہائی کینہ پرور، مکار اور درندہ صفت دکھائی دے رہا تھا۔

"تو کیا یہ اصل اسانگا ہے جس نے پوری دنیا میں دہشت پھیلا رکھی ہے اور یہ جس ملک میں جاتا ہے تباہی اور بربادی اس ملک کا مقدر بن جاتی ہے"...... سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ یہی اصل اسانگا ہے اور یہ ون مین آرمی کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کے نام کی سنڈیکیٹ ضرور ہے لیکن اس کا اپنا باقاعدہ کوئی گروہ نہیں ہے۔ اسے جس ملک میں تباہی بربادی اور شر انگیزی پھیلانی ہوتی ہے یہ اس ملک کے ہی مجرموں اور بدمعاشوں کو اپنا آلہ کار بناتا ہے اور انہیں یا تو بلیک میل کرتا ہے یا پھر بڑے بڑے معاوضے دے کر اپنے ساتھ ملا کر گروپس بنا لیتا ہے۔ یہاں بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ یہ چونکہ اسرائیل اور کافرستان کا انتہائی مذموم منصوبہ تھا اس لئے اس منصوبے کو مکمل کرنے کے لئے یہ خود بھی یہاں پہنچ گیا تھا اور اس نے یہاں ایک نہیں تین تین روپ دھار رکھے تھے۔ اس کا پہلا روپ ہوٹل القاسم کے مالک سیٹھ کاشف مرزا کا تھا، دوسرا یہ سردار گڑھ کے سردار چنگیز خان کے روپ میں بھی سردار گڑھ پر راج کر رہا تھا۔ اس نے اصل سردار چنگیز خان کو نجانے کب سے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ اس کی جگہ

لینے کے لئے اسے محض سردار چنگیز خان کا میک ہی کرنا پڑتا تھا اور اس کا تیسرا روپ یہ ہے جو آپ سب کے سامنے ہے"۔ عمران نے کہا۔

"یہ تو اسرائیل اور کافرستان کا واقعی پاکیشیا کے خلاف بہت خوفناک منصوبہ تھا۔ اگر وہ فوجی ہلاک نہ ہو جاتا اور پہاڑیوں میں اسانگا کا کارڈ نہ ملا ہوتا تو ہم اس بات سے قطعی انجان رہتے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ سرنگ مکمل کر کے مسلح افواج کے ساتھ یہاں گھس جاتے اور پھر وہی ہوتا جو تم نے بتایا ہے"...... سر سلطان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ اسانگا سے سب سے بڑی غلطی یہی ہوئی تھی کہ یہ اپنا مخصوص کارڈ ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھتا تھا۔ یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پہاڑی علاقوں کی چیکنگ کرتا رہتا تھا تاکہ ان پہاڑیوں میں مزید مصنوعی غار بنائے جائیں جہاں یہ کافرستان سے اسلحہ بارود لا کر ذخیرہ کر سکیں۔ انہوں نے کئی پہاڑیوں پر نشان لگا دیئے تھے جن میں اس مشین کے ذریعے مصنوعی غار بنائے جانے تھے ان کی اسی سرچنگ کے دوران اس فوجی نے انہیں دیکھ لیا تھا اور ان کی دوسری بڑی غلطی یہ تھی کہ یہ سب نیلے رنگ کے مخصوص لباسوں میں تھے اور ان کے لباسوں پر سرخ بچھو کا نشان بنا ہوا تھا جو اس فوجی کے چونکنے کا باعث بنا تھا۔ اگر یہ عام سیاحوں کے روپ میں ان پہاڑیوں میں گھومتے پھرتے رہتے تو شاید ہی ان پر کوئی توجہ

دیتا اور ان کی اصلیت کسی کے سامنے نہ آتی۔ اس سرچنگ کے دوران اسانگا سے اس کا مخصوص کارڈ گر گیا جس کے بارے میں اسے خبر تک نہ ہوئی تھی۔ کارڈ کی وجہ سے چونکہ اس کی اصلیت سامنے آ گئی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس معاملے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو آگے لایا جائے گا اور ان کے ساتھ لامحالہ میں بھی ہوں گا اس لئے اس نے سردار گڑھ کے ٹاپ بدمعاشوں کو حکم دیا کہ وہ سردار گڑھ آنے والے تمام راستوں کی چیکنگ کر لیں اور جیسے ہی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں آنے کی کوشش کروں مجھے فوری طور پر ہلاک کر دیا جائے لیکن پھر اس کے ذہن میں نجانے کیا خیال آیا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کرنے سے منع کر دیا۔ یہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی مجھے اور میرے ساتھیوں کو زندہ گرفتار کریں اور ہمیں ایسی جگہ قید کر دیں جہاں سے ہم کسی بھی طرح فرار نہ ہو سکیں۔ یہ اپنا منصوبہ مکمل کر کے ہم پر اپنی دھاک جمانا چاہتا تھا اور پھر یہ ہمیں اذیتیں دے کر اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ ہم ہر بار اس کے ساتھیوں کی قید سے بھاگ نکلے اور ان پہاڑیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ہم نے اس کا سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ اب دنیا کا سب سے خطرناک مجرم جسے اسانگا کہا جاتا ہے آپ کے سامنے ہے۔ اس مجرم کو اگر گرفتار کیا گیا یا اس پر کیس چلایا گیا تو ہم پر اسرائیل اور کافرستان

عالمی دباؤ ڈلوا کر اسے رہا کرانے کی کوشش کریں گے اور ہمارے ملک کے حالات ایسے ہیں کہ ہم آسانی سے دباؤ میں آ جاتے ہیں اس لئے اس آدمی کو اب نہ تو گرفتار کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر کوئی کیس چلایا جائے گا۔ یہ اگر یہاں سے فرار ہو گیا تو پھر یہ نہ صرف دوسرے ممالک کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے بلکہ دوبارہ پاکیشیا کے خلاف سازش کر سکتا ہے اس لئے اس کا فیصلہ یہیں اور اسی وقت ہو گا“...... عمران نے کہا۔

”کیا مطلب“...... کرنل طارق محمود نے کہا۔

”ٹائیگر“...... عمران نے کرنل طارق محمود کو جواب دینے کی بجائے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس“...... ٹائیگر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اچانک ٹائیگر نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے ماحول مشین پسٹل کی مسلسل تڑتڑاہٹ اور اسانگا کی دردناک چیخوں سے گونج اٹھا۔ ٹائیگر نے اسانگا کا جسم چھلنی کر دیا تھا۔ وہ فوراً ہلاک ہو گیا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ تم نے کیا کیا۔ تم نے ہم سب کے سامنے اسے قتل کیوں کیا ہے“...... کرنل طارق محمود نے چیختے ہوئے کہا۔

”میں نے نہیں۔ اسے ایک پاکیشیائی نے ہلاک کیا ہے۔ اس عام پاکیشیائی نے جس کی زندگی اس نے داؤ پر لگا دی تھی اور انہیں کافرستان اور اسرائیل کا محکوم بنانے کا ارادہ کر رہا تھا“...... عمران

نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر وہ سب مڑے اور تیز تیز چلتے ہوئے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ سر سلطان بھی ان کے ساتھ تھے۔

حکومت کے بے شمار اعلیٰ عہدے داران اور فوج کے اعلیٰ افسران حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے لیکن ان کے ساتھ چونکہ سر سلطان تھے اس لئے ان میں سے کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور اس نے اسانگا کو اگر ہلاک کیا ہے تو اس کی اسے یقیناً ایکسٹو نے ہی اجازت دی ہو گی اور ایکسٹو کے سامنے ان میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا جو دم بھی مار سکتا ہو۔

بعد میں سرنگ کو بند کر دیا گیا۔ اس کو بند کرنے کے لئے سیمنٹ اور کنکریٹ کے علاوہ پگھلا ہوا سیسہ بھی استعمال کیا گیا اور پہاڑیوں پر مستقل طور پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ القاسم ہوٹل پر حکومت نے قبضہ کر لیا اور اسے سیلڈ کر دیا گیا۔

ختم شد